خطوطِ مالک رام
مرتبہ
شمیم جہاں

خطوطِ مالک رام

مُرتّبہ

شمیم جہاں

© شمیم جہاں

سنہ اشاعت : ۱۹۹۷ء

قیمت : ۲۲۵ روپے (۱۳ امریکی ڈالر)

طباعت : ثمر آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی

ناشر : ڈی/۵۰، منٹو روڈ، نئی دہلی

Khutoote Malik Ram

By **Shamim Jahan**

Price : **225.00 (U.S. $13.00)**

1997

تقسیم کار

(۱) انجمن ترقی اُردو (ہند)
راؤز ایوینیو، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

(۲) عاکف بکڈپو، ۴۳۷، مٹیا محل
دلّی ۱۱۰۰۰۶

(۳) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اُردو بازار دہلی ۱۱۰۰۰۶

(۴) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۳۱۰۸،
گلی عزیزالدین، وکیل کوچہ پنڈت
لال کنواں۔ دلی ۱۱۰۰۰۶

انتساب

بصد احترام

اپنے

والد صاحب اور والدہ صاحبہ کے نام

فہرست

پیش لفظ	ڈاکٹر خلیق انجم	۹
حرفِ آغاز		۱۱
مقدمہ		۱۵
پروفیسر جگن ناتھ آزاد		۸۱
پروفیسر گیان چند جین		۹۷
پروفیسر مسعود حسین خاں		۱۳۷
پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب		۱۴۳
پروفیسر مختار الدین احمد		۱۴۵
رشید حسن خاں		۲۰۹
پروفیسر عبد المغنی		۲۱۳
پروفیسر نثار احمد فاروقی		۲۱۵
پروفیسر گوپی چند نارنگ		۲۳۵
ڈاکٹر خلیق انجم		۲۵۵
شمس الرحمٰن فاروقی		۲۶۱
پروفیسر مونس رضا		۲۶۳
دل شاہجہاں پوری		۲۶۵
پروفیسر حنیف نقوی		۲۷۱

نصیرالدین ہاشمی ۲۷۵
سلیم تمنّائی ۲۷۹
ڈاکٹر آمنہ خاتون ۲۸۳
ایم۔ جبیب خاں ۲۸۷
سید منظور احمد ۲۸۹
ظفرادیب ۲۹۱
سرور تونسوی ۲۹۷
ہمّت رائے شرما ۲۹۹

پیش لفظ

مالک رام مرحوم اُردو کے ممتاز ترین محقّقوں اور نقّادوں میں تھے۔ انھوں نے غالب پر ایسا اعلادرجے کا کام کیا تھا کہ انھیں غالبیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ انھوں نے کتابیں غالب پر تصنیف یا تالیف کی ہیں۔ مالک رام صاحب نے غالب کے علاوہ مولانا آزاد پر بھی بہت اہم اور بنیادی کام کیا ہے۔ مختلف موضوعات پر ان کی کتابوں کی مجموعی تعداد تقریباً ۲۵ ہے۔

مالک رام صاحب کے اردو ادیبوں اور شاعروں سے بہت گہرے مراسم تھے، جنھیں وہ اکثر خطوط لکھتے رہتے تھے۔ انھوں نے اپنی تحقیق کے سلسلے میں بہت سے محقّقوں اور ادیبوں کو بے شمار خطوط لکھے تھے۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کے اردو آرکائوز میں اردو ادیبوں اور شاعروں وغیرہ کے تقریباً دو لاکھ خطوط جمع ہو چکے ہیں۔ ان ہی میں کچھ خطوط مالک رام کے بھی تھے۔ انجمن ترقی اردو (ہند) کی اسسٹنٹ سکریٹری شمیم جہاں صاحبہ نے فیصلہ کیا کہ وہ مالک رام صاحب کے خطوط مرتّب کر کے شائع کریں گی۔ اس وقت مالک رام صاحب باحیات تھے۔ شمیم صاحبہ نے جب مالک رام صاحب کو اپنے اس ارادے سے آگاہ کیا تو مالک رام صاحب نے ترتیب خطوط کے طریقۂ کار کے بارے میں ان سے بہت سے سوالات کیے۔ جب وہ مطمئن ہو گئے کہ شمیم صاحبہ خطوط کو جدید سائنٹفک اصولوں کے مطابق مرتّب کریں گی تو انھوں نے نہ صرف خوشی کا اظہار کیا بلکہ اس کام کے سلسلے میں بہت اہم مشورے بھی دیے۔ شمیم صاحبہ نے صرف ان ہی خطوط پر اکتفا نہیں کیا، جو انھیں انجمن کے اردو آرکائوز سے ملے تھے بلکہ بعض محقّقوں اور ادیبوں سے مالک رام صاحب کے خطوط براہ راست حاصل کیے۔ اس مجموعہ

میں بیشتر خطوط غیر مطبوعہ ہیں۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں، جو شائع ہو چکے ہیں اور یہ مالک رام صاحب کی مکتوب نگاری اور اردو ادب کے نقطۂ نظر سے بہت اہم ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ شمیم جہاں صاحبہ نے خطوط حاصل کر کے کاتب کو دے دیے ہوں اور پھر کتاب چھپنے کے لیے پریس بھیج دی ہو۔ انھوں نے ان خطوط کی ترتیب میں بڑی محنت، جستجو اور لگن سے کام کیا ہے۔ اس کتاب پر ان کا مقدمہ ایک اہم تحریر ہے، جس کے مطالعہ سے ہمیں مالک رام صاحب کی مکتوب نگاری کے فن پر بھرپور واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

شمیم جہاں صاحبہ نے خطوط کی ترتیب میں سائنٹفک طریقہ اختیار کیا ہے۔ خطوط سے پہلے ان کا مقدمہ ہے اور خطوط میں جن افراد اور واقعات کا ذکر آیا ہے، ان پر حواشی لکھے ہیں۔ خطوط پر حواشی لکھنا آسان کام نہیں ہے۔ کیوں کہ خط دو آدمیوں کے درمیان ایک نجی گفتگو کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں اکثر ایسے لوگوں اور واقعات کا ذکر آجاتا ہے جو غیر معروف ہوتے ہیں یا بعض افراد کا ذکر اس طرح ہوتا ہے کہ پہچاننا مشکل ہے کہ یہ کون صاحب ہیں؟ شمیم جہاں صاحبہ نے بڑی محنت سے ان تمام مشکلات پر قابو پایا ہے اور اب خطوط کا یہ مجموعہ ایک ایسا نمونہ بن گیا ہے، جو ہر لحاظ سے قابلِ تقلید ہے۔

خلیق انجم

حرفِ آغاز

میری خواہش تھی کہ مجموعۂ خطوط مالک رام، مالک رام صاحب کی زندگی میں شائع ہو جائے۔ تاکہ میں انھیں ان کے خطوط کتابی صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرسکوں۔ لیکن حالات کچھ ایسے بنتے گئے کہ باوجود کوشش کے اس کی اشاعت میں اس درجہ تاخیر ہوگئی۔ اگرچہ میں نے اس کام کو مکمل کرنے میں قطعی تساہل سے کام نہیں لیا۔ لیکن جب بھی میں نے اس پر کام شروع کیا، میں شدید جان لیوا بیماری کا شکار ہوگئی۔ بار بار ایسا ہونے پر میرا حوصلہ ٹوٹ سا گیا۔ لہٰذا تین چار سال تک یہ کام التوا میں پڑا رہا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب یہ کتاب اپنی تمام منازل طے کرکے آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کے لیے میں شکر گزار ہوں محترم سید حامد صاحب (سابق صدر انجمن ترقی اردو (ہند) کی کہ انھوں نے مجھے پھر سے کام شروع کرنے کا حوصلہ دیا۔

اپنے مقدمے میں میں نے مالک رام صاحب کی شخصیت کے متعدد پہلوؤں، ان کے علمی و ادبی مشاغل اور ان کے خطوط نویسی کے فن کا بھرپور جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہی ہوں اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کرسکیں گے۔ میری تو یہ ایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔

میں شکر گزار ہوں اپنے دوست احباب کے خلوص اور تعاون کی، بزرگوں کی دعاؤں اور ان کی محبت کی، جس کی ہر انسان کو شدید ضرورت ہوتی ہے، جو ذہنی سکون بخشتی ہے اور انسان مشکل سے مشکل مراحل سے آسانی سے گزر جاتا ہے۔ اس کتاب کی ترتیب و تکمیل کے سلسلے میں مجھے اپنے بزرگوں، دوستوں اور گھر والوں کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔

مالک رام صاحب نے نہ صرف خطوط کی اشاعت کی اجازت دی بلکہ اپنے قیمتی مشوروں سے بھی نوازا۔ خدا ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین! پروفیسر گیان چند جین صاحب، پروفیسر جگن ناتھ آزاد صاحب (صدر انجمن ترقی اردو (ہند)، پروفیسر مختار الدین احمد صاحب میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں ان محترم شخصیات کا شکریہ ادا کر سکوں، جنھوں نے میری درخواست پر نہ صرف خطوط مہیا کیے بلکہ حواشی سے متعلق اہم معلومات بھی فراہم کیں۔

کرنل بشیر حسین زیدی صاحب (مرحوم) اور ڈاکٹر خلیق انجم صاحب جن کی تحریک پر میں نے یہ کام شروع کیا، خاص طور پر شکریے کے مستحق ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں ڈاکٹر خلیق انجم صاحب نے میری ہر ممکن مدد کی خطوط کی فراہمی میں، حواشی لکھنے میں ان کی ذات اور کتاب (خطوطِ غالب) سے میں نے استفادہ کیا۔ ان کی کرم فرمائی کا شکریہ ادا کرنا شاید کافی نہیں ہے۔ یوں لگتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

میں ان تمام حضرات کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں، جن کے خطوط اس مجموعے میں شامل ہیں۔ جناب دل شاہجہاں پوری (مرحوم)، جناب نصیر الدین ہاشمی، جناب رشید حسن خاں، پروفیسر عبد المغنی، پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر نثار احمد فاروقی، پروفیسر مسعود حسین خاں، جناب شمس الرحمٰن فاروقی، جناب حنیف نقوی، ڈاکٹر آمنہ خاتون (مرحومہ)، جناب سید منظور احمد، جناب ہمت رائے شرما، جناب سرور تونسوی (مرحوم)، جناب ظفر ادیب (مرحوم)

ڈاکٹر اسلم پرویز، جناب کمال احمد صدیقی، جناب کاظم علی خاں، جناب ساقی نارنگ، جناب جی۔ ڈی چندن، جناب اخلاق اثر، جناب عقیل احمد (اسسٹینٹ سکریٹری غالب اکیڈمی) میں نے ان تمام حضرات کو اس کام کے سلسلے میں جب بھی زحمت دی ان کا تعاون مجھے ملا۔ میں ان حضرات کی ممنون ہوں۔

ایم۔ حبیب خاں صاحب میرے دفتر کے ساتھی ہیں اور مجھے ایک بھائی کی طرح عزیز ہیں۔ ان کی محبت اور خلوص انمول ہے۔ اس کام کے سلسلے میں علی گڑھ سے متعلق ہر کام کے لیے میں نے ان سے بے دھڑک کہہ دیا اور حبیب صاحب نے بڑے خلوص سے وہ کام انجام دیا۔ میری ضرورت کی کتابیں مہیا کیں۔ مالک رام صاحب کے بارے میں معلومات بھی فراہم کیں۔ میں ان کی بے حد ممنون ہوں۔

کاتب عبدالغنی (مرحوم) جنھوں نے خطوط کے متن کی کتابت کی تھی، اچانک دل کا دورہ پڑنے سے ان کا انتقال ہو گیا۔ خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے، آمین!

کاتب صاحب کے انتقال کے بعد کتابت کے ادھورے کام کو اختر زماں صاحب نے مکمل کیا، اگرچہ ہاتھ بدلنے سے کتابت کی یکسانیت مجروح ہو گئی۔ میں اختر زماں صاحب کی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے نہ صرف کتابت مکمل کی بلکہ مقدمے کا مسودہ بھی ٹائپ کیا۔

انجمن ترقی اردو (ہند) کی لائبریری اور گوشۂ خطوط سے میں نے استفادہ کیا۔ مالک رام صاحب کے کئی اہم خطوط انجمن کے خطوط سیکشن سے دستیاب ہوئے۔ جن دو رسائل سے مالک رام صاحب کے مطبوعہ خطوط حاصل کیے گئے ان میں ایک "نقوش" (لاہور) کا مکاتیب نمبر اور ایک ایسا رسالہ جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا، کیوں کہ نہ تو اس کا سرورق تھا اور نہ ہی کہیں اور جگہ اس کا نام تحریر تھا۔ "نقوش" کے مکاتیب نمبر سے پروفیسر مختارالدین احمد، حضرت دل شاہجہاں پوری اور جناب نصیرالدین ہاشمی کے نام خطوط کے عکس حاصل کیے گئے۔ گمنام رسالے سے ڈاکٹر آمنہ خاتون کے نام مالک رام صاحب کے خطوط کے عکس دستیاب ہوئے۔ میں ان دونوں رسائل کے اڈیٹر صاحبان کی ممنون ہوں کہ ان کے رسالے سے مجھے استفادہ کا موقع ملا۔ میں اپنے دفتر کے ساتھیوں کی شکر گزار ہوں، جنھوں نے کسی نہ کسی انداز میں مجھے اپنا تعاون دیا۔ چڈھا صاحب نے خطوط کے متن کے انگریزی الفاظ الیکٹرانک ٹائپ مشین پر ٹائپ کیے، ان کی مدد سے یہ کام بہت آسان ہو گیا، میں ان کی بے حد شکر گزار ہوں۔

آخر میں، میں اپنے مرحوم والدین کو ہدیہ عقیدت پیش کرتی ہوں، جن کی بھولی بسری یادیں میرا سرمایۂ حیات ہیں۔ بے لوث محبت اور دعائیں میری طاقت اور ان کی ہدایت میری روشنی ہے۔ خدا انھیں اپنے جوارِ رحمت میں اعلا مقام عطا فرمائے، آمین!

پیار کرنے والے بہن بھائی واقعی بڑی نعمت ہیں۔ میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے اس انمول نعمت سے نوازا۔ اپنے بہن بھائیوں کا شکریہ ادا کرنا بے معنی سا لگتا ہے، کیوں کہ بے لوث محبتیں احسانوں اور شکرانوں سے بے نیاز ہوتی ہیں۔ میری سب سے بڑی بہن سلطان جہاں (بی آپا)، جن کا والہانہ پیار اور دعائیں ہر وقت میرے ساتھ ہیں۔ میرے بڑے بھائی احمد سعید

(بھائی جان)، جو ایک مثالی شخصیت ہیں، جن کی محبت، شفقت، لگن اور محنت کی بدولت ہی میں نے قلم پکڑنا سیکھا ہے۔ مجھ سے بڑی بہن امیر جہاں، میری بہن ہی نہیں میری دوست بھی ہیں۔ ہر معاملے میں میری معاون و مددگار، جنھوں نے گھر کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھال کر مجھے کام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ میری چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کو وہ مجھ سے بہتر جانتی ہیں اور پورا کرتی ہیں۔ میرے چھوٹے بھائی آصف جاہ ایک سپاہی کی طرح ہر اپنے پرائے کی مدد کو ہر دم تیار۔ میری بھابی طلعت سعید جنھوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی، میرے دونوں بھائیوں کے بچے حماد سعید، ہما سعید، شاذی جاہ، عمران جاہ ان کی معصوم بے غرض محبت نے مجھے ایسی ذہنی آسودگی بخشی کہ میں زندگی کی تھکن اور تلخیوں کو پی گئی میرے یہ بہن بھائی میری زندگی ہیں، جن کے پیار کی خوشبو سے میری زندگی مہک رہی ہے۔ میں ہر لمحہ ان کی صحت و سلامتی کے لیے دعا گو ہوں۔

کرم کردی الٰہی زندہ باشی

شمیم جہاں

مقدمہ

۱۹۸۷ء میں جب محترم کرنل بشیر حسین زیدی (مرحوم) مالک رام صاحب پر مضامین کا مجموعہ "مالک نامہ" مرتب کر رہے تھے (یہ مجموعہ کتابی صورت میں جشنِ مالک رام کمیٹی کے زیر اہتمام شائع ہوا)، تو انھوں نے مجھے بھی حکم دیا کہ مالک رام صاحب کی شخصیت یا ان کی ادبی خدمات پر میں بھی ایک مقالہ پیش کروں۔ میرے لیے یہ بات باعثِ مسرت تھی کہ ہند و پاک کی مقبول شخصیت، ممتاز ادیب، محقق، ماہرِ غالبیات اور اپنے کرم فرما بزرگ مالک رام صاحب کی ادبی خدمات یا ان کی شخصیت کے کسی پہلو پر کچھ لکھنے کی سعادت حاصل کروں۔

مالک رام صاحب پر لکھنے کے لیے موضوعات کی کمی نہ تھی۔ لیکن موضوع کے انتخاب میں مجھے کافی سوچنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے نئے اور اچھوتے موضوع کی تلاش تھی۔ میں اسی شش و پنج میں تھی کہ مجھے خیال آیا کہ ڈاکٹر خلیق انجم نے انجمن ترقی اردو (ہند) کی لائبریری کے گوشۂ خطوط میں اردو ادیبوں، محققوں، نقادوں اور شعرا حضرات کے خطوط کا جو ذخیرہ بڑی تعداد میں جمع کر رکھا ہے، کیوں نہ اس سے استفادہ کیا جائے۔ میں نے گوشۂ خطوط سے مالک رام صاحب کے خطوط حاصل کیے اور یہی خطوط میرے مقالے کا موضوع بن گئے۔ عنوان قرار پایا "مالک رام مکتوب نگار کی حیثیت سے" اگرچہ خطوط کی تعداد بہت کم تھی، لیکن جتنے بھی دستیاب ہو سکے میں نے انھیں مرتب کر کے ان پر ایک

مقدمہ لکھ کر مقالہ زیدی صاحب مرحوم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ زیدی صاحب مرحوم نے مقالہ بہت پسند فرمایا اور میری بہت حوصلہ افزائی کی۔

خطوط کے مطالعہ کے دوران مجھے ان خطوط کی غیر معمولی علمی، ادبی اور تحقیقی اہمیت کا اندازہ ہوا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ مالک رام صاحب کے مزید خطوط حاصل کر کے کتابی صورت میں مرتّب کروں گی۔

اس کا تذکرہ میں نے زیدی صاحب مرحوم اور ڈاکٹر خلیق انجم صاحب سے کیا۔ انھوں نے نہ صرف مجھ سے اتّفاق کیا بلکہ انھیں بھی یہ خیال بہت پسند آیا۔ دونوں نے مجھے اس سلسلے میں چند قیمتی مشوروں سے نوازا جس سے میرا حوصلہ بڑھا اور ارادے میں استحکام پیدا ہوگیا۔ اب مسئلہ درپیش تھا خطوط کی اشاعت کے سلسلے میں مالک رام صاحب سے اجازت حاصل کرنے کا۔ ڈر تھا کہ وہ انکار نہ کر دیں۔ بہر حال ایک دن ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کچھ پس وپیش کے بعد انھوں نے اجازت دے دی۔

جیسا کہ میں عرض کر چکی ہوں انجمن ترقّی اردو کے گوشۂ خطوط میں مالک رام صاحب کے خطوط کی تعداد ناکافی تھی۔ لہٰذا میں نے اس سلسلے میں بہت سے ادیبوں، شاعروں اور مالک رام صاحب کے حلقۂ احباب کے بیشتر حضرات کو خطوط لکھے۔ زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جنھوں نے جواب دینا بھی گوارا نہ کیا، لیکن جن حضرات نے کرم فرمایا اور میرے ارادے کو حوصلہ بخشا ان میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد، پروفیسر گیان چند جین، پروفیسر نثار احمد فاروقی، پروفیسر گوپی چند نارنگ، جناب ہمت رائے شرما، جناب سرور تونسوی (مرحوم)، پروفیسر مسعود حسین خاں، پروفیسر عبد المغنی، محترم رشید حسن خاں، جناب شمس الرحمٰن فاروقی، پروفیسر مختار الدین احمد، ڈاکٹر خلیق انجم، جناب حنیف نقوی، جناب سید منظور احمد، جناب ایم۔ حبیب خاں قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات نے نہ صرف میرے خطوط کے جوابات دیئے بلکہ مالک رام صاحب کے خطوط جو اُن کے پاس محفوظ تھے عنایت فرمائے۔

خطوط کی تعداد چوں کہ اب بھی کم تھی، لہٰذا میں نے رسائل چھاننے شروع کیے اور خُدا کا شکر ہے کہ مجھے اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اپنے کرم فرما ڈاکٹر خلیق انجم کی نشاندہی پر میں نے "نقوش" کا مکاتیب نمبر دیکھا۔ اس نمبر سے میں نے جناب دل شاہجہاپنوری، جناب نصیرالدین ہاشمی، اور پروفیسر مختار الدین احمد کے خطوط کے عکس حاصل کیے اور انتہائی جوش و خروش کے ساتھ کام شروع کیا۔ خطوط کی نقلیں تیار کیں حواشی لکھنے شروع کیے تو اندازہ ہوا کہ مالک رام صاحب کے خطوط میں ایسی علمی بحثیں اور تحقیقی نکات ہیں جو خود تحقیق طلب ہیں، لہٰذا اس کے لیے مالک رام صاحب ہی کا سہارا لینا پڑا۔ خطوط کے مطالعے کے دوران جہاں کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی اور آگے بڑھنے کے لیے جس کی وضاحت ضروری ہوتی میں وہاں نشان لگا دیتی اور اس طرح ایک سوال نامہ تیار کر کے مالک رام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر وضاحت طلب باتوں کی تفصیلات دریافت کرتی۔ مالک رام صاحب (مرحوم) بڑی محبّت اور شفقت سے پیش آتے، شوق اور دلچسپی سے میرے سوالات کے جواب دیتے۔ ابھی میں نے چند خطوط کے حواشی ہی لکھے تھے کہ مجھ پر بیماری کا سخت حملہ ہوا۔ تقریباً ڈیڑھ مہینے اسپتال میں رہنا پڑا۔ آپریشن ہوا اور اس طرح یہ کام سات آٹھ مہینے کے لیے ملتوی ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ میں مالک رام صاحب کے خطوط کے ادبی، علمی اور تحقیقی گوشوں کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کراؤں، ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔

زندگی یوں تو بہت خوب صورت شے ہے۔ لیکن یہ بہت سخت گیر اور ظالم بھی ہے۔ جب انسان اِسے پیار کرتا ہے تو یہ اپنا دامن سمیٹ لیتی ہے اور جب کنارا کرنا چاہتا ہے تو یہ گلے لگا لیتی ہے، یعنی یہ بہت کم لوگوں پر مہربان ہوتی ہے۔ لیکن مالک رام صاحب بہت خوش نصیب انسان تھے۔ زندگی نے انھیں بہت پیار دیا۔

مجھے تقریباً بیس سال تک مالک رام صاحب کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ انھوں نے مکمل اور بھرپور زندگی جی۔ غیر معمولی شہرت حاصل کی، سماج میں ایک خاص

مقام بنایا، عزت واحترام ملا۔ انھیں عزیزواقارب، دوست احباب کا اتنا پیار ملا کہ زندگی کی تلخیوں کو فراموش کر کے وہ علمی اور ادبی کاموں کے لیے وقف ہو گئے۔

رہا دوستی دشمنی اور مخالفت کا سلسلہ تو اس کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ ان نصیب والوں کو حاصل ہوتی ہے جو کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوتے ہیں اور اپنے مقاصد کی بلندیوں کو چھوتے ہیں۔ مخالفت سے وہی لوگ خائف رہتے ہیں جنھیں اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا، جو اس حقیقت سے واقف ہیں کہ انسان کی کامیابی، ترقی اور شہرت ہی اس کے مخالفوں کو جنم دیتی ہے وہ لوگوں کے مخالفانہ رویے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہی رویّہ مالک رام صاحب کا تھا۔ نہ تو وہ کبھی مخالفت سے خائف نظر آئے اور نہ ہی مخالفین کے شاکی۔ ان کے دوستوں نے بھی ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور ایسے لوگوں نے بھی لکھا جو اپنے دل میں ان کے لیے مخالفانہ جذبہ رکھتے تھے، لیکن مالک رام صاحب نے کبھی بھی مخالفت برائے مخالفت کے جذبے سے کسی کے لیے کچھ نہیں لکھا۔

پروفیسر گیان چند جین کے نام ایک خط مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۲ء میں مالک رام صاحب نے ایک ایسی کانٹے کی بات لکھی ہے جو ان کے نہایت وسیع النظر اور مدبر ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ لکھتے ہیں:

> "اب رہا افترا پردازیوں کا سلسلہ؟ اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ دنیا میں حاسد ہونے سے محسود ہونا بہتر ہے۔ میں نے تو کبھی یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش نہیں کی کہ اس پورے کارنیک کی تہ میں کن اصحاب کا ہاتھ ہے۔ بہر حال سب خوش رہیں! آپ بھی اس کا خیال نہ کیجیے۔ عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔"

ذاتی عناد یا ادبی شکر رنجی کی وجہ سے بہت لوگوں نے مالک رام صاحب کے خلاف لکھا لیکن انھوں نے کبھی کسی بات کا اثر نہ لیا۔ ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے۔ کسی صاحب نے مالک رام صاحب کے خلاف کچھ لکھا جو پروفیسر گیان چند جین صاحب کو ناگوار گزرا۔ انھوں نے اس کا ذکر مالک رام صاحب کے نام ایک خط میں کیا۔ مالک رام

صاحب نے اس کا جواب ایک خط مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۶۹ء میں گیان چند جین صاحب کو دیا۔ لکھتے ہیں:

"آپ ناحق پریشان ہو رہے ہیں اور اس کا باعث یہ ہے کہ آپ میری افتاد سے زیادہ واقف نہیں۔ میں کسی کے مخالف لکھنے سے بالکل بے نیاز ہوں۔ قلم اور روشنائی اور سپید کاغذ ہر جگہ ملتے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے ہر رطب و یابس چھاپنے والے رسائل و جرائد بھی۔ جس کا جو جی چاہے لکھے اور چھپوائے۔ لیکن ہم کیوں اپنا وقت ضائع کریں!

آپ نے لکھا تھا، اس وقت بھی حاشا و کلّا آپ سے متعلق میرے دل میں کوئی غبار نہیں تھا اور باور فرمایئے کہ اب بھی نہیں۔"

خطوط کے سلسلے میں میں نے مالک رام صاحب کے ساتھ کافی وقت گزارا، ادب میں ان کی قد آور شخصیت اور مقام سے تو سب واقف ہیں لیکن ان کی قربت میں رہ کر ان کی شخصیت کے کچھ ایسے مخفی پہلو بھی سامنے آئے جنھیں ایک سرسری نظر میں نہ دیکھا جاسکتا ہے اور نہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انھیں صرف وہی نظر دیکھ سکتی ہے جس کے سامنے اس شخصیت کو پوری طرح سمجھنے کا مقصد ہو اور وہ مقصد میرے سامنے تھا۔ خطوط تو صرف ایک بہانہ تھے چند سوالات میں ان سے کرتی اور وہ منٹوں میں اُن کا جواب مجھے دے دیتے۔ اصل مقصد تو ان پر کچھ لکھنے سے پہلے ان کی شخصیت کو پڑھنا اور سمجھنا تھا اور اس کا موقع وہ مجھے خود بھی اس طرح فراہم کرتے کہ باتوں کا سلسلہ شروع کرتے تو انھیں وقت کا اندازہ ہی نہ ہوتا۔ میں ان کی ایک ایک بات غور سے سنتی، معمولی سے معمولی حرکت کو اپنے مقصد کے تحت دیکھتی اور میں نے محسوس کیا کہ مالک رام صاحب جو بظاہر ترش رو ہیں اور جن کے لب و لہجے میں خاصی کڑواہٹ گھلی ہوتی ہے جسے سب لوگ محسوس بھی کرتے تھے، لیکن اپنوں اور غیروں کے لیے، دوستوں اور دشمنوں کے لیے، چھوٹوں بڑوں اور غریبوں کے لیے ان کے جذبات کتنے پُرخلوص تھے اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس نے ذرا بھی ان کو سمجھنے کی کوشش کی ہو۔

مالک رام صاحب انتہائی مہذب اور وضع دار انسان تھے۔ ہند ایرانی تہذیب کا جیتا جاگتا نمونہ، حد درجہ مہمان نواز، ان کے گھر پر آنے جانے والوں کا سلسلہ لگا رہتا۔ ملاقاتیوں میں ان کے دوست احباب بھی ہوتے اور ایسے لوگ بھی جو صرف اپنے کام سے مالک رام صاحب کے پاس آتے لیکن وہ ہر ایک سے یکساں طور پر خندہ پیشانی اور گرم جوشی سے ملتے۔ مالک رام صاحب کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اپنے چھوٹوں سے بھی اسی طرح عزت و احترام سے پیش آتے جیسے اپنے ہم عمر لوگوں سے اور انھیں اپنے بڑے ہونے کا احساس ہونے لگتا۔ بلکہ نوجوان ادیبوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کرنے میں وہ پیش پیش رہتے تھے۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے تھے کہ علم و ادب کے معاملے میں عمر کا فرق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ بات ان کی وسیع النظری اور کشادہ ذہنی پر دلالت کرتی ہے۔ مالک رام صاحب بہت صاف گو انسان تھے جو بات ان کا ذہن قبول نہ کرتا اُسے سیدھے سادے انداز میں بے لاگ کہہ دیتے۔ بعض لوگ جو اُن کے مزاج سے واقف نہیں تھے ان کی صاف گوئی اور خشک اندازِ تخاطب سے رنجیدہ خاطر ہو جاتے تھے۔ مالک رام صاحب کی صاف گوئی کا ایک نمونہ ملاحظہ کیجیے۔ ایک مضمون کے سلسلے میں نثار احمد فاروقی صاحب کو لکھتے ہیں۔

”نقوش میں آپ کا مضمون دیکھا تھا۔ یہ بات پسند آئی کہ آپ نے اس سلسلے میں تمام اہم چیزوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن آپ کا اسلوبِ تحریر پسند نہیں آیا، بات یہ ہے کہ میں بعض باتوں کو کسی عنوان پسند نہیں کرتا۔ ممکن ہے یہ میری غلطی ہو، یا کم نظری لیکن ان باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص تنقیدی مضامین میں افسانوی یا رومانوی زبان استعمال کرے۔ جہاں تہاں دوسروں کی عبارتوں کے ٹکڑے یا مصرعے لکھتے جانا، خاص طور پر تنقیدی مضامین میں مجھے پسند نہیں۔ اس سے غالباً عبارت رنگین تو ہو جاتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ مضمون لکھنے والے نے ان مصنّفوں اور شاعروں کی تحریریں دیکھی اور مطالعہ کی ہیں۔

لیکن اس سے مضمون کی سنجیدگی مجروح ہو جاتی ہے۔ آخر یہ کیا ضرور ہے
کہ آپ محمد حسین آزاد، ابوالکلام آزاد یا خواجہ احمد فاروقی بننے کی کوشش
کریں۔ آپ نثار احمد فاروقی ہی کیوں نہ بنیں۔"

ڈاکٹر گیان چند جین صاحب کا ایک مضمون 'کربل کتھا' سے متعلق 'نقوش' میں چھپا تھا۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے اس مضمون میں پہلی بار یہ انکشاف کیا کہ کربل کتھا کا نسخہ مختار الدین احمد صاحب برلن سے دریافت کر کے لائے تھے، لیکن پہلے ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے چھاپ دیا۔ دلی یونیورسٹی کا ۱۹۶۱ء کا اڈیشن چھپا تو ضرور، لیکن بازار میں نہیں آیا۔ چوں کہ اس میں بارہ[۱۲] کے بجائے دس مجلسیں تھیں۔ مالک رام صاحب اور مختار الدین احمد صاحب کا مُرتّبہ اڈیشن ۱۹۶۵ء میں چھپ کر بازار میں آیا۔ اس پر مالک رام صاحب لکھتے ہیں۔

"اس دوران "نقوش" میں آپ کا مضمون کربل کتھا نظر سے گزرا۔ بس اتنی
ہی جرأت تھی؟ کیا طباعت اور اشاعت میں کوئی فرق نہیں؟ کیا ۲۲-۲۳
اور ۲۲ میں کوئی فرق نہیں؟ کیا مغربی یوپی میں جو زبان بقول آپ کے
بولی جاتی ہے اس پر پنجابی اثرات کوئی نہیں؟ آپ غلط باتیں کیوں کرتے
ہیں۔"

مالک رام صاحب کی صاف گوئی کا ایک اور نمونہ ملاحظہ کیجیے۔ پروفیسر گیان چند جین نے سہ ماہی "تحریر" کے لیے مالک رام صاحب کو ایک مضمون لکھ کر بھیجا جس میں (یائے اضافت پر ہمزہ لکھا تھا۔ مالک رام صاحب نے سخت لہجے میں اس پر اعتراض کیا۔ لکھتے ہیں:

" مجھے تعجب ہوتا ہے کہ آپ اتنے دن سے 'تحریر' دیکھ رہے ہیں؛
اس کے اسلوب املا سے بھی ناواقف نہیں، اس کے باوجود آپ کو آج
تک یہ محسوس نہیں ہوا کہ ہمزہ اور یائے کے استعمال کے کون کون سے
مقامات ہیں اور ہنوز غلط املا کی تقلید کرتے ہیں۔ "چو کفر از کعبہ برخیزد
کجا ماند مسلمانی"۔"

لیکن ڈاکٹر گیان چند جین اس سے متفق نہیں تھے۔ انھوں نے جھلا کر ایک طویل مضمون 'یائے اضافت اور ہمزہ' پر لکھ ڈالا، جو ان کے مجموعہ' حقائق' میں شامل ہے۔ ان کا مسلک ہے کہ یائے اضافت پر ہمزہ ضرور لکھا جائے۔

مالک رام صاحب نے نہ کبھی اپنی بزرگی کا فائدہ اٹھایا نہ علم اور مرتبے کا۔ ان کا اپنا ایک مخصوص مزاج اور انداز تھا۔ سب کے دکھ درد میں شریک رہنا اور ممکن حد تک لوگوں کے کام آنا۔ میں بذاتِ خود اس کا تجربہ کر چکی ہوں۔ ہوا یوں کہ اسلامک اسٹڈیز تغلق آباد کی لائبریری میں ایک جگہ نکلی۔ میرے ایک عزیز بھی اس جگہ کے لیے امیدوار تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپ کا وہاں کوئی تعلق ہو تو میرا کام ہو جائے گا۔ بہت سوچنے کے بعد مجھے مالک رام صاحب کا خیال آیا۔ میں فوراً ان کے پاس پہنچی اور اپنے آنے کا مقصد انھیں بتایا۔

مالک رام صاحب کی عادت تھی کہ وہ کسی کام کے کرنے کا نہ تو ایک دم اقرار کرتے تھے اور نہ ہی انکار۔ بالکل خاموش سر جھکا کر ناک پر انگلی رکھ کر حالات پر غور کرتے تھے۔ انھوں نے وہی کیا۔ جب وہ مراقبے سے باہر نکلے تو فرمایا۔ میں پوری کوشش کروں گا۔ ہونا نہ ہونا خدا کے ہاتھ میں ہے۔

تقریباً پندرہ دن بعد میرے عزیز نے آکر بتایا کہ ان کا تقرر ان کی مطلوبہ جگہ پر ہو گیا ہے۔ میں نے جا کر مالک رام صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ فرمانے لگے "نہیں بھئی یہ رسمی باتیں ہیں اور میں رسموں کا قائل نہیں۔ شکریے کی ضرورت نہیں۔ یہ کون سا بڑا کام کیا ہے میں نے۔ اگر میرے کسی فعل سے کسی کا بھلا ہوتا ہے تو میرا کیا جاتا ہے، اس میں۔"

یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ میں مالک رام صاحب کے دوسروں کی خدمت کے بے لوث اور پرخلوص جذبے سے بے حد متاثر ہوئی۔ ایسا ہی تجربہ ان کے حسنِ اخلاق اور انسان دوستی کا مجھے ایک اور ہوا۔

میری بڑی بہن جو کراچی میں رہتی ہیں ہندوستان آئی ہوئی تھیں۔ کئی برسوں

سے ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی جس کا انھوں نے کراچی میں بہت علاج کرایا لیکن بہت زیادہ فائدہ نہیں ہوا۔ وہ ہندوستان آئیں تو ہم نے سوچا کہ یہاں بھی کسی اچھے آئی اسپیشلسٹ کو دکھالیں۔ کسی صاحب نے بتایا کہ جو ڈاکٹر مالک رام صاحب کی آنکھوں کا علاج کر رہا ہے وہ مانا ہوا آئی اسپیشلسٹ ہے لیکن اس سے اپائنٹمنٹ مشکل سے ملتا ہے اور اگر مل بھی گیا تو تقریباً ڈیڑھ دو مہینے بعد کی تاریخ مل سکے گی۔ ہمیں جلدی اس لیے تھی کہ بہن کے جانے کی تاریخ قریب آرہی تھی۔ میں نے پھر مالک رام صاحب کو زحمت دی۔ مختصر یہ کہ مالک رام صاحب خود تشریف لے گئے اور چیک اپ کے لیے چار دن بعد کی تاریخ حاصل کرلی۔ ایک بات عرض کردوں کہ میرے دل میں مالک رام صاحب کے اس رویے اور جذبے کی قدر اور بھی اس لیے زیادہ ہے چوں کہ میرے کچھ مہربان دوستوں نے میری طرف سے ان کے دل میں کچھ ایسی غلط فہمیاں پیدا کردی تھیں جن کی وجہ سے وہ مجھ سے خوش نہیں تھے۔ اس کے باوجود جب بھی میں نے انھیں زحمت دی، انھوں نے مجھے مایوس نہیں کیا۔ آج مالک رام صاحب ہمارے درمیان نہیں ہیں، لیکن ان کی یاد آج بھی ان کے حسنِ اخلاق، انسان دوستی، محبت، خلوص اور ان کے اوصافِ حسنہ کی وجہ سے ہمارے دلوں میں محفوظ ہے۔

اِسے خوبی سے تعبیر کیجیے یا خرابی سے مالک رام صاحب نے اپنے دوست احباب کے سلسلے میں کبھی محتاط رویّہ نہیں اپنایا۔ ان کا مزاج تھا کہ وہ دوستوں یا جو شخص بھی ان کے زیادہ قریب ہوتا اس کی بات پر اپنے کان، آنکھ اور دماغ بند کرکے بھروسہ کرلیتے اور وہ جو کچھ بیان کرتا اس کو مِن وَعَن تسلیم کرلیتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں ہم اس خصوصیت کو کان کا کچّا ہونا کہہ سکتے ہیں۔ مالک رام صاحب ایک مُستند محقّق تھے اور اس حقیقت کو ساری اُردو دنیا تسلیم کرتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ عام زندگی اور روزمرّہ کے معاملات اور انسانی رشتوں کے مسائل کے سلسلے میں بھی ایک محقّق کا رویّہ محققانہ ہی ہونا چاہیے۔ معاملہ ادب کا ہو یا سماجی اور

انسانی رشتوں کے مسائل کا، ایک محققانہ مزاج جب تک صداقت معلوم نہیں کرلیتا، کوئی رائے قائم نہیں کرتا۔ عام معاملات میں مالک رام صاحب کے اس رویے پر مجھے حیرت ضرور ہے کیوں کہ ایک ایسا محقّق جو ادبی تحقیق کے سلسلے میں صداقت معلوم کرنے کے لیے ہزار صعوبتیں جھیلتا ہے۔ سمندر کی تہ سے موتی نکالتا ہے۔ وہ روزمرّہ کے معاملات میں ایک عام آدمی پر بھروسہ کیسے کرلیتا ہے۔ خیر بقول مالک رام صاحب یہ تو سخن گسترانہ باتیں تھیں، لیکن ان کی اس کمزوری کا کچھ مفاد پرست لوگوں نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ غلط فہمیاں پیدا کیں جس سے کچھ لوگوں کی دل آزاری ہوئی، کچھ کو نقصان پہنچا۔ افسوس کہ میں بھی نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوں۔ لیکن ان کی اس انسانی کمزوری سے ان کی خوبیاں ماند نہیں پڑجاتیں۔ نہ ہی ان کی شخصیت کی عظمت پر حرف آتا ہے۔ انسان کتنے ہی اوصافِ حمیدہ کا مالک ہو، وہ پھر انسان ہے اور خرابی انسانیت کا لازمی حصّہ ہے ورنہ وہ فرشتہ نہ ہوجائے اور انسان کا مقام یقیناً فرشتوں سے اعلا و ارفع ہے۔

بہر حال خیر یہ تو یادوں کے سلسلے کی ایک کڑی تھی اور یادوں کا سلسلہ جب شروع ہوتا ہے تو ذہن کے کسی گوشے سے کوئی تلخ یاد بھی اُبھر آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مالک رام صاحب جیسی مخلص اور انسان دوست ہستیاں اب بہت کم ہیں۔ میں اسے اپنی خوش بختی کہوں گی کہ مجھے بھی اردو ادب کی اس مایہ ناز شخصیت سے قربت حاصل رہی۔

۱۹۷۶ء میں پہلی بار میں نے مالک رام صاحب کو انجمن ترقی اُردو (ہند) کے دفتر (اردو گھر) میں دیکھا۔ اگر ان کی تصویر کشی کی جائے تو تصویر کچھ یوں بنتی ہے۔ درمیانہ قد، چھریرا بدن، لمبا چہرہ اور چہرے پر اس درجہ سنجیدگی طاری کہ یہ لگتا کہ موڈ خراب ہے یا کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ رنگ سُرخی کی طرف مائل، نقوش کھڑے، سر پر بال شمار کیے جانے کی حد تک کم، کشادہ پیشانی، آنکھوں میں ذہانت اور فکر، پیشانی پر چند لکیریں ان کی عمر اور فکر کی غمّاز موسم کے

اعتبار سے لباس بہت سادہ صاف ستھرا جس سے ان کے مزاج کی نفاست کا اندازہ بخوبی ہو سکتا تھا۔ سردیوں میں کالی شیروانی، گرم بہت چھوٹے پائچوں کا پاجامہ براون پمپ جوتا۔ آنکھوں پر کالے فریم کا چشمہ، ہاتھ میں بید، آخری عمر میں بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے بہت آہستہ آہستہ اور سنبھل کر چلتے تھے۔ سر پر اونچی باڑ کی فر کی ٹوپی۔ اور گلے میں مفلر ضرور ہوتا تھا۔ گرمیوں میں علی گڑھ کٹ سفید پاجامے پر کریم رنگ کی شیروانی اسی رنگ کے کپڑے کی چھوٹی باڑ کی ٹوپی یا کبھی ہلکے براون رنگ کے کپڑے کی ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ میں نے انھیں انگریزی لباس میں کبھی نہیں دیکھا، لیکن ان کی جوانی کی تصویر دیکھ کر پتا چلا کہ اپنی ملازمت کے دوران اور کافی بعد تک بھی پینٹ قمیض اور ٹائی کا استعمال کیا تھا۔

مالک رام صاحب اپنے لباس، وضع قطع، عادات و اطوار، مہذب اندازِ گفتگو، مہمان نوازی، وضعداری، رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے ہند ایرانی تہذیب کا اعلا ترین نمونہ تھے مالک رام صاحب اپنی بزرگی کے باوجود ہر مہمان کو دروازے تک رخصت کرنے آتے۔

مزاجی اعتبار سے مالک رام صاحب کو کم گو کہا جا سکتا ہے۔ بس اتنا ہی بولتے جتنی ضرورت ہوتی۔ بولتے ہوئے ان کا لہجہ نرم اور دھیمہ ہوتا تھا۔ نپے تُلے الفاظ میں ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے۔ اگر بے تکلف دوستوں کی محفل ہے تو ہنسی مذاق بھی کرتے، لطائف بھی سُناتے۔ میں نے کبھی مالک رام صاحب کو قہقہہ لگاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لکھنا اور پڑھنا مالک رام صاحب کی کمزوری تھی۔ زیادہ سے زیادہ وقت وہ مطالعہ کرنے میں گزارتے تھے۔ میں جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی میں نے انھیں اپنے ڈرائینگ روم یا ان کی لائبریری کہہ لیجیے میں چاروں طرف بکھری ہوئی کتابوں کے درمیان پڑھتے یا لکھتے ہوئے پایا۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ مالک رام صاحب خاموش طبیعت تھے، کم ہنستے تھے کم بولتے تھے۔ لیکن مزاح کا پہلو ان کی فطرت میں موجود تھا، جو کبھی کبھی اُبھر آتا تھا۔

ایک مرتبہ مالک رام صاحب انجمن ترقی اُردو (ہند) کی مجلسِ عاملہ کی میٹنگ میں اردو گھر تشریف لائے (اس وقت وہ انجمن ترقی اردو (ہند) کے صدر تھے) میٹنگ کے بعد کھانے کا اہتمام تھا۔ میز پر کھانا لگ چکا تھا۔ صرف چمچے نہیں تھے۔ مجلسِ عاملہ کے تمام اراکین بھی تشریف رکھتے تھے۔ میں یہ دیکھنے کے لیے ہال میں گئی کہ کھانے کی میز پر کسی چیز کی کمی تو نہیں ہے۔ مجھے میز کا جائزہ لیتے ہوئے دیکھا تو مسکرا کر بولے۔ بھئی آپ کے یہاں کیا چمچے نہیں ہوتے۔ انھیں مسکراتے ہوئے دیکھ کر میری بھی ہمت بڑھی اور میں نے فوراً کہا۔ جناب چمچوں کی ضرورت تو بڑے لوگوں کو ہوتی ہے۔ یہ سن کر ذرا زور سے ہنسے اور فرمایا۔ "بہت خوب"۔

بطور ایک انسان مالک رام صاحب کے مسلکِ حیات کی بنیاد انسان دوستی، انکساری اور ملنساری پر تھی اور یہی ان کے ایسے جوہر تھے جن کی وجہ سے انھوں نے ہر اس دل میں اپنا ایک خاص مقام بنا لیا جو ان کے قریب آیا، انھیں جانا اور سمجھا۔

ادب میں مالک رام صاحب کا مقام

مالک رام صاحب علم کے بحرِ بیکراں تھے۔ انھوں نے اردو ادب کے ہر کوچے کی سیر کی۔ تحقیق کی خشک خاردار راہوں سے گزرے، ادب کے صحرا کی خاک چھانی۔ تب کہیں ادب کے نخلستان تک رسائی ہوئی۔

مالک رام صاحب کی علمی و ادبی زندگی کا آغاز صحافت سے ہوا۔ ۱۹۳۰ء میں لاہور میں قیام کے دوران مالک رام صاحب کی ملاقات "نیرنگِ خیال" کے اڈیٹر حکیم محمد حسن سے ہوئی۔ جن کے اصرار پر مالک رام صاحب "نیرنگِ خیال" سے وابستہ ہو گئے۔ اس کے بعد "آریہ گزٹ" لاہور اور پھر ۱۹۳۶ء میں روزنامہ "بھارت ماتا" سے منسلک ہوئے۔ ۱۹۶۷ء میں 'علمی مجلس' کے نام سے دلّی میں ایک ادارہ قائم ہوا۔ جس کا بنیادی مقصد تحقیق کے دائرے کو وسیع کرنا اور فروغ دینا تھا۔ ۱۹۶۷ء میں اسی ادارے نے ایک سہ ماہی رسالہ "تحریر" کے نام سے جاری کیا اور اس کی

ادارت کے لیے مالک رام صاحب کو منتخب کیا گیا۔ مالک رام صاحب کی خصوصی توجہ، محنت اور لگن نے سہ ماہی 'تحریر' کو ادبی وقار اور معیار بخشا۔ ۱۹۷۸ء میں یہ رسالہ کچھ وجوہ سے بند کرنا پڑا۔ لیکن ان بارہ سالوں میں 'تحریر' میں جن ممتاز اور نامور ادیبوں، محققوں اور نقّادوں کے مضامین چھپے ان سے اردو تحقیق کا معیار بلند ہوا۔

ادب میں مالک رام صاحب کی فکر کی پرواز کسی مخصوص دائرے میں محصور یا محدود نہیں رہی۔ اگرچہ تحقیق اور وہ بھی غالب پر تحقیق کا اختصاص حاصل رہا۔ لیکن اس کے علاوہ تاریخ اور اسلامیات جیسے اہم موضوعات پر بھی انھوں نے قلم اٹھایا اور اس کا حق ادا کیا۔ 'ذکرِ غالب'، 'تلامذۂ غالب'، 'فسانۂ غالب'، 'اسلامیات'، 'اسلامی تعلیم اور عورت' اور دوسری اہم تصانیف تحقیقی کارناموں کی صورت میں منظرِ عام پر آئیں اور تنقید کی کسوٹی پر کھری اتریں، ناقدین نے انھیں اسلام شناس اور غالب شناس، کی حیثیت سے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ ان کی گراں قدر تصنیفات و تالیفات کو ادب میں ایک خاص مقام عطا کیا۔

انیسویں صدی سے زمانۂ حال تک غالب کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ گویا غالب پر کام کا سلسلہ تقریباً سو سال پر محیط ہے۔ ۱۸۹۷ء میں خواجہ الطاف حسین حالی نے "یادگارِ غالب" لکھ کر اس سلسلے کی ابتدا کی۔ ۱۹۳۶ء میں شیخ محمد اکرام کی "غالب نامہ" منظرِ عام پر آئی۔ تحقیقِ غالب کے سلسلے میں اور کئی قابلِ ذکر نام ہیں، جنھوں نے غالب کی زندگی اور فن کے مخفی گوشوں پر روشنی ڈالی۔ غلام رسول مہر، امتیاز علی خاں عرشی، قاضی عبد الودود، سید محی الدین قادری زور، مولوی مہیش پرشاد، عبد الرحمٰن بجنوری، مالک رام اور ڈاکٹر خلیق انجم۔ یہ حضرات سلسلۂ غالبیات کی اہم شخصیات ہیں۔

مالک رام صاحب نے غالبیات میں نئے اور اہم اضافے کیے۔ اسی لیے ان کا نام غالبیات کے ماہروں میں شمار ہوتا ہے۔ لیکن مالک رام صاحب نے صرف تحقیق کے میدان کے ہی معرکے سر نہیں کیے بلکہ جیسا کہ سب جانتے ہیں، انھوں نے اصنافِ ادب کے مختلف موضوعات پر بہت کچھ لکھا اور جسے اہلِ علم اور اہلِ نظر حضرات نے نہ صرف تسلیم کیا بلکہ مستقبل میں ان کے ادبی کارناموں کی افادیت کا اعتراف بھی کیا۔

تذکرہ نگاری، خاکہ نگاری، مرقع نگاری، سوانح نگاری اور وفیات پر مالک رام صاحب کا کام قابلِ قدر اور اردو ادب میں گراں قدر اضافہ ہے۔ تذکرہ نگار کی حیثیت سے مالک رام صاحب "تلامذہ غالب" کے ذریعے متعارف ہوئے۔ اس کا پہلا اڈیشن جو ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ یہ مرزا غالب کے ۱۴۶ شاگردوں کے حالات اور کلام کے ساتھ اس عہد کی تہذیب کی تصویر ہے۔ اس کا دوسرا اڈیشن ۱۹۸۴ء میں چھپا۔ اس میں غالب کے ۱۸۱ شاگردوں کے حالات اور نمونۂ کلام ہے۔

تذکرۂ معاصرین ان کا ایک اور اہم کارنامہ ہے جس کی چار جلدیں ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۲ء تک شائع ہو چکی ہیں۔ ان چاروں جلدوں میں تقریباً ۲۱۹ ادیبوں، شاعروں اور مختلف علوم کے قلم کاروں اور فنکاروں کو شامل کیا گیا ہے۔

مرقع نگاری یا خاکہ نگاری میں بھی مالک رام صاحب کی حیثیت معتبر اور مستند ہے۔ انھوں نے تقریباً ۱۴۔۱۵ خاکے لکھے اور یہ خاکے ان حضرات کے ہیں جن سے مالک رام صاحب کو یا تو ملاقات کا شرف حاصل تھا یا جوان کے تصور میں زندہ تھے۔ یہ خاکے اندازِ نگارش، زبان اور فنی اعتبار سے نہایت معیاری ہیں۔ غالب کا خاکہ اگرچہ تصوراتی ہے۔ لیکن مثالی خاکہ ہے اور خاصّے کی چیز ہے۔ اس خاکے کی خوبی یہ ہے کہ غالب کے عمیق مطالعے سے غالب کی زندگی کے معمولات، عادات، اطوار، کردار، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ان کے رفقا کے حالات اور غالب سے ان کے مراسم، غالب کے زمانے کے اقتصادی، سماجی اور سیاسی مسائل اس عہد کی تہذیب رہن سہن کے جو گہرے نقوش مالک رام صاحب کے ذہن پر مرتب ہوئے، انھیں کی بنیاد پر مالک رام صاحب نے جو مرقع پیش کیا، اس نے قاری کو نہ صرف غالب کے نگار خانے کی سیر کرا دی بلکہ غالب کے عہد میں غالب اور ان کے رفقا کی صحبت میں چند لمحے جینے کا موقع بھی فراہم کر دیا۔ مالک رام صاحب جو اس خاکے میں ایک کردار ہیں تمام جزئیات کو ایک مشّاق فنکار کی طرح اس خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں کہ کہیں محسوس نہیں ہوتا کہ خاکہ نگار اس عہد کا فرد نہیں ہے۔ یہ محض ان کے تخیّل کا کرشمہ ہے۔

مالک رام صاحب کی شخصیت کس قدر ہمہ جہت تھی اور دماغ کمپیوٹر صفت جو چھوٹی

سے چھوٹی معلومات کو بھی محفوظ کر لیتا تھا۔

اردو ادب سے مالک رام صاحب کا رشتہ سمجھ میں آتا ہے۔ کیوں کہ انھیں عمر کی اس منزل میں ایسے ادبی ماحول سے روشناس ہونے کا موقع ملا، جب ذہنوں کی تربیت اور مستقبل کی راہوں کا تعین ہوتا ہے۔ ان کے ادبی ذوق کو پروان چڑھانے میں کچھ اہلِ علم اور اہلِ قلم حضرات کا تعاون انھیں حاصل رہا۔ اسی زمانے میں مالک رام صاحب گجرات (پاکستان) میں ایک ادبی ادارے "بزمِ ادب" سے منسلک ہو گئے، جہاں ادبی محفلیں اور مشاعرے ہفتہ وار ہوا کرتے تھے۔ اس ادبی ماحول نے مالک رام صاحب کو بھی شعر و شاعری کی طرف مائل کیا اور انھوں نے چند غزلیں لکھیں۔ لیکن شعر و شاعری کا سلسلہ زیادہ نہ چل سکا اور ان کا رجحان نثر کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس راہ میں انھیں غلام رسول مہر، عبد المجید سالک، یاس یگانہ چنگیزی اور مولوی مہیش پرشاد جیسی اہلِ علم شخصیات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا۔ انھیں حضرات کی صحبت کا اثر تھا جس نے مالک رام صاحب کو مکتبِ غالب کا طالب علم بنا دیا اور بعد میں ماہرِ غالبیات لیکن اسلامیات میں مالک رام صاحب کی غیر معمولی دلچسپی، ان کا مطالعہ، کام اور مقام قابلِ غور و فکر ہے۔ اور جو ان کی شخصیت کو پیچیدہ اور متنازعہ بناتا ہے۔ مذہبِ اسلام سے اُن کی غیر معمولی دلچسپی کے سلسلے میں ان کی زندگی میں تبصرے اور رائے زنی ہوتی رہی ہے اور ان کی وفات کے بعد بھی لوگ اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر گیان چند جین نے مالک رام صاحب سے کچھ استفسار کیا۔ لہٰذا ۲۳ نومبر ۱۹۷۷ء کے ایک خط میں مالک رام صاحب ان کو لکھتے ہیں۔

> "تعجب ہے کہ اگر کوئی شخص ساری عمر بائیبل پڑھتا رہے تو وہ عیسائی نہیں۔ لیکن اگر وہ تلاوتِ قرآن کرے تو وہ مسلمان ہے۔ میں دونوں بالالتزام پڑھتا ہوں۔"

مالک رام صاحب کے مذہبی عقائد کے بارے میں پروفیسر محمد اسلم (پاکستان) کے مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے جو ماہنامہ "قومی زبان" مالک رام نمبر اپریل ۱۹۹۴ء جلد ۶۶ شمارہ ۴ میں چھپا ہے، لکھتے ہیں:

"مالک رام صاحب کی یہ بڑی خواہش تھی کہ ان کی نعش ہندوؤں کے طریقے
کے مطابق جلانے کے بجائے مسلمانوں کے شعار کے مطابق بستی حضرت نظام الدین
میں دفن کی جائے اور اگر وہاں کسی وجہ سے قبر کے لیے جگہ نہ مل سکے تو پھر
جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے قبرستان میں سپردِ خاک کی جائے۔ انھوں نے
اپنی وفات سے دو تین روز قبل اپنے اہلِ خانہ سے کہا کہ وہ دہلی کے
فلاں فلاں مسلمان علمار کو بُلا لائیں۔ شاید وہ ان کے سامنے اپنی اسی وصیت کا
اظہار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اہلِ خانہ نے ان کی یہ خواہش پوری نہ ہونے
دی۔ ان کا یہ خیال ہوگا کہ کہیں ان عمائدین کے سامنے وہ اسلام لانے
کا اظہار نہ کردیں اور پھر تدفین کے بارے میں وصیت کر جائیں۔ اگر ایسا ہوتا
تو ان کے لواحقین اپنے ہندو رشتہ داروں کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتے
چنانچہ مالک رام صاحب کی خواہش کے برعکس ان کی نعش نئی دہلی کے برقی
قوت سے چلنے والے شمشان میں سپردِ آتش کی گئی۔"

پروفیسر محمد اسلم نے اپنے مضمون میں انتہائی وثوق کے ساتھ مالک رام صاحب کے مسلمان ہونے کی نشاندہی کی ہے اور ان کی اس خواہش کا بھی ذکر کیا ہے کہ مالک رام صاحب نے بستی حضرت نظام الدین کے قبرستان میں دفن ہونے اور آخری وقت میں مسلمان عمائدین کو بُلانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، جو ان کے اہلِ خانہ نے پوری نہیں کی۔ لیکن موصوف نے اپنے بیان کی صداقت میں ایسا کوئی ثبوت یا شہادت پیش نہیں کی اور نہ ہی کوئی حوالہ دیا کہ انھیں یہ تمام معلومات کب اور کیسے حاصل ہوئیں۔ مالک رام صاحب کے مذہبی عقائد کے بارے میں قیاس آرائیاں تو ہوئی ہیں لیکن کوئی بھی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کر سکا۔ ہاں ان کے قریبی لوگوں نے اس بات کی شہادت ضرور دی ہے کہ مالک رام صاحب قبلہ رُخ بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ جائے نماز اور تسبیح بھی رکھتے تھے۔ مالک رام صاحب کے مذہبی عقائد کیا تھے؟ وہ ہندو تھے، مسلمان تھے یا قادیانی، ان کی زندگی کا یہ اہم پہلو پردۂ خفا میں ہے اور تحقیق طلب ہے۔ کیوں کہ

یہ راز تو وہ اپنے ساتھ لے گئے اور اب ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ لیکن یہ موضوع بہر حال زیرِ بحث رہے گا۔ کیوں کہ "زبانِ خلق تو کہنے کو فسانے مانگے"۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کی طرف مالک رام صاحب کے رویّے اور جھکاؤ کو لے کر کئی سوال ذہن میں ابھرتے ہیں۔

۱۔ اسلام میں مالک رام صاحب کی غیر معمولی دلچسپی کے کیا اسباب تھے؟

۲۔ اگر مالک رام صاحب اسلام کے بنیادی اصولوں سے متّفق تھے، جیسا کہ ان کے رویّے سے ظاہر ہے تو انھوں نے اسلام کو اپنا مذہب قرار کیوں نہیں دیا؟

۳۔ اگر وہ دل سے اسلام قبول کر چکے تھے تو اس کا اعلان کیوں نہیں کیا۔ کیا انھیں خاندانی یا سماجی مجبوریوں نے ایسا کرنے سے روکا؟

۴۔ کیا ایک مُدبّر اور پختہ ذہن انسان مذہب کے معاملے میں اتنا کمزور ثابت ہوا کہ اپنے مذہبی نظریات کو عام نہ کر سکا۔

۵۔ اگر مالک رام صاحب نے مذہب کے سلسلے میں کوئی وصیّت کی تھی (جیسا کہ پروفیسر محمد اسلم اور دوسرے حضرات کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے)، تو کسی مسلمان عالم کو اس کا شاہد کیوں نہیں بنایا۔

۶۔ ایک سوال ان کے اہلِ خانہ سے۔

اگر مالک رام صاحب نے مذہب کے سلسلے میں اپنی وصیّت میں کوئی بات نہیں لکھی تھی تو وصیّت کو منظرِ عام پر کیوں نہیں لایا گیا اگر ایسا ہو جاتا تو مالک رام صاحب کے مذہبی عقائد کے بارے میں جو شکوک جنم لے رہے ہیں وہ ختم ہو جاتے۔

اگر ان کے اہلِ خانہ نے سماجی مجبوریوں کی وجہ سے مالک رام صاحب کی اس خواہش کا احترام نہیں کیا تو ان کی روح پر ظلم کیا۔ کیوں کہ یہ معاملہ بندے اور خُدا کا ہے۔

بہر حال مذہب کے معاملے میں مالک رام صاحب کی شخصیت ایک مُعمّہ ہے اور مستقبل کے اسکالر کے لیے ایک سوال۔ اب یہ کام مُحقّقین کا ہے، جس طرح مالک رام صاحب

نے غالب کو چھان کر رکھ دیا ہے آج کے محقّقین کا فرض ہے کہ وہ مالک رام صاحب جیسی ہمہ جہت شخصیت کے مخفی گوشوں سے پردہ اٹھائیں۔ اگر مالک رام صاحب کو ان کے خطوط کے آئینے میں دیکھا جائے تو اپنے قول، فعل، زبان اور عقائد سے سرتا پا مسلم نظر آتے ہیں۔ اگر ان کے نام سے لفظ رام نکال دیا جائے تو اندازہ لگانا مشکل ہے کہ یہ خطوط کسی مالک رام نے لکھے ہیں یا عبدالمالک نے۔

مالک رام صاحب صفِ اوّل کے محقق ہیں۔ ماہرِ غالبیات ہیں اور اس حیثیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ تحقیقِ غالب کے سلسلے میں مالک رام صاحب نے اُردو ادب میں جو نئے گراں قدر اضافے کیے ہیں۔ اس نے انھیں غالب شناسی کی انتہائی بلندی تک پہنچا دیا ہے اور مستقبل میں غالب پر کام کرنے والوں کے لیے نئی راہیں ہموار کی ہیں۔ مالک رام صاحب عشق کی حد تک غالب کے قریب تھے۔ غالب ان کی روح کی گہرائیوں میں اُتر گئے تھے۔ غالب سے پہلی ذہنی اور قلمی ملاقات کے بعد شاید مالک رام صاحب ایک پل کے لیے بھی خیالِ غالب سے جُدا نہیں ہوئے۔

غالب کی تلاش و جستجو ان کا نصب العین تھا۔ غالب کے مطالعے کا سلسلہ مرتے دم تک جاری رہا اور ان کی تحقیق کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

تحقیق انسانی فطرت کا ایک لازمی جز ہے۔ انسان خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہر دم سرگرداں رہتا ہے۔ بچّہ ہوش سنبھالتے ہی تلاش و تحقیق شروع کر دیتا ہے۔ لیکن مالک رام صاحب کی فطرت میں تلاش و جستجو کا جذبہ کچھ زیادہ ہی تھا۔ اسی شوق اور دیوانگی نے انھیں انتہائی نامساعد حالات میں بھی ایسے اہم اور مشکل موضوعات پر کام کرنے کا حوصلہ بخشا، جہاں بڑے بڑے حوصلہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

ملازمت کے سلسلے میں مالک رام صاحب وطن سے ہزاروں میل دور ایسے ماحول میں رہے، جہاں نہ اُردو نہ اردو والے، نہ اردو کتابیں نہ ایسی لائبریری جس سے استفادہ کر سکیں۔ اخبارات و رسائل و جرائد سے جو مواد ملا اُسے نوٹ کر لیا۔ مواد کی فراہمی کا دوسرا ذریعہ خطوط تھے، جو انھوں نے اپنے دوست احباب، ادیبوں، شاعروں

اور ایسے حضرات کو بھی (جن سے اُن کی علیک سلیک بھی نہ تھی) بے شمار خطوط لکھے اور اپنے علمی و تحقیقی کام کو جاری رکھا۔ زندگی کے آخری دنوں میں بھی کتابوں کا مطالعہ اور مواد کی فراہمی کے لیے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ اُس زمانے میں بھی وہ اپنے کرم فرماؤں اور دوستوں سے کتابیں منگاتے رہتے تھے۔

بنیادی طور پر مالک رام صاحب تاریخ کے طالب علم تھے۔ اپنی کتاب "حموربی بابلی تہذیب و تمدّن" کے مقدمے میں انھوں نے یہ انکشاف بھی کیا ہے۔

"میں دراصل تاریخ کا طالب علم ہوں۔ اُردو ادب اور تحقیق کی طرف تو میں یوں کہیے صراطِ مستقیم سے بھٹک کر نکل آیا۔ اردو میں نے اپنے قصبے (پھالیہ) ضلع گجرات (پاکستان) کے ورنیکلر میڈیکل اسکول میں صرف آٹھویں درجے تک پڑھی۔ میں نے ۱۹۳۰ء میں پنجاب یونیورسٹی (گورنمنٹ) کالج لاہور سے ایم۔ اے (تاریخ) کی سند لی۔"

چوں کہ تاریخ کے سوتے تحقیق سے آکر ملتے ہیں، مالک رام صاحب نے جن موضوعات پر لکھا وہ تاریخی نوعیت کے ہیں۔ تذکرہ ہو یا تحقیق، وفیات ہو یا غالبیات ان اصنافِ ادب کے نام جُدا جُدا ہیں۔ ساخت اور انداز جُدا ہیں، لیکن روح ان سب کی ایک ہے۔ مقصد ایک ہے۔ تاریخ بھی زمانۂ مخصوص کے فرمان رواؤں کے حالات، اس عہد کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حقائق پیش کرتی ہے۔ تحقیق، تذکرہ اور وفیات بھی ادیبوں، شاعروں، نقّادوں اور محقّقوں کے سوانح اور ان کے عہد کے حالات بیان کرتی ہے۔

فنکار خواہ محقق ہو، شاعر یا ادیب ہو وہ علم و فن کے کسی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کی کامیابی اور ناکامی کا دار مدار دو چیزوں پر منحصر ہوتا ہے۔ سب سے اہم اور بنیادی چیز اس کی اپنی صلاحیت، دوسرے اس کے معاصرین اور ناقدین۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فلمیں ناظرین کی پسند یا ناپسند پر ہٹ یا فلوپ ہوتی ہیں۔ بالکل اسی طرح فنکار کی فنکارانہ حیثیت کا تعین بھی اس کے ناقدین، معاصرین اور قارئین کی رائے پر منحصر ہوتا ہے۔ بے شمار ایسی مثالیں ہیں کہ صاحبِ طرز، صاحبِ نظر اور صاحبِ علم شعرا، اُدبا اور فنکار اپنے معاصرین اور

ناقدین کی بے اعتنائی اور تعصب کا شکار ہو کر گمنامی کے اندھیروں میں کہیں کھو گئے اور ان کے وقیع کارنامے قارئین کے سامنے نہ آسکے۔

مالک رام صاحب یہاں بھی بازی مار گئے۔ انھوں نے جو کچھ بھی اردو زبان وادب، سوسائٹی اور اپنے دوست احباب کو دیا، انھیں سود کے ساتھ واپس مل گیا۔ ان کے معاصرین، ناقدین اور قارئین نے نہ صرف ان کی خدمات کا اعتراف کیا، بلکہ انھیں وہ عزت واحترام بخشا جو کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

غالب کی طرح مالک رام صاحب یہ شکوہ نہیں کر سکتے۔

میں عندلیب گلشنِ نا آفریدہ ہوں

مالک رام صاحب کے معاصرین اور ناقدین کی نظر میں بحیثیت محقّق، ماہرِ غالبیات اور اسلامیات مالک رام صاحب کا کیا مقام ہے۔ اس کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے۔

پروفیسر آل احمد سرور

"اردو کے محقّقوں میں مالک رام صاحب کئی حیثیتوں سے امتیاز رکھتے ہیں۔ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا ہر پہلو کا غائر مطالعہ کرتے ہیں۔ تمام ضروری مواد مہیّا کرتے ہیں اور نہایت سلجھے ہوئے اور شگفتہ انداز میں یہ مواد پیش کر دیتے ہیں۔ دوسرے انھوں نے غالب پر جو تحقیق کی ہے اس کی وجہ سے غالبیات میں ان کا نہایت بلند مقام ہے۔ "ذکرِ غالب" اور تلامذۂ غالب" کے علاوہ "دیوانِ غالب" کا وہ اڈیشن جو آزاد کتاب گھر سے شائع ہوا، ان کی نظر کی گہرائی اور ذوقِ سلیم دونوں کا غیر فانی نقش ہے۔"

پروفیسر گیان چند جین

"مالک رام صاحب نے غالب سے متعلق پچاس سے بھی زیادہ مضمون لکھے ہیں۔ ان میں سے پندرہ مضامین کا مجموعہ انھوں نے "فسانۂ غالب" کے نام سے ۱۹۷۷ء میں شائع کر دیا ہے۔ یہ سب غالب کی سوانح سے متعلق

ہیں۔ انھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ماہرِ غالبیات کے کیا معنی ہیں۔"

پروفیسر مختار الدین احمد

"جن بزرگوں اور دوستوں نے تحقیق کے میدان میں اہم کارنامے انجام دیئے ہیں، ان میں جناب مالک رام خاصی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ اُردو میں تحقیق کی اہمیت کو واضح کرنے اور نوجوانوں میں ذوقِ تحقیق کو عام کرنے میں مالک رام صاحب کی خدمات فراموش نہیں کی جاسکتیں۔

مالک رام صاحب کی تصنیف "ذکرِ غالب" کئی حیثیتوں سے بڑی اہم ہے۔ اس نے غالب کی زندگی کے مخفی گوشوں کو روشن کیا۔ اُردو میں تحقیق کی روایت کو مستحکم کیا۔"

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

"مالک رام صاحب کی نثر عالمانہ، متین اور سنجیدہ نثر ہے۔ اس میں ہمیں محمد حسین آزاد اور صلاح الدین احمد کی نثر کا اندازِ زیر و بم تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ ان کی نثر میں سمندر کا سکون اور گہرائی ہے۔"

پروفیسر نثار احمد فاروقی۔

"جناب مالک رام جو نصف صدی سے اردو ادب کی خدمت کر رہے ہیں، ممتاز ماہرِ غالبیات ہیں۔ اگر انھوں نے اور کچھ نہ کیا ہوتا اور صرف "ذکرِ غالب" ان کے پاس ہوتی، تب بھی وہ ہماری ادبی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جاتے۔ اس لیے کہ "ذکرِ غالب" سے زیادہ جامع، محیط اور مستند سوانح عمری دوسری نہیں لکھی گئی۔"

پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی

"اس کی مثال مالک رام کے ایک پرانے مضمون "مرزا غالب" حالات و فضائل میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ مضمون فسانۂ غالب میں شامل نہیں ہے۔ اگر میرا مشورہ شامل ہوتا تو میں اسے "فسانۂ غالب" میں سرِ فہرست رکھتا۔ یہ مضمون

ایک فرضی شخصیت کی طرف سے واحد متکلّم کے صیغے میں ہے۔ متکلّم نے غالب
کے چشم دید حالات لکھے ہیں۔ متکلّم کی شخصیت فرضی ہونے کے باوجود غالب
کی شخصیت اور مزاج کی جو تصویر اس مضمون سے بنتی ہے۔ وہ ہزاروں
محقّقوں کی باریک بیانیوں اور باریک بینیوں سے نہیں بنتی۔"

ڈاکٹر خلیق انجم

"مالک رام صاحب کو "تلامذۂ غالب" لکھنے کا خیال اس وقت آیا، جب
وہ بسلسلۂ ملازمت ہندوستان سے باہر تھے۔ ان کا قیام مصر، عراق اور
ترکی میں تھا۔ ان ممالک میں ایسی کسی لائبریری کا تو سوال ہی نہیں تھا، جہاں
سے اس موضوع سے متعلق اُردو یا فارسی میں کتابیں حاصل کی جاسکتیں۔ خود
مالک رام صاحب اپنے ساتھ جو کتابیں لے گئے تھے ان ہی پر اکتفا کرنا پڑا، ان
ممالک میں رہ کر ایسی تحقیقی کتاب لکھنا معجزہ ہے۔"

مولانا ضیاء الدین اصلاحی

"جو کام مسلمان اہلِ علم اور فضلا کے کرنے کا تھا، اسے فاضل مرحوم
مالک رام نے بہت اچھے ڈھنگ اور بڑی خوبی سے انجام دیا ہے، جس کے لیے
تمام مسلمانوں کو ان کا ممنون ہونا چاہیے۔ کتاب اپنے موضوع پر جامع
پُرمغز اور مدلل ہے۔"

پروفیسر گوپی چند نارنگ

"تحقیقی اعتبار سے غالبیات کے سلسلے کا ایک وقیع نام ہے مالک رام کا۔
پچھلی نصف صدی سے جن کا ایک ایک لمحہ غالب کے لیے وقف رہا ہے
اور جن کے لیے غالب اور اُردو ایک ہی حقیقت کے دو رُخ بن گئے ہیں۔
مالک رام تقریباً پچاس کتابوں کے مصنّف، مولّف و مرتب ہیں۔ ان کی
خدمات کا اعتراف صرف یہ کہہ دینے سے نہیں ہو جاتا کہ انھوں نے
"ذکرِ غالب"، "تلامذۂ غالب" یا "فسانۂ غالب" یا غالب کی بعض تصانیف کو

مرتب کیا، یا غالب کے معاصرین، ممدوحین و رفقا پر مضامین قلم بند کیے،
بلکہ یہ کہ غالبیات کی موجودہ عظیم الشان روایت میں ان کا کام اس بنیادی
نوعیت کا ہے کہ اگر اسے الگ کر دیا جائے تو ہمیں اس میں بہت کمی
محسوس ہو گی۔"

ایم۔ حبیب خاں

"مالک رام صاحب بنیادی طور پر محقق اور ماہر غالبیات ہیں۔ انھوں نے
"وہ صورتیں الٰہی" میں جو مرقع لکھے ہیں، وہ یقیناً ان کے شاہکار کہے
جا سکتے ہیں۔ ہر ادیب، شاعر اور عالمِ دین کے حالات اس طرح سے
تحقیق کر کے شگفتہ اور دل نشیں انداز میں پیش کیے ہیں کہ کتاب کا ہر مرقع
زندگی کی تصویر معلوم ہوتا ہے۔"

مولانا اسلم جیراجپوری

"مالک رام صاحب آج سے ۱۵۔۱۴ سال پہلے جب قرول باغ میں
رہتے تھے، مجھ سے ملے۔ اس وقت مجھے یہی اندازہ ہوا کہ ان کو اردو
ادب سے ذوق ہے۔ اب ان کی یہ کتاب دیکھ کر معلوم ہوا کہ ان کو نہ صرف
عربی بلکہ دینِ اسلام کا اچھا خاصا علم ہے اور وہ چوں کہ ادیب ہیں، ان
کی تحریر شگفتہ ہے اور جو کچھ انھوں نے لکھا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لینے
کے بعد لکھا ہے۔ ایسی کتاب اگر کوئی ہندوستانی دستار بند مولوی یا
مصر کے جامعہ ازہر کا فاضل لکھتا تو اس کے لیے موجبِ عزت و نیک نامی
ہوتی۔"

جسٹس ہدایت اللہ

"مالک رام صاحب تاریخ اور تحقیق میں خاص درجہ رکھتے ہیں۔ ہندوستان
کے ادیبوں میں وہ ممتاز ہیں۔ غالب پر انھوں نے اتنا لکھا ہے کہ انھیں
ماہرِ غالبیات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی کتابوں میں "ذکرِ غالب"

"تلامذۂ غالب" اور "فسانۂ غالب" مُستند کتابیں مانی جاتی ہیں۔"

فنِ مکتوب نگاری

فن کار کے فن کے ذریعے اس کی شخصیت، عقائد، کردار، جذبات اور اس کی شخصیت کے بہت سے پہلوؤں کی دھندلی سی تصویر ابھرتی ہے۔ وہ اپنی نجی زندگی کے کئی پہلوؤں کو چھپانے میں کامیاب ہو جاتا ہے، لیکن خطوط وہ ذریعہ ہیں، جس سے فنکار کی شخصیت اور اس کی زندگی کے تمام مخفی گوشوں کی تصویر اس طرح ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے۔ جیسے کیمرہ تصویر اُتار لیتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس کی زندگی کا ہر پہلو ہم بخوبی دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ اس عہد کے سیاسی اور سماجی مسائل، تہذیب و تمدن سے بھی روشناس ہو جاتے ہیں۔

خطوط نویسی کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ کاغذ کی ایجاد سے قبل مکتوبات درخت کے پتوں، چمڑے، مٹی کی لوحوں اور دھات کی پلیٹوں پر لکھے جاتے تھے۔ تمدّنی تاریخ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ خط و کتابت کا رواج قبل از مسیح موجود تھا۔ اس کے علاوہ کچھ مقامات پر کھدائی کے دوران مٹی کی لوحوں پر کندہ خطوط بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ قدیم ترین مطبوعہ خط قرآن پاک سورہ نمل میں نقل ہے۔ ابتدا سے ہی انسان نے ذریعۂ ابلاغ کی ضرورت اور اس کی اہمیت کو محسوس کیا اور وسائل کے مطابق اس میں بتدریج ترقی ہوتی رہی اور اس نے ایک فن کی شکل اختیار کر لی۔ مغربی ایشیا، یونان اور روم میں خطوط نگاری کے فن پر خاص توجہ دی گئی۔ اہل روم نے اِسے باقاعدہ فن کی شکل دی۔ عرب ممالک میں اسلامی حکومتوں کی سرپرستی میں اس فن نے خاطر خواہ ترقی کی۔ دار الانشاء کے نام سے باقاعدہ اس کے محکمے کھولے گئے اور خطوط نویسی کے کچھ اصول وضع کیے گئے۔ اس فن کے اصولوں پر کتابیں لکھی گئیں۔ سیاسی غیر سیاسی اور دیگر اقسام کے خطوط کے اسلوب مقرر کیے گئے۔

ہندوستان میں مغلیہ عہد میں، سیاسی ضرورت کے پیش نظر سرکاری سطح پر مکتوب

نگاری کو فروغ ملا۔ اس فن کو انشا کے نام سے موسوم کیا گیا۔ فنِ خطوط نویسی پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ اس کے علاوہ پیشہ ور خطوط نویس (جنھیں منشی کہا جاتا تھا) کے لکھے ہوئے خطوط کے نمونے مجموعے کی شکل میں سامنے آئے۔ زبدۃ الانشا، مفید الانشا، مجمع الانشا، دستور الانشا، رقعاتِ عالمگیر، انشائے شاہ طاہر الحسینی اور انشائے مادھورام وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

بعض ادبی مورخین کا خیال ہے کہ اُردو میں خطوط نگاری کا سلسلہ غالب کی مکتوب نگاری سے شروع ہوتا ہے، لیکن جدید تحقیق کی بنا پر اس قیاس کو درست تسلیم نہیں کیا گیا۔ چوں کہ تحقیق منجمد نہیں ہوتی جو کسی ایک مرکز پر آکر رُک جائے۔ اس کا سلسلہ ایک سیلِ رواں کی طرح آگے بڑھتا رہتا ہے اور نتیجہ نئے نئے انکشافات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ بعض محققین کا کہنا ہے کہ اُردو مکتوب نگاری کا آغاز خطوط نوابانِ کرناٹک ۱۸۲۲ء سے ہوا۔ لیکن یہ سلسلہ اور پیچھے چلا جاتا ہے کیوں کہ ۱۸۱۰ء کا تحریر کردہ ایک خط کا عکس عبداللطیف اعظمی صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ لیکن چوں کہ مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے بارے میں ابھی پوری تحقیق عمل میں نہیں آئی اس لیے یہ خط شائع نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ شمس بدایونی صاحب نے ''مکاتیبِ شمیم'' کے اپنے مقدمے میں پروفیسر مختار الدین احمد کے حوالے سے اُردو کے ایک اور قدیم خط کا ذکر کیا ہے، جو صحیفہ لاہور، اپریل۔ جون ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا ہے۔

ملاحظہ کیجئے اقتباس

''صحیفہ لاہور اپریل۔ جون ۱۹۸۴ء مکتوب نگار فقیرہ بیگم اور مکتوب الیہ مرزا محمد ظفیر الدین، علی بخت اظفری دہلوی (۱۱۷۲، ۱۲۳۴ھ)۔ اس رقعہ کی تاریخ تحریر ۱۵ر رجب ہے۔ لیکن سالِ تحریر درج نہیں۔ پروفیسر آرزو نے اس قیاس پر کہ چوں کہ اظفری نے '' واقعاتِ اظفری'' میں واقعات تاریخی ترتیب سے درج کیے ہیں۔ اس کا سالِ تحریر ۱۲۱۸ھ/ ۱۸۰۳ء قرار

دیا ہے۔ اب تک کی دریافت کے مطابق اُردو کا قدیم ترین خط یہی ہے۔"

عام طور پر خطوط کی بنیاد انسانی رشتوں یا تعلق پر ہوتی ہے اور رشتے بھی مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ مثلاً خاندانی رشتے، دوستانہ رشتے، ادبی یا قلمی رشتے، ہم پیشہ رشتے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ سیاسی اور دفتری ضرورت کے تحت بھی خطوط لکھے جاتے ہیں اور ان خطوط کی موضوع کے اعتبار سے علاحدہ علاحدہ اہمیت ہوتی ہے۔ مثلاً سیاسی قسم کے خطوط تاریخ کے اہم ماخذ ہوتے ہیں کیوں کہ ان خطوط کے ذریعے اس زمانے (جس میں یہ لکھے گئے ہیں) کے سیاسی، سماجی حالات پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ تاریخ لکھتے ہوئے کوئی بھی مورخ ان کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔

تین سال قبل یعنی ۱۹۹۳ء میں انجمن ترقی اُردو (ہند) نے سلیم قریشی اور سید عاشور کاظمی کی ایک کتاب شائع کی ہے۔ "اس گھر کو آگ لگ گئی" (غداروں کے خطوط) یہ جنگِ آزادی سے متعلق پہلی کتاب ہے جس میں ہندوستانی ضمیر فروش مخبروں کے وہ خطوط شامل کیے گئے ہیں جو انھوں نے انگریز افسران کو لکھے تھے۔ یہ خطوط ۱۸۵۷ء کے انقلاب پر ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان خطوط سے اس عہد کے سیاسی حقائق پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔

مرزا مظہر جانِ جاناں ایک صوفی بزرگ تھے، جن کی تمام زندگی رشد و ہدایت میں گزری اور انھیں تصنیف و تالیف کی طرف زیادہ توجہ دینے کا موقع نہ ملا۔ لیکن ان کے خطوط معلومات کا خزانہ ہیں، جن سے نہ صرف ان کی زندگی کا ہر گوشہ روشن ہوجاتا ہے بلکہ اس عہد کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

خطوطِ غالب ہمیں غالب کے زمانے کی دلّی کے ہر کوچے کی سیر کراتے ہیں اور اس عہد کی تہذیب و تمدّن سے روشناس کراتے ہیں۔ اس زمانے کا سماجی ڈھانچہ کیا تھا۔ سیاسی حالات کیا تھے؟ ۱۸۵۷ء کا غدر، دلّی اجڑنے کا منظر، انگریزوں کے ہاتھوں تباہی کا آنکھوں دیکھا حال، ان تمام تاریخی، سماجی اور اقتصادی کوائف پر روشنی ان خطوط کے ذریعے پڑتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے خطوط مختلف علوم کا خزانہ ہیں، جو ہمیں دینیات، تاریخ سیاسیات، سماجیات اور صحافت سے متعلق بیش قیمت معلومات فراہم کرتے ہیں۔

اسی طرح ادبی نوعیت کے خطوط اپنے اسلوب، دلکش فنکارانہ اندازِ تحریر اور ادبی مواد کی وجہ سے ادب میں خاص مقام پاتے ہیں اور مکتوب نگار کے عہد کے ادبا، شعرا اور دانش وروں سے اس کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں۔ مکتوب نگار کی علمی، ادبی سرگرمیاں، ادبی معیار اور مرتبہ، ادب سے اس کی دلچسپی کا اظہار ان خطوط کے ذریعے بخوبی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ چوں کہ ان خطوط میں علمی بحثیں، ناقدانہ گفتگو، معاصرین ادبا و شعرائے کے کلام اور تخلیقات پر اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ اس لیے ان خطوط میں ایسے ادبی و علمی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور ایسی اہم معلومات فراہم ہوتی ہیں جو کسی تخلیق سے ممکن نہیں اور اپنی ادبی اہمیت کی بنا پر یہ خطوط ادب کا حصّہ بن جاتے ہیں۔

خاندانی افراد کو لکھے گئے خطوط سے مکتوب نگار کی سیرت، اخلاق و کردار، جذبات اور اس کی زندگی کے مسائل کی تصویر واضح ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ مکتوب نگار اور اس کے خاندانی افراد کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا، اس لیے ان خطوط میں مکتوب نگار اپنے اصلی روپ میں نظر آتا ہے۔

دوستی یا عشق و محبت کے رشتے کی بنیاد جذبات اور والہانہ پیار، بے تکلّفی اور مزاجی ہم آہنگی پر ہوتی ہے۔ دوست راز دار بھی ہوتا ہے، اس لیے دوستوں یا محبوب کو لکھے گئے خطوط میں مکتوب نگار اپنا دل کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اس قسم کے خطوط سے مکتوب نگار کے نجی معاملات، سیرت و کردار، کمزوریوں، خوبیوں اور خامیوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ مکتوب نگار کے سماجی مرتبے کا تعین بھی اس کے دوست احباب کے حلقے سے کیا جا سکتا ہے۔

کچھ خطوط فرضِ منصبی کے تحت لکھے جاتے ہیں اور کچھ کاروباری ضرورت کے تحت ان خطوط سے ہمیں زمانۂ مخصوص کے اقتصادی اور سماجی حالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ اپنے موضوع، زبان و بیان کے اعتبار سے بھی دوسرے خطوط سے مختلف ہوتے ہیں۔

موضوعات کے اعتبار سے خطوط کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ زندگی کا ہر رنگ خطوط کے اسکیچ میں بھرا جاسکتا ہے۔ رنج وغم، خوشی اور مسائل ومصائب کا اظہار برملا اور بے تکلفی سے کیا جاتا ہے۔ کبھی انسان خلوص و محبت کا پیکر نظر آتا ہے۔ کبھی ناراض ہوتا ہے کبھی اظہارِ مسرت کرتا ہے کبھی درد وغم سے رنجور کراہتا ہوا انسان ہمیں نظر آتا ہے۔ چوں کہ مکتوب نگار کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ جو باتیں وہ سرگوشی کے انداز میں اپنے کسی بہت قریبی فرد کو لکھ رہا ہے۔ وہ لاکھوں انسانوں کی نظر سے گزریں گی۔ اسی لیے وہ اپنے دلی جذبات، خیالات اور نظریات کا بے تکلفی سے اظہار کرتا ہے۔

عام طور پر خطوط کسی بڑے ادیب، شاعر، دانشور یا کسی سیاسی عظیم ہستی کے ہی شائع ہونے کی روایت ہے۔ یوں روزانہ کروڑوں کی تعداد میں خطوط لکھے جاتے ہیں، لیکن ان خطوط میں کسی کو کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ خطوط دلکشی سے عاری اور غیر اہم ہوتے ہیں، لیکن انسانی فطرت اونچی اونچی دیواروں کے اس پار جھروکوں سے جھانکنے میں زیادہ دلچسپی رکھتی ہے۔ اس میں دو رائے نہیں کہ خطوط انسان کی زندگی میں بڑا اہم رول ادا کرتے ہیں۔ موضوع، اسلوبِ بیان اور مواد کے اعتبار سے ان کی الگ الگ اہمیت ہے۔ بعض خطوط اس لیے اہم ہیں کہ وہ مکتوب نگار کی شخصیت کے مظہر ہیں۔ بعض اپنے مخصوص اندازِ تحریر کے سبب بعض تاریخی اور ادبی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ خطوط اپنے عہد اور پورے ماحول کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور ان میں ہمیں زندگی ہر دم رواں دواں نظر آتی ہے۔

مالک رام خطوط کے آئینے میں

مالک رام صاحب چوں کہ ایک محقّق تھے اور تحقیق کے اصول وضوابط سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان پر سختی سے عمل پیرا بھی تھے۔ مالک رام صاحب کی زندگی کا بڑا حصّہ بہ سلسلۂ ملازمت ہندوستان سے باہر گزرا اور چوں کہ تحقیق کی بنیاد مختلف ذرائع سے حاصل کی ہوئی معلومات پر ہوتی ہے۔ لہٰذا انھیں اپنے تحقیقی کام کو جاری رکھنے کے

لیے خطوط کا سہارا لینا پڑا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے اپنے ہم عصر ادیبوں شاعروں، دوستوں اور دیگر حضرات کو تحقیقی مواد کے حصول کے لیے بے شمار خطوط لکھے۔ چوں کہ خط لکھنا ان کے کام کا ایک لازمی حصہ بن چکا تھا۔ اس لیے یہ سلسلہ ریٹائر ہوکر ہندوستان واپس آنے کے بعد بھی جاری رہا۔ ان کے مکتوب الیہم کا حلقہ مزید وسیع ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ۱۹۶۷ء میں مالک رام صاحب نے اپنے دوستوں کی اعانت سے "تحریر" نام کا ایک سہ ماہی رسالہ دلّی سے جاری کیا، جو ۱۹۷۸ء تک مسلسل نکلتا رہا۔ "تحریر" کے اڈیٹر کی حیثیت سے بھی انھوں نے خاصی بڑی تعداد میں خطوط لکھے۔ اس کے علاوہ مالک رام صاحب نے "وفیات" کے عنوان سے "تحریر" میں باقاعدہ مختصر مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ مضامین زمانۂ حال میں فوت ہونے والے شاعروں ادیبوں اور دیگر فنکاروں پر لکھے جاتے تھے۔ مالک رام صاحب مرحومین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ہندوستان، پاکستان کے سیکڑوں ادیبوں، شاعروں اور دوستوں کو خطوط لکھتے تھے۔ مالک رام صاحب کے مکتوب الیہم میں ادیبوں شاعروں کے علاوہ وہ لوگ بھی شامل تھے، جو کسی مرحوم ادیب یا شاعر کے دوست، رشتہ دار یا اولاد میں سے تھے۔ اس طرح مالک رام صاحب کے مکتوب الیہم کا حلقہ روز بروز وسیع ہوتا گیا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ وفیات کے تحت مالک رام صاحب نے جو مضامین لکھے تھے وہ تذکرۂ معاصرین میں شامل ہیں، جو مکتبہ جامعہ سے چار جلدوں میں چھپی ہے۔

خطوطِ مالک رام کی خصوصیات

میں نے مالک رام صاحب کے ڈھائی سو سے زائد خطوط کا مطالعہ کیا، جو انھوں نے ادیبوں، شاعروں اور دوستوں کو لکھے اور ایسے حضرات کو بھی جن کا ادب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان خطوط میں جو چیز اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ مالک رام صاحب نے محض رسمِ راہ کے لیے یا خیر عافیت پوچھنے کے لیے شوقیہ ایک خط بھی نہیں لکھا، ان کے ہر خط میں ایک ہی مقصد کار فرما رہتا ہے۔ اپنے کام سے متعلق

مواد کی فراہمی۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انھوں نے اپنے خط کی بنیاد محض مطلب نویسی پر رکھی ہو۔ خط جس مقصد کے لیے لکھا گیا ہے، اس کے علاوہ مکتوب الیہ کے خاندان کے افراد کی خیرو عافیت بھی پوچھی ہے۔ مبارک باد بھی دی ہے۔ مکتوب الیہ کے مسائل سے دلچسپی کا اظہار بھی ان کے خطوط میں ملتا ہے۔ ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکتوب نگار انسانی رشتوں کے لطیف جذبات و احساسات سے آشنا ہے۔ مالک رام صاحب ان رشتوں کی نزاکتوں کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ کسی وجہ سے مالک رام صاحب نثار احمد فاروقی صاحب کے خط کا جواب نہیں دے سکے، جس کا انھیں افسوس ہے۔ اس کی تلافی کے لیے وہ نثار صاحب کو خط لکھتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے خط سے اقتباس:

> ”آپ کا غصہ بجا ہے۔ واقعی کوتاہی ہوئی کہ آپ کے پہلے گرامی نامے یا گرامی ناموں کا جواب نہیں دے سکا۔ معافی چاہتا ہوں۔ لیکن باور فرمایے کہ دفتری کام نے کہیں کا نہیں رکھا۔ صبح ۹ پونے ۹ بجے گھر سے نکلتا ہوں اور شام کو آٹھ بجے سے پہلے کبھی واپسی نہیں ہوتی۔ یہی سبب ہوا کہ آپ کو خط نہ لکھ سکا۔“
>
> یوں میں ایک دن آپ کے دفتر گیا تھا۔ جناب یونس صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ آپ چھٹی پر تھے اور آپ سے نہ مل سکا۔
>
> خیر پچھلی کوتاہیوں کو تو نظر انداز کیجئے۔ آج منگل ہے۔ جمعہ کے دن شام کے چھ بجے اگر وینگر کناٹ پلیس میں جاکر ساتھ بیٹھیں تو کیسی رہے۔“

عام طور پر خطوط میں مکتوب نگار خود اپنی ذات پر زیادہ توجہ دیتا ہے۔ اپنے مسائل شکوہ شکایت، غم یا خوشی کا اظہار جو وہ محسوس کرتا ہے وہی بیان کرتا ہے۔ یعنی وہ خود کو مرکزی کردار کی حیثیت میں رکھتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس مالک رام صاحب اپنے یا اپنے خاندان کے افراد کے بارے میں بہت کم بات کرتے ہیں، جس مقصد کے تحت خط لکھا گیا ہے، اسے پورا کرتے ہیں یا مکتوب الیہ کے معاملات سے بحث

کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی ذات ان کی فکر کا محور نہیں ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ بنام نثار احمد فاروقی۔

"آپ کی پریشانیوں کا حال پڑھ کر افسوس ہوا۔ خدا کرے اب آپ کو اطمینان حاصل ہو گیا ہو۔"

ایک اور اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ بنام نثار احمد فاروقی

"وہاں ایک تھے فرخ جلالی، علی گڑھ لائبریری سے آ کے ہمدرد دواخانہ کے کتاب خانہ میں ملازم ہوئے تھے۔ میں نے یہاں پہنچنے کے بعد ایک خط انھیں لکھا تھا۔ لیکن ان کا جواب نہ ملنے سے خیال ہوتا ہے کہ وہ وہاں سے کہیں اور چلے گئے ہیں۔ ان کا پتا لگائیے اور میرا اسلام پہنچائیے۔"

یوں تو یہ خط نہایت سیدھے سادے الفاظ میں لکھا گیا ہے۔ نہ لفظوں کا ہیر پھیر ہے نہ معنی آفرینی نہ رنگینی، صرف انسان دوستی کے مقدس جذبے کا اظہار ہے۔ ان خطوط سے جو شخصیت ابھرتی ہے وہ ایک ایسے انسان کی ہے جس کے سینے میں حسّاس اور انسانی جذبات سے معمور دل دھڑکتا ہے۔ انھیں یہ فکر ہے کہ ایک شخص جسے وہ جانتے ہیں۔ کہاں اور کس حال میں ہے۔ یہ وہی شخص لکھ سکتا ہے جو انسان دوستی محبت اور تہذیبی اقدار کا مطلب سمجھتا ہو۔

مالک رام صاحب کی شخصیت کا ایک اور پہلو ہے، جس پر ان کے خطوط سے روشنی پڑتی ہے اور وہ ہے ان کی صاف گوئی، جو بات انھیں پسند نہیں تھی اس کے کہنے میں انھیں قطعی تامل نہیں ہوتا تھا۔ نہ ہی اس بات کو وہ توڑ مروڑ کر یا لاگ لپیٹ کے ساتھ کہتے تھے۔ بلکہ ان کا لہجہ کافی سخت ہوتا تھا۔ نثار صاحب کو ان کے مضموں کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"نقوش" میں آپ کا مضمون دیکھا تھا۔ یہ بات پسند آئی کہ آپ نے اس سلسلے میں تمام اہم چیزوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن آپ

کا اسلوب تحریر پسند نہیں آیا۔ بات یہ ہے کہ میں بعض باتوں کو کسی عنوان پسند نہیں کرتا۔ ممکن ہے یہ میری غلطی ہو یا کم نظری۔ لیکن ان باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص تنقیدی مضامین میں افسانوی یا رومانوی زبان استعمال کرے، جہاں تہاں دوسروں کی عبارتوں کے ٹکڑے یا مصرعے لکھتے جانا، خاص طور پر تنقیدی مضامین میں، مجھے پسند نہیں۔ اس سے عبارت تو رنگین ہو جاتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ مضمون لکھنے والے نے ان مصنفوں اور شاعروں کی تحریریں دیکھی ہیں اور مطالعے کی ہیں۔ لیکن اس سے مضمون کی سنجیدگی مجروح ہو جاتی ہے۔ آخر یہ کیا ضرور ہے کہ آپ محمد حسین آزاد یا ابو الکلام یا خواجہ احمد فاروقی بننے کی کوشش کریں۔ آپ نثار احمد فاروقی ہی کیوں نہ بنیں کہ یہ آسان تر بھی ہے اور باوقار بھی۔ پھر دوسری بات اس مضمون میں یہ کھٹکی کہ آپ نے بہت سے مضامین اور مصنفین سے متعلق ایک ہی طرح کے تعریفی کلمات استعمال کیے ہیں۔ یاد رکھیے کہ تنقید میں تفضیل کل کا استعمال بہت سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔"

مالک رام صاحب اپنی صاف گوئی اور سخت لہجے کی وجہ سے خاصے بدنام تھے۔ پروفیسر گیان چند جین کا مضمون "نقوش" کے شمارہ ۱۰۶ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۶ء میں فضلی کی کربل کتھا کے عنوان سے چھپا۔ انھوں نے اپنے مضمون میں لکھا کہ فضلی نے اپنی عمر ۲۲۔۲۳ سال لکھی اور کریم الدین نے محض ۲۲ سال لکھا ہے۔ کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔ مالک رام صاحب نے یہ مضمون پڑھ کر ڈاکٹر گیان چند جین کو جو خط لکھا تھا اس کا اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

"اس دوران میں "نقوش" میں آپ کا مضمون 'کربل کتھا' نظر سے گزرا۔ بس اتنی ہی جرأت تھی؟ کیا طباعت اور اشاعت میں کوئی فرق نہیں؟ کیا ۲۲۔۲۳ اور ۲۲ میں کوئی فرق نہیں؟ کیا مغربی یوپی میں جو

زبان بقول آپ کے آج بھی بولی جاتی ہے۔ اس پر پنجابی اثرات
کوئی نہیں؟ آپ غلط بحث کیوں کرتے ہیں؟

پروفیسر گیان چند جین صاحب کی املا پر تنقید کرتے ہوئے مالک رام صاحب نہایت سخت لب و لہجہ میں لکھتے ہیں۔

"مجھے تعجب ہوتا ہے کہ آپ اتنے دن سے 'تحریر' دیکھ رہے ہیں اس کے اسلوبِ املا سے بھی ناواقف نہیں۔ اس کے باوجود آپ کو آج تک یہ محسوس نہیں ہوا کہ ہمزہ اور یا ی کے استعمال کے کون کون سے مقامات ہیں اور ہنوز غلط املا کی تقلید کرتے ہیں۔"

طویل اور مختصر خطوط

ایک طرف سرکاری ملازمت دوسری طرف مطالعے کا شوق۔ اب وقت کہاں سے لاتے کہ داستان گوئی کرتے۔ بیرونِ ملک میں اپنے تحقیقی شوق کو جاری رکھنے کے لیے انھوں نے بے شمار خطوط لکھے، لیکن بس اتنے ہی جن سے ان کی ضرورت اور مقصد پورا ہو جائے۔ زیرِ نظر مجموعے میں ان کا زیادہ سے زیادہ طویل خط تقریباً تین صفحے اور سب سے مختصر خط ڈیڑھ سطر پر محیط ہے۔ طویل خطوط جتنے بھی لکھے گئے ہیں وہ سب پروفیسر مختار الدین احمد کے نام ہیں۔ ایک خط مختار الدین احمد صاحب کے نام صرف تین سطر کا ہے جس میں عید کی مبارک باد دی گئی ہے اور مختار الدین صاحب کے خط نہ لکھنے پر نہایت دھیمے اور مہذّب لہجے میں اظہارِ برہمی کیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"بھائی آج یہاں عید ہے، اس لیے عید مبارک کہتا ہوں۔ آپ کے وہاں تو غالباً کل ہوگی۔ یار خاطر ہوں۔ بارِ خاطر نہیں بننا چاہتا۔ آپ نے اتنے دن خط نہیں لکھا میں نے بھی مخلِ صحبت ہونا پسند نہیں کیا۔"

اس مجموعے میں شامل پروفیسر مختار الدین احمد کے نام ۳۰ (تیس) خطوط ہیں، جو

نہایت بے تکلفی سے اور قلم برداشتہ لکھے گئے ہیں۔ زبان نہایت شگفتہ ہے۔ خیالات کے اظہار میں کوئی تکلف نہیں برتا ہے۔ ان میں شکوہ بھی ہے۔ خلوص بھی ہے۔ محبت اور اپنے پن کا اظہار بھی۔ مالک رام صاحب نے اپنے ہم عصر ادیبوں، دوستوں کو بہت خطوط لکھے ہیں، لیکن مختار صاحب کے نام مالک رام صاحب کے خطوط مختلف نوعیت کے ہیں۔ جن میں برادرانہ شفقت بھی ہے اور دوستانہ بے تکلفی اور پیار بھی۔ ان خطوط سے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے باہمی خلوص و محبت کے رشتے اور ذہنی ہم آہنگی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

مالک رام صاحب کا قیام ان دنوں مصر میں تھا۔ مختار صاحب نے حصولِ علم کے لیے اپنے مصر جانے کے سلسلے میں مالک رام صاحب کو لکھا۔ دیکھیے مالک رام صاحب نے اپنے خوشی کے جذبات کا اظہار کس انداز میں کیا اور اس پر افسوس بھی کہ وہ مصر میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔ اقتباس :

"اے کاش! آپ میری موجودگی میں یہاں آتے۔ چند دے مزے سے گزرتی۔ لیکن آپ نے فیصلہ جب کیا ہے کہ یہاں چل چلاؤ کے سامان ہو رہے ہیں۔ اگر آپ کو سیر کا شوق ہو تو ضرور آیئے اور جلد۔

مرغانِ قفس کو پھولوں نے اے شاد یہ کہلا بھیجا ہے

آنا ہے جو تم کو آجاؤ، ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

انسانی نفسیات ہے کہ وہ اپنی عمر کم ظاہر کرتا ہے۔ مالک رام صاحب بھی ایک عام انسان کی طرح خود کو بزرگ کہلانا پسند نہیں کرتے۔ مالک رام صاحب ایک خوددار انسان بھی تھے۔ انھوں نے اپنے قریبی دوستوں سے بھی کتابوں کے علاوہ کبھی کوئی فرمائش نہیں کی اور کتابیں بھی وہ قیمتاً لینا پسند کرتے تھے۔ مختار صاحب انھیں ان کی فرمائش پر ان کی ضرورت کی کتابیں بھیجتے رہتے تھے۔ ان کی کوشش یہی رہتی تھی کہ مالک رام صاحب کو کتابیں تحفتاً بھیجیں۔ لیکن مالک صاحب اس کو قطعی پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ مالک رام صاحب کتاب کے سرقے کو بھی بہ حدِ مجبوری گوارا کر لیتے ہیں۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے :

”کسی زمانے میں مولانا حسرت موہانی نے شعرا کے کلام کا انتخاب شائع کیا تھا۔ اس کا دسواں یا گیارہواں حصہ سلسلۂ غالب سے مخصوص تھا۔ یعنی اس میں غالب اور ان کے بعض مشہور شاگردوں کا کلام تھا۔ اس سلسلے کا نام 'انتخاب سخن' تھا۔ یہ خاص جلد جو غالب اور اس کے شاگردوں سے متعلق ہے، مجھے چاہیے۔ قیمتاً لے سکیں تو سب سے بہتر ہے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی سے مہینے ایک کے لیے مستعار لیجیے اور اگر کوئی صاحب مستعار دینے پر تیار نہ ہوں اور آپ کو معلوم ہو کہ کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے تو وہاں سے سرقہ کر کے بھیج دیجیے۔ بہرحال مجھے اس کی اشد ضرورت ہے۔“

ایک خط میں انتہائی ناراضگی سے لکھتے ہیں:

” بیوی نے آپ کے مرسلہ نسخہ کتاب ”لکھنؤ کا دبستانِ شاعری“ دیا۔ زحمت کے لیے ممنون ہوں۔ لیکن آپ نے یہ کیا مذاق شروع کر رکھا ہے کہ میں جس کتاب کے لیے آپ کو لکھتا ہوں آپ اس پر مخدوم اور بزرگ کا نام لکھ کر ڈاک میں ڈال دیتے ہیں۔ آپ کی یہ روش مجھے آئندہ آپ کو زحمت دینے میں مانع ہو گی۔ اور پھر یہ بزرگ کی بھی ایک ہی رہی۔ خدا معلوم آپ نے اپنے ذہن میں میری کیا عمر خیال کر رکھی ہے۔“

مالک رام صاحب کی خودداری ان کی تحریروں میں جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

”یہ دونوں کتابیں خود منگوائیں اور پھر یہاں مجھے بھیج دیں۔ خریدار ہوں، تحفہ نہیں چاہتا۔“

مالک رام صاحب کا رویہ مختار صاحب کے ساتھ صرف ایک دوست کا نہیں ہے۔ بڑے بھائی کا بھی ہے۔ کوئی بات ناگوار گزرتی ہے تو ڈانٹنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور جب محسوس کرتے ہیں کہ مختار صاحب کو ان کی مدد کی ضرورت ہے تو ایک مخلص دوست یا بھائی کی طرح پیش آتے ہیں۔

بیرون ملک میں مختار صاحب کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ مالک رام صاحب ان کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں :

"دو سو پونڈ عنقریب آپ کے حساب میں جمع کرا دیئے جائیں گے۔ یہ پچیس زیادہ اس لیے کہ آپ کو وہاں خرچ کی تنگی نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے زیادہ بھجوا رہا ہوں۔"

دوسرے خط میں لکھتے ہیں :

"مزید ساٹھ پونڈ لِف ہذا ہے۔ میں نے جو ایک ہزار یہاں سے بھیجنے کا لکھا تھا تو مدعا یہ تھا کہ ممکن ہے بغداد سے مبلغات کے پہنچنے میں تاخیر کے باعث آپ کو تکلیف ہو رہی ہو۔ بہر حال ابھی تو آپ کو ضرورت نہیں، بعد میں دیکھا جائے گا۔ لیکن اگر آپ وہاں کے قیام میں مزید ایک سال کی توسیع ضروری خیال کرتے ہوں تو ضرور کوشش کیجئے۔ پھر نکلنا اور وسائل کا مہیا ہونا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ سامان بھی اللہ تعالیٰ کچھ کر ہی دے گا۔ بغداد سے کچھ بھجوانے کی کوشش کروں گا۔ میں ایک بات لکھ دوں کہ محض روپیہ کی کمی کے باعث آپ کے کام میں حرج نہیں ہونا چاہیے۔"

مالک رام صاحب کے خطوط سے ہم نہ صرف مختار صاحب اور مالک رام صاحب کی مثالی دوستی سے آشنا ہوتے ہیں بلکہ ان کی دوست نوازی، انسان دوستی اور ذہنی کشادگی کا بھی پتا چلتا ہے۔

القاب

القاب، خط کا وہ ابتدائی اور اہم حصّہ ہے جس سے مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے رشتے، مکتوب الیہ کی سماجی حیثیت اور عمر کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ عام طور پر خطوط القاب و آداب سے شروع ہوتے ہیں۔ اٹھارویں صدی کے اوائل تک بلکہ یوں کہنا درست ہوگا کہ اردو میں غالب کی خطوط نویسی سے قبل تک پُر تکلف اور طویل القاب و آداب

لکھنے کی روایت عام تھی۔ یہ غالب کے جدّت پسند دماغ کی اختراع تھی کہ انھوں نے نہ صرف القاب و آداب کو مختصر اور حسب مرتبہ لکھنے کی روایت ڈالی بلکہ اردو نثر کو بھی تصنّع اور خوبصورت لفظوں کے پیچ و خم سے نکال کر سادگی، اختصار اور بے ساختگی کا حسن عطا کیا۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ غالب نے القاب لکھنا ترک کر دیا ہو۔ غالب کے سیکڑوں خطوط میں سے گنتی کے خطوط ایسے ہیں جن میں القاب نہیں لکھے گئے۔

خطوط ابوالکلام آزاد (مرتّبہ مالک رام) میں مشکل سے دس پندرہ خطوط بغیر القاب کے ہوں گے۔

اس مجموعے میں شامل خطوط میں مالک رام صاحب کا ایک خط بھی ایسا نہیں ہے جو بغیر القاب کے لکھا گیا ہو۔ القاب لکھنے میں مالک رام صاحب کی شعوری کوشش کو دخل ہے، جو جذبات جس کے لیے ان کے دل میں عمر اور مرتبے کے لحاظ سے رہے ہیں اسی کے مطابق القاب استعمال کیے ہیں۔ ان تمام خطوط میں تقریباً پچاس مختلف القاب لکھے گئے ہیں۔ مثلاً مختار صاحب کے نام خطوط کے القاب دوسروں سے مختلف ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

جانِ آرزو، حقیر نواز، مالک نواز، میرے بھائی، صدیقی العزیز، میرے حضرت وغیرہ۔

عمر میں بڑے اور بزرگ حضرات کو لکھے گئے القاب ملاحظہ کیجیے۔ دل شاہجہاں پوری کو لکھتے ہیں۔ میرے مخدوم آداب، مکرمی حضرت دل مدّظلکم اللہ تعالیٰ آداب و تسلیمات، مخدومی حضرت دام ظلکم آداب و تسلیمات۔ اپنے ہم عمر یا اپنے سے چھوٹے حضرات کو مختصر القاب لکھے ہیں جیسے۔ بندہ پرور، کرم فرمائے من، برادرم، برادرِ عزیز، مکرمی، گرامی عزیز، وغیرہ۔

مالک رام صاحب نے جدید فنِ خطوط نویسی کو اپناتے ہوئے نہایت مختصر القاب لکھے ہیں۔ ان کے بہت کم خطوط ایسے ہیں جن میں القاب طویل اور پُر تکلف ہیں۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ فوراً مطلب کی بات بیان کرتے ہیں۔ تمہید، خیر و عافیت اور بے مقصد باتوں میں وقت ضائع نہیں کرتے۔ اسی لیے ان کے خطوط تصنّع سے پاک صاف اور سادہ زبان میں ہوتے ہیں۔ بے تکلفی، بے ساختگی ان کے خطوط کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

محاوروں کا استعمال

مالک رام صاحب محقق ہیں اور محقق کی نثر بھی زاہد خشک کی طرح بے لطف اور خشک ہوتی ہے، جس میں خوبصورت الفاظ، تشبیہوں، ترکیبوں، استعاروں، عبارت آرائی اور رومانی یا افسانوی انداز کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ مالک رام صاحب کی نثر بھی ان کی محققانہ فطرت سے متاثر ہے۔ لیکن مالک رام صاحب نے اپنے خطوط میں اردو، فارسی کے محاوروں، ضرب الامثال اور کہاوتوں کا برجستہ اور بے ساختہ استعمال کیا ہے۔ جس سے ان کی تحریر میں شگفتگی اور چٹخارہ پیدا ہوگیا ہے۔ دیکھیے دل شاہجہاں پوری کو لکھتے ہیں:

"دیکھیے جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام، کس قدر بے تکلفی اور گستاخی سے فرمائش کر رہا ہوں۔"

ایک خط میں مختار صاحب کو لکھتے ہیں:

"آجکل کے اڈیٹر عرش صاحب بہت دن سے لکھ رہے تھے کہ مضمون لکھو۔ میں نے اس ایک تیر سے دو نشانے کیے۔ کتابوں کی فہرست حیرت کو اور مضمون عرش کو بھیج دیا۔"

"کہیے غالب نمبر کے مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا ڈول ڈالا یا نہیں۔"

"اب جائے ماندن نہ پائے رفتن ان کی فرمائش کی تکمیل کرتے بنی۔" "جب تک آپ واپس نہیں آتے یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی۔" "رسائل کا مہیا ہونا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔" "قاضی صاحب کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں کہ حاشا مجھے کبھی نہیں دیئے گئے۔" "مدت ہوئی ہماری منقار زیر پر ہے۔" "میرا تبادلہ فی الحال رک گیا ہے، لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔" "ان کی کوئی تصویر بھی ان کے خاندان میں ہے۔ اگر یہ بھی مہیا ہو سکے تو نورٌ علیٰ نور۔" "جہاں اور کتابیں لاہور میں رہ گئیں وہیں اس کے ساتھ بھی گئی۔"

اپنے دوستوں کے لیے مالک رام صاحب کے دل میں ایک نرم گوشہ ہمیشہ رہتا تھا۔ برسلز میں قیام کے دوران پروفیسر جگن ناتھ آزاد وہاں تشریف لے گئے۔ مالک رام صاحب نے ان کے اعزاز میں ایک مشاعرے کا اہتمام کیا۔ اس

سلسلے میں پروفیسر گوپی چند نارنگ کو لکھتے ہیں :

" میں یہاں مشاعرے کا انتظام کر رہا ہوں۔ یورپ میں یہ غالباً پہلا مشاعرہ ہوگا۔ اور یہ رسم چل پڑی تو ممکن ہے کہ ہم سال بہ سال کچھ شاعروں کو بھی ملک سے برآمد کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

"ایک پنتھ دو کاج اس سے بہت سے ناکارہ آدمیوں سے چھٹکارہ مل سکتا ہے جگن ناتھ آزاد صاحب نے لکھا تھا کہ آپ بھی لنڈن آنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔"

مالک رام صاحب ہندوستان سے قاہرہ جاتے ہوئے بیمار ہو گئے۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ کو لکھتے ہیں :

" سردی بہت سخت تھی۔ اس پر سمندر کی ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ ایمار ہو گیا۔ چرک دھانس تو ابھی تک چلی جاتی ہے۔"

پروفیسر گیان چند جین کو لکھتے ہیں :

" حضرت کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔ بھلا میں کون ہوں کہ آپ مجھ سے لغت مرتب کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔"

دوسرے خط میں لکھتے ہیں :

" حیدرآباد، آگرہ، جے پور سے صدارت کے دعوت نامے ملے ہیں۔ کہیں بھی نہیں جا سکوں گا۔ حاشا معاوضہ کی بات نہیں۔ ایک سر ہزار سودا کا مضمون ہے۔"

بنام مختار صاحب لکھتے ہیں :

" میری تحریرات خاص طور پر حوادث کا شکار ہوئیں ہیں۔ 'ذکرِ غالب' پر یہی افتاد پڑی۔ اب 'اسلام اور عورت' کا بھی یہی حشر ہوا۔ یا اب اس سے ہاتھ اٹھا لوں۔

اسی طرح مالک رام صاحب نے فارسی ضرب الامثال، تراکیب اور فقروں کا بھی بہت کثرت سے استعمال کیا ہے۔ چند مثالیں پیش ہیں۔

" گنجینہ سے متعلق علی گڑھ جائے بغیر کچھ معلوم کرنا محال ہے اور اس گرمی میں وہاں

جانا ہفت خواں طے کرنے سے کم نہیں۔" میرا پروگرام دیکھیں تو یقیناً مجھ پر رحم کریں۔ جب خود مجھے اپنے پر رحم آرہا ہے تو دوسروں کو کیوں نہ آئے گا۔ شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن بسا آرزو کہ خاک شدہ۔"

"کوئی آدمی انجمن کی صدارت کے لیے میسّر نہیں آسکتا۔ وائے۔ برماد برحالِ ما۔" بعض اوقات اگر کچھ کہہ دیتا ہوں، تو یہ بھی حالات سے مجبور ہو کر۔ اپنا تو یہ شعار بن گیا ہے۔ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش۔" وہ اس ننگ خلائق کی تعریف کرتے ہیں، ورنہ من آنم کہ من دانم۔" اے ہاں یہ تو فرمائیے کہ کیا آپ کے دوست 'ذکرِ غالب' کا دوسرا اڈیشن چھاپنے پر آمادہ ہیں۔ مکتبہ جامعہ تو غارت ہو گیا۔ آں قدح بشکست و آں ساقی نماند۔" آپ نے 'نذرِ حمید' کے مقالے کا وعدہ کیا تھا۔ فرمائیے یہ کب تک عنایت ہو گا۔ در ہر چہ خواہی زود باش۔

اِملا

زبان کا ارتقا، ایک فطری عمل ہے۔ جیسے جیسے زبان ارتقائی منازل طے کرتی ہے۔ ضرورت اور زبان کے تقاضوں کے مطابق اس کے صوتی اور تہجّی نظام میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ دیگر زبانوں کی طرح ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے اُردو زبان نے بھی ہر سطح پر اصلاحات اور تبدیلیاں قبول کی ہیں۔ ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج کے قیام کے بعد سے جدید اُردو نثر کے لیے راہیں ہموار ہوئیں۔ نثر کی سلاست، سادگی اور املا کی صحت پر زور دیا گیا۔

کسی بھی زبان کی ترقی، ارتقا اور تعمیر کے لیے اہم اور بنیادی چیز ہوتی ہے کہ زبان کے قواعد اور ضابطے لسانیات کے اصولوں کی بنیاد پر مرتّب کیے جائیں۔ جو علاقائی لسانی تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہوں۔ دوسرے املا کے مقرر کردہ اصولوں پر اس طرح عمل کرایا جائے کہ تفریق کی گنجائش باقی نہ رہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ انیسویں صدی کے اوائل سے اُردو زبان کے قواعد،

اور صحت املا سے متعلق بیداری پیدا ہوئی۔ غالب نے خود صحت املا کے مسائل پر توجہ دی۔ زمانۂ حال میں بہت سی املا کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ مضامین لکھے گئے۔ رشید حسن خاں صاحب، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اور فرمان فتحپوری (پاکستان) نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں، لیکن ان کوششوں کے باوجود آج بھی املا سے متعلق مسائل موجود ہیں۔ نہ ہی اب تک کوئی ٹھوس اور قطعی اصول مرتّب ہوسکے اور جو اصول و قواعد بنائے گئے۔ نہ ہی ان پر پوری طرح عمل ہوسکا۔ کوئی (ت) سے توتا لکھتا ہے اور کوئی (ط) سے۔ کوئی تائے دراز (ت) سے نسبتاً لکھتا ہے تو کوئی تائے مدوّرہ سے نسبتہً لکھتا ہے۔ اسی طرح کوئی کبھی لفظوں کو ملا کر لکھتا ہے۔ جیسے ہونگے، لکھینگے، نیکبخت اور کوئی الگ الگ نیک بخت، ہوں گے، لکھیں گے، لکھتا ہے۔

یہاں ہمارا موضوع قواعد زبان یا املا پر بحث کرنا نہیں ہے۔ بحث یہ ہے کہ جب اہلِ علم اور دانشور حضرات ان اصولوں پر کاربند نہیں ہیں تو ایک عام آدمی سے کیا امید کی جاسکتی ہے۔

اس مجموعے میں شامل مالک رام صاحب کے خطوط کی املا مختلف طریقے سے لکھی گئی ہے اور اس لحاظ سے قابلِ اعتراض محسوس ہوتی ہے کہ وہ ایک عالم اور دانشور تھے۔ دوسرے صحت املا پر بہت زور دیتے تھے۔ اپنے بعض خطوط میں انھوں نے املا کے سلسلے میں جو ہدایتیں دی ہیں۔ وہ ملاحظہ کیجیے:

"اسے املا بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اُسے 'تحریر' کے پہلے دو پرچے دیجیے تاکہ اُسے معلوم ہو کہ صحیح املا کیا ہے۔"

(بنام گیان چند جین، ۳۰ نومبر ۱۹۶۸ء)

"مجھے تعجب ہوتا ہے کہ آپ اتنے دن سے 'تحریر' دیکھ رہے ہیں۔ اس کے اسلوب املا سے بھی ناواقف نہیں۔ اس کے باوجود آپ کو آج تک یہ محسوس نہیں ہوا کہ ہمزہ اور یای کے استعمال کے کون کون سے مقامات ہیں اور ہنوز غلط املا کی تقلید کرتے ہیں۔"

(بنام گیان چند جین، ۲۷ نومبر ۱۹۷۲ء)

مالک رام صاحب کے خطوط کے متن کی املا کسی مخصوص یا جدید املا کے اصولوں کے تحت

نہیں بلکہ مختلف طریقے سے لکھی گئی ہے۔ کبھی لفظ کے آخر میں آنے والی یائے مجہول (ے) پر ہمزہ کا استعمال کیا ہے۔ جیسے رائے، جائیے، نبھائیے، لیئے اور کبھی بغیر ہمزہ کے لکھا گیا ہے۔ جیسے رائے، لیے، چاہیے۔

ایسے لفظوں کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے جنھیں کبھی ملا کر لکھا ہے اور کبھی الگ الگ۔

آونگا، آوں گا۔ دیکھنگے، دیکھیں گے۔ چھپیگا، چھپے گا۔ کیونکر، کیوں کر۔ کرونگا، کروں گا۔ بیکار، بے کار۔ کرالونگا، کرالوں گا۔ بھیجدونگا، بھیج دوں گا۔ رہونگا، رہوں گا۔ پڑینگے، پڑیں گے۔ کتابخانے، کتاب خانے۔ دعوتنامے، دعوت نامے۔

بعض لفظ کو انھوں نے کہیں ہائے ہوّز سے لکھا ہے۔ جیسے منہہ، روپیہ، خاکہ۔ اور کہیں الف سے۔ مثلاً جہینا، روپیا، خاکا۔ املا کا یہ تضاد مالک رام صاحب کے خطوط میں کثرت سے ہے۔

مشکل الفاظ

مالک رام صاحب نے اپنی تحریروں میں مشکل الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ اگرچہ ایسے الفاظ کی تعداد کم ہے۔ چوں کہ مالک رام صاحب عربی فارسی پر بھی عبور رکھتے تھے۔ اس لیے ان کی اردو نثر میں عربی فارسی کے الفاظ درآئے ہیں۔ چند مثالیں پیش ہیں:

میری صحت سقیم ہے۔ ''اکتوبر کے عطوفت نامے کا شکریہ قبول فرمائیں۔'' ''رسید لفِ ہذا ہے۔ نسخہ میرے لیے فی الحال سہل الحصول نہیں۔'' اور کن اصحاب سے استمداد کی ہے۔ جلد جواب نہ دے سکا اس تصدیعہ کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ کوائف، مبلغات استمداد جیسے الفاظ کا استعمال ان کی تحریروں میں ملتا ہے۔

عربی فارسی الفاظ اور قرآنی آیات

مالک رام صاحب کے اُردو خطوط میں عربی فارسی کے الفاظ کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات کا استعمال بکثرت ہے۔ میری نظر سے کم خطوط ایسے گزرے ہیں جن میں قرآنی آیات

یا عربی فارسی کے الفاظ نہ ہوں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

"میں بدیع سے متعلق پھر معافی چاہتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اگلے خط میں اس سے متعلق تفصیل سے لکھوں گا۔" وما توفیقی الا باللہ والسلام۔

(بنام مختارالدین احمد، ۲۰ مارچ ۱۹۴۹ء)

"مکتبہ جامعہ تو غارت ہوگیا۔ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔ امید نہیں کہ وہاں سے اب اس کی اشاعت کا انتظام ہوسکے۔"

(بنام مختارالدین احمد، ۵ اگست ۱۹۴۹ء)

"تلفظ درست نہ لہجہ، نہ صرف و نحو۔ الا ماشاءاللہ سب چھوٹے بڑے، عالم و جاہل یہی زبان بولتے ہیں۔"

(بنام مختارالدین احمد، ۵ اکتوبر ۱۹۴۹ء)

"آپ نے نذرِ حمید کے لیے مقالے کا وعدہ کیا۔ فرمائیے یہ کب تک عنایت ہوگا۔ ہر چہ خواہی زود باش۔"

(بنام پروفیسر گیان چند جین، ۸ نومبر ۱۹۸۰ء)

"اگر کچھ کہہ دیتا ہوں تو یہ بھی حالات سے مجبور ہو کر، ورنہ اپنا تو یہ شعار بن گیا ہے۔ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش۔" (بنام پروفیسر گیان چند جین، ۲۳ فروری ۱۹۶۷ء)

"اردو والے سب گفتار کے غازی ہیں، کردار میں بس اللہ کا نام۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

(بنام پروفیسر گیان چند جین، ۱۹ مارچ ۱۹۷۰ء)

"آخری (چوتھا) پرچہ غالب نمبر ہوگا۔ انشاءاللہ۔ جب تک اپنی صلاحیتوں کو استعمال نہ کروں، ان کا قرض ادا نہیں کرسکتا۔ یہی میرا مطمح نظر رہا ہے اور میں اس سے مطمئن ہوں۔ فالحمد للہ۔"

(بنام گیان چند جین، ۲۰ جنوری ۱۹۸۴ء)

"یہاں بحمدہ تعالیٰ تمام افراد قافلہ بخیر ہیں۔ فالحمدللہ علی ذالک۔"

(بنام نثار احمد فاروقی، ۱۷ دسمبر ۱۹۵۹ء)

"خود آپ نے حوالے وغیرہ دیر سے بھیجے۔ یہ بھی کچھ تاخیر کا باعث ہوا۔ بہرحال مضیٰ ما مضیٰ، اب شکایت و معذرت کی ضرورت نہیں۔"

(بنام پروفیسر گوپی چند نارنگ، ۱۳ اگست ۱۹۶۱ء)

"دنیا میں بیسوں ایسی باتیں ہیں، جن میں علم و فضل اور سائنس کام نہیں دے سکتے۔ یہ علاج بھی کچھ اسی قسم کا ہے۔ وَہُوَ علیٰ کُلِّ شَیٍٔ قدیر۔"

جیسا کہ میں عرض کر چکی ہوں، مالک رام صاحب نے اپنے اُردو خطوط میں عربی فارسی کے الفاظ کافی تعداد میں استعمال کیے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے خطوط اور دیگر تحریروں میں جہاں ضرورت محسوس کی ہے قرآنی آیات کا استعمال کیا ہے۔ خواہ خطوط مسلم احباب کو لکھے گئے ہوں یا غیر مسلم کو۔ دراصل ادب کے ساتھ ساتھ انھوں نے مختلف مذاہب کا بھی غائر مطالعہ کیا تھا۔ اسلامی تعلیمات و نظریات نے انھیں شاید سب سے زیادہ متاثر کیا۔ کیوں کہ ان کی تحریروں میں نہ تو دیگر مذاہب (جو ان کے زیر مطالعہ رہے ہیں) کا کہیں ذکر ملتا ہے اور نہ ہی قرآنی آیات کے علاوہ بائبل، گیتا، وید وغیرہ کے ٹکڑے، فقرے یا اشلوک استعمال کیے ہیں۔

ہندی الفاظ کا استعمال

مالک رام صاحب کی تحریروں میں ہندی الفاظ کا استعمال بہت کم ہوا ہے۔ بس اس حد تک کہ اپنے غیر مسلم دوستوں کی بیویوں کو سلام کی جگہ نمستے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایک اور ہندی لفظ بدھائی استعمال کیا ہے، جو مسز گیان چند جین کو پروفیسر گیان چند جین کو ایوارڈ ملنے پر دی گئی ہے۔ لکھتے ہیں:

"مسز جین کو ہماری طرف سے بدھائی ہو۔"

مالک رام کی زبان پر پنجابی اثرات

مالک رام صاحب کا شمار اُردو کے صفِ اوّل کے محققوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے زندگی بھر اردو پڑھی اُردو لکھی اور اُردو بولی۔ لیکن نہ صرف ان کا لب و لہجہ پنجابی تھا، بلکہ ان کی بعض تحریروں خاص طور پر خطوط میں پنجابی انداز نمایاں ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

"میں نے آپ کے کتنے روپے دینا ہیں۔" "جو آپ نے کسی مضمون کے لیے داخل کرنا ہے۔" "اگر مجھے غلطی نہیں لگتی تو یہ تصویر انھوں نے ادیب میں شائع کی تھی۔" "مضمون تیار پڑا ہے۔" وغیرہ۔

اردو فارسی اشعار کا استعمال

اکثر لوگ اپنی بات موثر اور دل کش انداز میں کہنے اور خط کے مضمون میں چاشنی پیدا کرنے کے لیے اشعار کا سہارا لیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اشعار موقع محل کے اعتبار سے استعمال کیے جائیں تو یقیناً تحریر میں جان ڈال دیتے ہیں۔

مالک رام صاحب نے بھی اس سنّت کی تقلید کی ہے۔ انھوں نے خطوط میں اردو فارسی دونوں زبانوں کے اشعار کا استعمال کیا ہے۔ مالک رام صاحب نے اپنے بہت قریبی دوستوں کے نام خطوط میں ہی اشعار کا استعمال کیا ہے۔ خاص طور پر پروفیسر مختار الدین احمد کے نام خطوط میں اشعار کا زیادہ برجستہ اور بے تکلف استعمال ہے۔ جب کہ دوسرے مکتوب الیہ کے نام خطوط میں یا تو تحقیقی مسائل سے بحث کی گئی ہے یا کسی شاعر، ادیب کے حالات معلوم کرنے کے لیے خط لکھا گیا ہے۔

مختار صاحب نے جب اپنا اسکندریہ جانے کا ارادہ مالک رام صاحب پر ظاہر کیا۔ اس وقت مالک رام صاحب کا تبادلہ وہاں سے عدن ہونے والا تھا۔ اس لیے مالک رام صاحب مختار صاحب کے اسکندریہ آنے سے خوش تو ہیں لیکن اس میں دکھ کا پہلو یہ ہے کہ شاید ان کے اسکندریہ پہنچنے تک مالک رام صاحب وہاں نہ ہوں۔ مالک رام صاحب

نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے شعر کا استعمال کیا ہے۔ لکھتے ہیں :

"اگر آپ کو سیر کا شوق ہو تو ضرور آیئے اور جلد

مرغانِ قفس کو پھولوں نے اے شاد یہ کہلا بھیجا ہے
آنا ہے جو تم کو آجاؤ، ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

مراد یہ ہے کہ میرے آنے سے پہلے پہلے آیئے"

کہیں مالک رام صاحب نے موقع محل کے اعتبار سے صرف مصرع لکھ کر کام چلا لیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"لاہور سے خلیفہ عبدالحکیم صاحب نے "افکارِ غالب" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے ابھی تک دیکھی نہیں، لیکن بہر حال اب یہ نام آپ رکھ نہیں سکتے۔ اس لیے میں نے "نقدِ غالب" تجویز کیا ہے۔ ؎

دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گوہر ہوتے تک (غالبؔ)

دوسرے ایک خط میں غالبؔ کی اسی غزل کا ایک اور مصرع نقل کیا ہے۔

"پوری کتاب کہیں دس برس میں مکمل ہو گی۔ ؎

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

ایک اور خط میں لکھتے ہیں :

"اگر کہیں پروفیسر حمید خاں سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے۔ ؎

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

مختار صاحب کو لکھتے ہیں :

"رشک آتا ہے آپ پر کیا کیا مواقع ملے ہیں آپ کو کام کے، لیکن تاہم شکر ہے۔ ؎

سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب
کس سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے (غالب)

مالک رام صاحب نے کچھ فارسی اشعار بھی خطوط میں نقل کیے ہیں۔ غالب نمبر پر

اپنی رائے مختار صاحب کو لکھتے ہیں :

"اس کی کس کس بات کی تعریف کی جائے۔ مضامین کی فراہمی میں آپ کی محنت، مضامین کا بلند معیار، نوادر، مآثرِ غالب کا قابلِ قدر اور مفید اضافہ، غالب کی تحریروں کے عکس اور ان کی تصاویر، غرض ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

ایک اور خط میں مختار صاحب کو لکھتے ہیں :

" اے کاش ماحول موافق طبیعت میسر آجاتا، لیکن اس افسوس سے کیا حاصل ؎

ہمہ بر خویشتن ہمی گرییم
ہمہ بر روزگار می خندیم

مالک رام صاحب نے اپنی تحریروں کو افسانوی رنگ دینے یا آرائشِ گفتار کے لیے شعروں کا استعمال نہیں کیا۔ کچھ اشعار جو مختار صاحب کے نام خطوط میں انھوں نے لکھے ہیں بے ساختہ ان کے قلم سے نکل گئے ہیں، جو بے تکلف دوستی کا نتیجہ ہیں اور کچھ اشعار پر انھوں نے تحقیقی پہلو سامنے رکھ کر توجہ دی۔ اس کی مثال پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے مضمون کے اقتباس (مالک نامہ) سے پیش کرتی ہوں :

" ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات کو کھانے کے بعد ہم دونوں بیلجیم کی سڑکوں پر گشت کر رہے تھے۔ بات چیت کے دوران میں میں نے حافظ کا یہ مصرع پڑھا ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

مالک رام صاحب مصرع سنتے ہی سوچ میں پڑ گئے اور قدرے توقف کے بعد بولے 'غالباً (مو بتراشد) ہے۔ اب اس کے بعد میں بھی کچھ یقین سے نہ کہہ سکا۔ میں نے اتنا ہی کہا کہ میں نے شاید 'سر بتراشد' ہی پڑھا ہے۔ ممکن ہے غلط پڑھا ہو، ویسے اقبال نے بھی اس مصرعے کو اپنایا تو یوں ؎

اگرچہ سر بتراشد قلندری داند

بات آئی گئی ہو گئی۔ ان کا خط مجھے یورپ سے واپسی کے قریباً ایک سال بعد ملا۔ اس میں لکھا تھا۔ 'آپ کو یاد ہوگا بیلجیم میں ایک رات دورانِ گفتگو میں حافظ کے ایک مصرعے پر بات ہوئی تھی۔ آپ نے مصرع صحیح پڑھا تھا۔ اس میں 'مو بتراشد' نہیں ہے 'سر بتراشد' ہے۔' میری حیرت کی حد نہ رہی جس بات کو میں وقتی بات سمجھ کر بھلا چکا تھا، وہ مالک رام صاحب کے لیے موضوعِ تحقیق بن گئی۔"

ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے۔ جگن ناتھ آزاد صاحب کو لکھتے ہیں :

"آپ کو یاد ہوگا کہ عادل رشید کے بارے میں 'تحریر' میں جو مضمون چھپا تھا، اس کے شروع میں نوح ناروی کا ایک مصرع دیا تھا۔ ؎

چڑھیں ریل پر اور پہنچیں سراتھو سراتھو سے نو میل دکھن ہے نارہ

آپ نے ایک ملاقات کے دوران میں اس کا پہلا مصرع پڑھا تھا۔ اسے بھول گیا ہوں، ذرا لکھ دیجیے۔ تاکہ اسے محفوظ کرلوں۔"

مالک رام صاحب چوں کہ محقّق تھے اور تحقیق جیسے خشک مضمون کی دشت نوردی کرتے ہوئے ان کے شعر و شاعری سے محظوظ ہونے کے سوتے اگر خشک نہیں ہوئے تو ان پر تحقیق کی دبیز پرت ضرور چڑھ گئی تھی۔ وہ شعر اور شاعر دونوں کو لطف اندوز ہونے کے لیے نہیں بلکہ تحقیق کی نظر سے دیکھتے تھے۔

غالب اور مالک رام کے خطوط میں مماثلت

مالک رام صاحب کی نثر خاص طور پر خطوط میں غالب کا انداز غالب ہے۔ جملوں کی ساخت لفظوں کا انتخاب، مختصر القاب، وہی مراسلے کو مکالمہ بنانے والا انداز۔ فرق صرف یہ ہے کہ غالب چوں کہ شاعر تھے اس لیے رنگین بیانی، معنی آفرینی، تشبیہات اور استعارات کا استعمال ان کی تحریروں میں نمایاں ہے۔ مالک رام صاحب محقّق تھے اور شاعر کی دنیا سے

محقّق کی دنیا مختلف ہوتی ہے۔ شاعر کی فکر، جذبات، احساسات، ماحول اور زندگی کی داخلی اور خارجی کیفیات کے گرد گھومتی ہے۔ کبھی اس کی آواز میں بہاروں کے نغموں کی گونج سنائی دیتی ہے کبھی آہیں، چیخیں اور درد کی تڑپ لفظوں کا روپ دھار کر اس کے دل سے نکلتی ہے۔ جو ماحول کو اداس اور سوگوار بنا دیتی ہے۔ آرائشِ گفتار، معنی آفرینی، گھماؤ بناؤ شاعر کی فطرت کا وصف ہے، جو اس کی نثری تحریروں میں بھی جھلکتا ہے۔ لیکن محقّق کی مثال ایک کوہ کن کی سی ہے جو پہاڑوں کا سینہ چیر کر ان رازہائے سربستہ کا انکشاف کرتا ہے، جو زمانے کی نظروں سے مخفی تھے۔ تلاش و جستجو اس کی فکر کا محور اور زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔ تحقیق کی راہیں نہایت دشوار گزار، اُوبڑکھابڑ اور خشک ہوتی ہیں، جہاں قدم قدم پر رکاوٹیں، مشکلیں سر اٹھائے کھڑی رہتی ہیں۔

مالک رام صاحب ایسے محقّق تھے جو نہ صرف تحقیق کے اصولوں اور ضابطوں سے پوری طرح واقف تھے بلکہ اُن پر عمل پیرا بھی تھے۔ اسی لیے ان کی تحریروں اور خاص طور پر خطوط میں اس موضوع کی خشکی بخوبی محسوس کی جا سکتی ہے۔ غالب اور مالک رام کے خطوط میں یہی بنیادی فرق ہے۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ مالک رام صاحب کے خطوط میں غالب کا رنگ نمایاں ہے۔ میرے کہنے کا مقصد قطعی یہ نہیں ہے کہ مالک رام صاحب نے غالب کا تتبّع کیا ہے یا عمداً غالب کا سا انداز اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔

دراصل مالک رام صاحب صحیح معنوں میں محقّق تھے۔ انھوں نے صرف نام و نمود کے لیے تحقیق جیسے خشک موضوع کی دشوار گزار راہوں کی خاک نہیں چھانی بلکہ یہ ان کی فطرت کا تقاضا تھا۔ وہ پیدائشی محقّق تھے۔

مالک رام صاحب کی عمر اس وقت ۳۲ سال تھی، جب غالبیات سے ان کی دلچسپی بڑھی اور پھر غالبیات کی تلاش ان کی زندگی کا مقصد بن گیا۔ وادیٔ غالب کی سیر کرتے ہوئے وہ غالب کے ساتھ اتنی دور نکل گئے کہ غالب ان کی روح کی گہرائیوں میں اُتر گئے۔ ذہنی طور پر غالب سے مالک رام صاحب کی قربت کے پیش نظر یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ

مالک رام صاحب کی فکر، خیالات، اسلوب اور زبان غالب سے متاثر ہوگئی۔ مالک رام صاحب کو غالب سے جو عشق تھا اسی کا نتیجہ مالک رام صاحب کا تحریر کردہ خاکہ "مرزا غالب" ہے جو انھوں نے غالب کے انتقال کے سو سال بعد لکھا۔ ان کی وہ دیرینہ آرزو کہ وہ غالب کے ساتھ جیتے۔ انھوں نے اس خاکے کے ذریعے پوری کی۔

غالب اور مالک رام صاحب کے خطوط میں مماثلت کی چند مثالیں پیش ہیں:

غالب : "خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر ناپرسیدہ بخش دیا تو خیر، اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ زاویہ ہے۔ دوزخ جاوید ہے اور ہم۔ ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے۔"

بنام میاں داد خاں سیاح، ۳۱؍ دسمبر ۱۸۶۰ء
خطوطِ غالب مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم

مالک رام : "پچھلے اڈیشن کا ایک نسخہ انھوں نے ہدیتاً مجھے بھیجا تھا۔ وہی میرے پاس ہے۔ ہائے کیسی بُری چھپائی ہے۔"

بنام مختار الدین احمد، ۲۴؍ مارچ ۱۹۵۰ء

غالب : "اگلوں کے خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی یا اور ہائے کیا اچھا شیوہ ہے جب تک یوں نہ لکھو، گویا وہ خط ہی نہیں ہے۔"

بنام میر مہدی مجروح ۲۲؍ ستمبر ۱۸۶۱ء
خطوطِ غالب مرتّبہ ڈاکٹر خلیق انجم

مالک رام : "آپ کب تک واپس جا رہے ہیں۔ ہائے کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہمنشیں۔"

بنام مختار الدین احمد، ۱۵؍ اگست ۱۹۴۹ء

غالب : "اے تم نے کہا بھی کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ ذکر نہ کرو۔ حضرت "ذکر" مضاف کیوں کر ہو سکتا ہے۔"

بنام مرزا ہرگوپال تفتہ، دسمبر ۱۸۵۲ء
خطوطِ غالب، مرتّبہ ڈاکٹر خلیق انجم

مالک رام : "اے ہاں یہ تو فرمایئے کہ کیا آپ کے دوست "ذکرِ غالب" کا دوسرا اڈیشن چھاپنے پر آمادہ ہیں۔"

بنام مختار الدین احمد ۱۵ر اگست ۱۹۴۹ء

غالب : "اللہ اللہ دلّی نہ رہی اور دلّی والے اب تک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں۔"

بنام میر مہدی مجروح ۱۸۶۱ء
خطوطِ غالب، مرتّبہ ڈاکٹر خلیق انجم

مالک رام : اللہ اللہ اس بات پر بھی ۱۳۔ ۱۴ سال کی مدّت گزر گئی۔"

بنام پروفیسر مختار الدین احمد، ۱۷ر نومبر ۱۹۵۰ء

غالب : "خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری رائے میں یوں آیا ہے۔ اور میں نہیں لکھ سکتا کہ موقع کیا اور مصلحت کیا ہے؟"

بنام مرزا ہرگوپال تفتہ، ۲۸ر مارچ ۱۸۵۳ء
خطوطِ غالب، مرتّبہ ڈاکٹر خلیق انجم

مالک رام : "اگر یہ سکّہ انھوں نے غالب سے منسوب کیا ہے تو ظاہر ہے کہ کسی نے

اُن سے یوں کہا ہوگا۔"

بنام پروفیسر گوپی چند نارنگ، ۷/۳/۱۹۵۹ء

مرزا غالب اور مالک رام صاحب کے خطوط کو سامنے رکھ کر اگر موازنہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ان دونوں حضرات کے خطوط میں کس حد تک مماثلت ہے۔

خطوطِ غالب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب نے القاب وآداب پر خاص توجہ دی ہے۔ انھوں نے مکتوب الیہ کی حیثیت اور رشتے کے مطابق القاب و آداب استعمال کیے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ القاب کے بعد فوراً خط کا مضمون شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح مالک رام صاحب کے پیش نظر بھی القاب و آداب لکھتے ہوئے مکتوب الیہ کی حیثیت اور رشتہ رہتا ہے۔ انھوں نے القاب مختصر بھی لکھے ہیں اور طویل بھی۔ القاب کے بعد مالک رام بھی خط کا مضمون شروع کر دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ مالک رام صاحب نے زیر نظر خطوط میں بیشتر وہی القاب استعمال کیے ہیں جو خطوطِ غالب میں ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے:

غالب : 'جانِ غالب' بنام علاء الدین احمد خاں علائی، خطوطِ غالب مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم۔

مالک رام : 'جانِ آرزو' بنام پروفیسر مختار الدین احمد

غالب : 'بندہ پرور' بنام مرزا ہرگوپال تفتہ، خطوطِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم۔

مالک رام : 'بندہ پرور' بنام پروفیسر جگن ناتھ آزاد۔

غالب : 'جناب منشی صاحب' بنام میاں داد خاں سیاح، خطوطِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم۔

مالک رام : 'جناب ظفر صاحب' بنام ظفر ادیب۔

غالب : 'کیوں صاحب' بنام مرزا ہرگوپال تفتہ خطوطِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم۔

مالک رام : 'کیوں بھائی' بنام پروفیسر گیان چند جین۔

غالب : 'بھائی' بنام مرزا ہرگوپال تفتہ خطوطِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم۔

مالک رام : 'بھائی' بنام پروفیسر مختار الدین احمد۔

غالب : 'صاحب' بنام مرزا ہرگوپال تفتہ، خطوطِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم۔

مالک رام : 'صاحب'، بنام پروفیسر گوپی چند نارنگ۔

غالب : 'میرے مہربان'، بنام مرزا ہرگوپال تفتہ، خطوطِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم۔

مالک رام : 'میرے مخدوم'، بنام حضرت دل شاہجہانپوری۔

غالب : 'حضرت'، بنام مرزا ہرگوپال تفتہ، خطوطِ غالب، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم۔

مالک رام : 'حضرت'، بنام پروفیسر نثار احمد فاروقی۔

مرزا غالب کے کچھ خطوط ایسے ہیں جو بغیر القاب کے لکھے گئے ہیں۔ مالک رام صاحب کے زیرِ نظر خطوط میں صرف ایک خط (بنام ڈاکٹر خلیق انجم) بغیر کسی القاب کے لکھا گیا ہے۔

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مالک رام صاحب غالب سے اس حد تک متاثر ہیں کہ ان کی تحریروں میں غالب کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً حنیف نقوی صاحب کے نام مالک رام صاحب کا خط اس طرح شروع ہوتا ہے۔

"صاحب میں آپ کا قصوروار ہوں۔ آپ کے کتنے خطوط کا جواب میرے ذمّے ہے اور آجکل کرنے میں مہینوں گزر گئے۔ معافی چاہتا ہوں۔"

اس اقتباس میں جو برجستگی، بے تکلفی اور غیر رسمی سا انداز ہے وہ سو فی صدی غالب کا ہے۔ یا مالک رام صاحب کا یہ فقرہ۔

"صاحب ہمیں غالب نمبر کی کتابت سے بہت شکایت ہے۔"

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ غالب کا اسلوب نہیں ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :

"اب حال یہ ہے کہ کیا مجھے اپنا تذکرہ مکمل کر کے شائع کرنا چاہیے یا اس کام سے ہاتھ اٹھا لوں۔"

بنام پروفیسر مختار الدین احمد

روزانہ خطوط لکھنے کی تعداد

مالک رام صاحب کا حلقۂ احباب جو ہندوستان، پاکستان اور دیگر ممالک کے شاعروں، ادیبوں پر مشتمل تھا، کافی وسیع تھا۔ دوسرے ان کی زندگی کا بڑا حصہ بسلسلۂ

ملازمت ہندوستان سے باہر گزرا۔ وہاں بھی انھوں نے اپنے علمی و ادبی کاموں کو جاری رکھا، جہاں نہ مطلوبہ کتابیں میسر تھیں نہ دوسرے ذرائع۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے شاعروں، ادیبوں سے رابطے کا واحد ذریعہ خط و کتابت ہی تھا۔ انھوں نے ہندوستان پاکستان میں مقیم سیکڑوں ادیبوں، شاعروں اور مدیروں کو خطوط لکھے۔

زیر نظر خطوط میں ان کے ایسے خطوط کی تعداد زیادہ ہے، جو انھوں نے بیرونِ ملک سے لکھے۔ یہی وجہ ہے کہ مالک رام صاحب کے خطوط لکھنے کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

میں نے ایک ملاقات میں مالک رام صاحب سے دریافت کیا کہ جب آپ ہندوستان سے باہر تھے اس وقت روزانہ کتنے خط لکھتے تھے۔ اور اب روزانہ خطوط لکھنے کی تعداد کتنی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ "چوں کہ اس وقت دوست احباب سے رابطہ کا ذریعہ صرف خطوط تھے، اس لیے تعداد بہت زیادہ تھی۔ اب کم خط لکھنے پڑتے ہیں۔ لیکن اب بھی دس بارہ خطوط روزانہ لکھتا ہوں۔"

ایک نشست میں لکھتے تھے

مالک رام صاحب کی عادت تھی کہ وہ عموماً خط ایک نشست میں لکھتے تھے۔ خواہ خط طویل ہو یا مختصر۔

پس نوشت

مالک رام صاحب کا شاید ہی کوئی خط ایسا ہو جس میں پس نوشت نہ ہو۔ خط پوسٹ کرنے سے پہلے انھیں ہمیشہ کوئی بات یاد آجاتی جسے وہ پس نوشت میں لکھتے تھے۔ میرے خیال میں اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ چوں کہ وہ خطوط کسی مقصد کے تحت لکھتے تھے۔ کبھی معلومات فراہم کرنے کے لیے، کبھی اپنی ضرورت کی کتابیں منگانے کے لیے۔ نارنگ صاحب کے نام بیشتر خطوط کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خط سپرد ڈاک کرتے کرتے ان کے ذہن میں کوئی اہم نکتہ یا ضروری بات یاد آجاتی اور انھیں پس نوشت لکھنا پڑتا۔

خطوط پر تاریخ

مالک رام صاحب نے خطوط پر تاریخِ تحریر لکھنے میں نہایت پابندی برتی ہے۔ زیر نظر خطوط میں صرف تین خط ایسے ہیں جن پر تاریخ تحریر درج نہیں ہے۔ دو خط پروفیسر گیان چند جین کے نام ہیں اور ایک خط پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے نام۔ ایک خط ظفر ادیب صاحب کے نام ایسا بھی ہے، جس پر صرف تاریخ ۱۱ ستمبر تحریر ہے۔ سن نہیں ہے۔

مالک رام صاحب نے خط پر تاریخ تحریر عموماً خط کے آغاز سے پہلے دائیں طرف لکھی ہے۔ لیکن چند خطوط پر خط کے اوپر بالکل درمیان میں خط کی پیشانی پر لکھی ہے۔ بعض خط ایسے بھی ہیں کہ تاریخ تحریر خط کے اختتام پر سب سے نیچے درج ہے۔

خط پر تاریخ دو طرح سے لکھی گئی ہے۔ کسی خط میں لفظوں میں جیسے (یکم مارچ ۱۹۵۳ء) کہیں ہندسوں میں مثلاً (۷، ۱۲، ۱۹۷۱) اردو اور انگریزی دونوں ہندسوں کا استعمال کیا ہے۔

خطوط پر صرف تاریخ عیسوی تحریر ہے، ہجری نہیں ہے اور نہ ہی دن یا وقت وغیرہ۔ خط کے اختتام پر اپنا نام ہمیشہ مقفیٰ کر کے والسلام والاکرام خاکسار مالک رام لکھتے تھے۔

مشاہیر کے خطوط پر تاریخ تحریر کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ خطوط سے ہمیں زمانۂ مخصوص کے تاریخی، سماجی، سیاسی، علمی و ادبی حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور خط کی تاریخِ تحریر اس عہد کا تعین کرتی ہے۔

پیڈ اور اِن لینڈ کا استعمال

مالک رام صاحب نے خطوط لکھنے کے لیے لیٹر پیڈ اور ان لینڈ دونوں کا استعمال کیا ہے۔ لیکن ان لینڈ پر لکھے ہوئے خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ انھوں نے بیرونِ ملک سے بھی خط لکھنے کے لیے ان لینڈ لیٹر کا ہی استعمال کیا ہے، جس کی قیمت اس وقت دس نئے پیسے تھی۔ مالک رام صاحب اپنی ڈاک ہندوستانی سفارت خانے کے ذریعے ہندوستان بھیجتے تھے۔

میں نے اس سلسلے میں مالک رام صاحب سے گفتگو کی کہ آپ بیرونِ ملک مصر، بغداد اور بلجیم سے بھی اپنے ہندوستانی احباب کو اِن لینڈ لیٹر ہی لکھتے ہیں۔ اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔ انھوں نے فرمایا:

"بس ایک سہولت تھی اسی کا فائدہ ہوا۔ ایک تو سفارت خانے کے ذریعے ڈاک بھیجنا محفوظ ہے۔ ضائع ہونے کا احتمال نہیں ہے۔ دوسرے میرا ڈاک خرچ بہت زیادہ ہے، اس میں کفایت شعاری کا پہلو بھی تھا۔ ان لینڈ لیٹر بھی اسی کے توسط سے اکٹھا منگا لیا کرتا تھا۔ اب بھی میری عادت ہے کہ لفافے، پوسٹ کارڈ اور اِن لینڈ اکٹھا منگا کر رکھ لیتا ہوں۔

مالک رام صاحب نے خط کے لیے پوسٹ کارڈ کا بھی استعمال کیا ہے۔ مجموعۂ خطوط میں پروفیسر نثار احمد فاروقی کے نام بیشتر خطوط پوسٹ کارڈ پر ہیں۔ اس کے علاوہ اُردو اور انگریزی میں چھپے ہوئے چار سائز کے لیٹر ہیڈ بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ ۶×۹ انگریزی بائیں طرف صرف ایم۔ آر۔ بوبجا۔ ۷×½ ۸ (انگریزی) بائیں طرف مالک رام اور دائیں طرف پتا۔ ۷×½ ۸ (اردو) بائیں طرف پتا اور دائیں طرف مالک رام۔ ۶×½ ۸ (اردو) دائیں طرف صرف مالک رام چھپا ہوا ہے۔

کچھ خطوط مالک رام صاحب نے سادے کاغذ پر بھی لکھے ہیں۔ جن پر ہاتھ سے نام اور پتا انگریزی میں لکھا ہے۔

ہر مکتوب نگار کا خط لکھنے کا اپنا اپنا الگ انداز ہوتا ہے۔ مثلاً قاضی عبدالودود مرحوم ہمیشہ پوسٹ کارڈ پر خط لکھتے تھے۔ خط کا مضمون طویل ہو جانے پر مضمون کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے دوسرے اور کبھی کبھی تیسرے پوسٹ کارڈ پر خط مکمل کرتے تھے۔ مجھے یاد نہیں، لیکن کسی صاحب نے بتایا تھا کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان سلسلہ وار پوسٹ کارڈوں میں سے کوئی پوسٹ کارڈ مکتوب الیہ کو پہنچنے کے بجائے ڈاک کی نذر ہو جاتا تھا۔ قاضی صاحب کو اس کا علم تھا۔ لیکن انھوں نے پھر بھی کاغذ کا استعمال نہیں کیا۔ ہمیشہ پوسٹ کارڈ پر ہی خط لکھتے رہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس طرح خط بے ربط ہو جاتا ہے۔

انجمن کے گوشۂ خطوط میں قاضی صاحب مرحوم کے جو خطوط محفوظ ہیں، وہ تمام پوسٹ کارڈ پر ہیں۔

رشید احمد صدیقی مرحوم کے خطوط بھی انجمن کے گوشۂ خطوط میں محفوظ ہیں اور سب پوسٹ کارڈ پر ہیں۔

مالک رام صاحب نے خطوط میں اوقاف کی علامتوں کا خاص خیال ملحوظ رکھا ہے۔ ضرورت کے مطابق ڈیش، کاما، سوالیہ نشان کی علامتیں لگائی ہیں۔

پیراگراف کی بھی پابندی کی ہے۔ ایک پیراگراف ختم ہونے پر دوسرا پیراگراف نئی سطر سے شروع کیا ہے۔

اس مجموعے میں شامل خطوط کی کل تعداد ۱۸۸ ہے۔ ان میں سے ۵۰ (پچاس) خطوط انجمن ترقی اردو (ہند) کے گوشۂ خطوط سے دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ تمام خطوط غیر مطبوعہ ہیں۔ مطبوعہ خطوط جو "نقوش" (لاہور) کے مکاتیب نمبر سے لیے گئے ہیں، ان کی تعداد ۳۷ (سینتیس) ہے۔ ۴ (چار) خطوط بنام ڈاکٹر آمنہ خاتون ایک ایسے رسالے سے حاصل ہوئے، جس کا سرورق غائب تھا اور رسالہ بہت خستہ حالت میں تھا، اسی لیے اس کا نام اور تاریخِ اشاعت کا پتا نہیں چل سکا۔ کئی محترم حضرات نے میری درخواست پر کافی تعداد میں اپنے نام مالک رام صاحب کے خطوط عنایت فرمائے۔ ان میں کچھ خطوط ایسے تھے، جن کی اشاعت کی مالک رام صاحب نے اجازت نہیں دی۔

میں نے ہر مکتوب الیہ کے نام خطوط تاریخ وار ترتیب دیئے ہیں۔ جن خطوط پر تاریخِ تحریر درج نہیں ہے، ایسے خطوط کی تعداد صرف پانچ ہے۔ ایک خط بنام ظفر ادیب ایسا ہے، جس پر تاریخ تحریر تو ہے، لیکن سن نہیں ہے۔ ان خطوط کو متعلقہ مکتوب الیہ کے نام خطوط کے آخر میں ترتیب دیا گیا ہے۔

املا

جیسا کہ میں عرض کر چکی ہوں۔ مالک رام صاحب نے بعض الفاظ کی املا مختلف طریقے

سے لکھی ہے، لیکن میں نے متن کی املا جدید اصولِ املا کے تحت رکھی ہے اور کوشش کی ہے کہ املا کی یکسانیت قائم رہے۔

پتے

مالک رام صاحب کا کوئی خط میری نظر سے ایسا نہیں گزرا، جس پر ان کا پتا لکھا ہوا نہ ہو۔ خط خواہ اِن لینڈ پر لکھا گیا ہو یا پوسٹ کارڈ پر یا لیٹر پیڈ پر کسی خط پر پتا اردو اور کسی پر انگریزی میں لکھا گیا ہے۔ جن خطوط پر انگریزی میں پتے لکھے گئے ہیں، انھیں دینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔

خط کا عکس

کتاب کے شروع میں مالک رام صاحب کے اہم خط کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے۔

مکتوب الیہم کی تعداد

اس مجموعے میں شامل مکتوب الیہم کی تعداد ۲۲ ہے۔ کتاب کی ضخامت کے پیش نظر ان حضرات کے حالاتِ زندگی دینے سے گریز کیا گیا ہے۔

مالک رام صاحب نے بہت خوش حال اور باضابطہ زندگی گزاری۔ ۱۹۶۵ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر جب وہ ہندوستان آئے تو یہاں کے معیاری علمی و ادبی اداروں نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ذہنی طور پر مالک رام صاحب اپنی آخری عمر تک ورکنگ آرڈر میں رہے اور مالی اعتبار سے بھی انھیں شاید کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ ریٹائرڈ ہیں۔ اس میں ان کی دور اندیشی اور سوجھ بوجھ کو دخل رہا۔

ہندوستان واپس آنے کے بعد مالک رام صاحب مختلف کرایے کے مکانوں میں رہے۔ آخر میں وہ اپنی بڑی صاحبزادی کے مکان واقع ڈیفنس کالونی میں قیام پذیر ہو گئے۔ جہاں وہ مرتے دم تک رہے۔ اس مکان کا کرایا ۱۰۰۰/- (ایک ہزار) روپے ماہانہ اپنی بیٹی کو

ادا کرتے رہے۔

مالک رام صاحب نے گریٹر کیلاش نئی دلی میں ایک مکان بھی تعمیر کیا تھا، جو غالباً ۱۹۷۱ء میں مکمل ہوا تھا۔ لیکن اس مکان میں انھوں نے رہائش اختیار نہیں کی۔ دورانِ گفتگو ڈاکٹر خلیق انجم نے بتایا کہ یافت کی غرض سے مالک رام صاحب نے وہ مکان فروخت کر کے رقم جالندھر موٹر ایجنسی میں لگادی تھی۔

مالک رام صاحب کے بچوں میں تین بیٹیاں اوشا، ارونا اور بشریٰ ہیں۔ دو بیٹے آفتاب اور سلمان، دونوں بیٹے اور منجھلی بیٹی ہندوستان سے باہر رہتے ہیں۔ مالک رام صاحب کی بیگم محترمہ وِدّیا وتی (مرحومہ) کا انتقال مالک رام صاحب سے تقریباً سوا دو سال بعد، جون ۱۹۹۵ء کو بعارضہ قلب مول چند اسپتال نئی دلی میں ہوا۔

مالک رام صاحب دل کے مریض تھے۔ کئی بار ان پر دل کا دورہ پڑ چکا تھا۔ لیکن انتقال سے آٹھ دس دن قبل انھیں نزلہ بخار اور سانس میں گھٹن کی شکایت تھی۔ طبیعت زیادہ خراب ہونے پر انھیں مول چند اسپتال نئی دلی میں داخل کیا گیا۔ لیکن ان کی حالت بگڑتی گئی اور ۱۶ر اپریل ۱۹۹۳ء کی صبح ۵ بجے اردو دنیا نے اپنا ایک انمول رتن کھو دیا۔ اردو کے اس مجاہد کی موت سے درحقیقت ایک دور کا خاتمہ ہو گیا۔

مالک رام صاحب کے جسدِ خاکی کو برقی قوت سے چلنے والے لودھی روڈ شمشان گھاٹ میں سپردِ آتش کیا گیا۔

جہاں مالک رام صاحب کو سپردِ آتش کیا گیا تھا، وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ آخری رسومات ادا کرنے کے بعد جب لوگ وہاں سے رخصت ہو گئے اور شام کا اندھیرا بڑھنے لگا تو مالک رام صاحب کے کوئی دیوانے عاشق محبت اور جذبات سے مغلوب ہو کر چھپتے چھپاتے شمشان گھاٹ پہنچے، ان کا مقصد کیا تھا یہ تو وہ جانیں۔ لیکن ہمارا قیاس ہے کہ وہ ان کے پھول لینا چاہتے تھے کہ عین اسی وقت چوکیدار کی نگاہ ان پر پڑ گئی اور ان صاحب کو جان بچا کر بھاگنا پڑا۔

مالک رام صاحب ممتاز محقّق تھے اور بلند پایہ عالم لیکن وہ پیدائشی طالب علم تھے اور

زندگی بھر طالب علم کی حیثیت سے علم کے حصول کے لیے سرگرداں رہے اور جو علم انھوں نے حاصل کیا اُسے اپنی گرانقدر تصنیفات و تالیفات کی صورت میں کرنوں کی طرح بکھیر دیا اور یہ علم کی کرنیں یقیناً صدیوں تک ذہن کو روشن کرتی رہیں گی۔ مطالعہ مالک رام صاحب کی زندگی کا حصّہ تھا۔ اور کتابیں ان کی زندگی۔ تشنگیِ علم کو بُجھانے کے لیے وہ کمزور صحت اور ضعیف العمری کے باوجود آخری دم تک علمی و ادبی کام انجام دیتے رہے۔

مالک رام صاحب کی آخری کتاب "نثر ابوالکلام آزاد کا انتخاب" ہے، جو ۱۹۹۲ء میں ہریانہ اردو اکیڈمی سے شائع ہوئی اور ان کی آخری تحریر جو انھوں نے میرے مضمون "خواجہ احمد فاروقی ادیبوں کی نظر میں" کے لیے لکھی تھی۔ یہ تحریر کتاب نما کے خصوصی شمارے "خواجہ احمد فاروقی شخصیت اور ادبی خدمات"، مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم فروری ۱۹۹۳ء میں چھپی ہے، جو درج ذیل ہے۔

"اردو میں خالص انشاء پرداز بہت کم ہوئے ہیں۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ ہمارے بیشتر اساتذہ نے مختلف میدانوں میں تحقیق کا درجہ حاصل کیا ہے۔ کوئی محقق ہے، کوئی مورخ، لیکن اگر ان کے خاص میدان کے باہر ان سے متعلق بات کریں تو نہ خود ان سے انصاف ہوگا نہ پڑھنے والوں کو یقین آئے گا۔ صرف انشاء کے بل بوتے پر بہت کم لوگوں نے اپنا لوہا منوایا ہے۔ میں ان ہی میں خواجہ احمد فاروقی کا شمار کرتا ہوں۔ وہ انشاء پردازی کے استاد ہیں۔ ان کی زبان اور اسلوبِ تحریر میں اور عبارت کے دروبست میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو انھیں کامیاب اور ممتاز انشاء پرداز کا درجہ دینے کے لیے کافی ہیں۔ اس میدان میں انشاء اللہ ان کا نام تاریخِ ادب اردو میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔"

خطوط

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

۱

اسکندریہ ۹ دسمبر ۱۹۵۱ء

کرم فرمائے من! گرامی نامہ موصول ہوا۔ شکریہ قبول فرمائیں۔ دکن میں دو ہفتے کا شکریہ پیشگی عرض کرتا ہوں۔ غالباً یہ وہی مضمون ہے جو میں نے دو تین قسطوں میں الجمعیۃ (دہلی) میں دیکھا تھا۔

یکم جنوری آئندہ سے میں تین مہینے کی رخصت پر وطن آرہا ہوں اس لیے اپنی منظومات کے دونوں مجموعے بھجوانے کی زحمت نہ کریں۔ وہاں پہنچ کے خود لے لوں گا انشاءاللہ مزید کوئی خاص بات لکھنے کی نہیں۔

قبلہ حضرت محرومؔ صاحب مدظلہٗ کی خدمت عالیہ میں بھی اب نیاز ذاتی حاصل کروں گا۔ آپ کو کیا معلوم! ہمارے تعلقات اگرچہ بہت دن سے منقطع ہیں، لیکن کسی زمانے میں خط و کتابت کا سلسلہ تھا۔ ہائے یہ قصہ ہے جب کا کہ آتشؔ جوان تھا۔ کیا دن تھے وہ بھی!

حضرت عرشؔ ملسیانی مدظلہٗ، اور جوشؔ ملیح آبادی مدظلہٗ، دونوں کی خدمت میں بھی سلام نیاز عرض کرتا ہوں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲

۲۰/۸/۱۹۵۸ء

بندہ پرور۔ آداب و تسلیمات۔

۱۔ دیوانِ غالب کا غلط نامہ مرسل ہے۔ ۲۔ حامل کو تاریخ مانده دے دیں جو باقی

صاحب نے ارسال کی ہے۔
۳۔ اسے سری کیلاش چندر جی کا پتا بتا دیں۔ ان کے لیے ایک پارسل اسے دے رہا ہوں۔
والسلام خاکسار۔ مالک رام

۳

نئی دلی۔ ۷ جولائی ۱۹۶۷ء

برادرِ عزیز۔

میں آج دن بھر آپ سے ٹیلیفون پر بات کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کامیاب نہیں ہوا میں پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ مولانا دریابادی والے معاملے کا کیا ہوا؟ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ معلوم کر کے مجھے اطلاع دیں گے۔ آپ نے بھی ٹیلیفون نہیں کیا۔

کل آپ کی طرف سے ایک خط اور ایک پوسٹ کارڈ ملے۔ خط میں چغتائی کا مضمون تھا۔ اس کے ساتھ آپ نے لکھا تھا کہ منسلک خط ماچوے صاحب یا جو بھی دوسرے صاحب اس موضوع سے متعلق ہوں، یہ انھیں دے دیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ کوئی اور ملفوف تھا ہی نہیں۔

پوسٹ کارڈ میں گوریکر اور ملک راج آنند کے پتے دریافت کیے گئے تھے۔ گوریکر کا پتا تو میں نے آپ کو ٹیلیفون پر کل بتا دیا تھا۔

آنند صاحب کا پتا ہے:

CHAIRMAN
LALIT KALA ACADEMY
RABINDRA BHAVAN
35 FEROZESHAH ROAD
NEW DELHI-1

خاکسار مالک رام

۴

نئی دلّی ۲۲ستمبر۱۹۶۷ء برادرِ عزیز۔

آج آپ بھی چھٹی پر ہیں، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کب تک چھٹی پر رہیں۔ اس لیے یہ خط لکھ رہا ہوں۔

پرسوں اتوار ۹/۲۴ کو دوپہر کا کھانا میرے ساتھ کھانے کی زحمت گوارا فرمائیں بوشؔ صاحب کو بھی بلایا ہے

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۵

۲۸/ فروری ۱۹۷۰ء

برادرِ عزیز، میں نے ٹیلفون پر کہا تھا کہ آپ کو پیغام دے دیا جائے۔ اور آپ مجھے ٹیلفون کریں لیکن یا تو آپ کو پیغام نہیں ملا یا آپ دوبارہ کہیں مشاعرہ بازی کے چکّر میں پھنس گئے ہیں۔

مجھے ایک ضروری کام ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ کے دوست پرویز صاحب اشتہار دینے دلانے کے سلسلے میں مفید ہو سکتے ہیں۔ کیا تحریر کے لیے اشتہار نہیں مل سکتا؟ اس سے میرا کچھ خسارہ ہی کم ہو جائے گا۔

والسلام والاکرام۔ خاکسار مالک رام

۶

نئی دلّی ۱۸/ جنوری ۱۹۷۱ء

برادرم۔

پرسوں آپ کا خط ملا۔ تراشہ دلچسپ تھا ۲۲/ کو آپ کا انتظار رہے گا۔

والسلام خاکسار مالک رام

۷

۱۸/ جنوری ۱۹۷۳ء

برادرم آپ سری نگر پہنچ کر بھول گئے۔ آج تک نہ بیرونی والے مضمون کے نسخے موصول ہوئے، نہ A.I.R. کی طرف سے کوئی رقم۔ ذرا توجہ دلائیے۔

دوسری بات وہی سید میر قاسم صاحب سے "نذرِ عابد" کے لیے کچھ دلوانے کی ہے
زیدی صاحب نے بھی غالباً ان کی خدمت میں اس سلسلے میں ایک خط لکھا ہے؛ اس
کا بھی کوئی جواب نہیں ملا ہے۔ کیا اس کے بارے میں کچھ نہیں ہو سکتا؟ مجھے یہ
سارا خرچ اپنی جیب سے دینا پڑے گا۔

میں نے یہاں کشمیر ایمپوریم میں اپنا آدمی بھیجا تھا کہ وہاں سے شہد لے آئے
انھوں نے بتایا کہ ہمارے ہاں کا اسٹاک ختم ہو چکا ہے۔ پس اگر کوئی آنے والا
ہو تو اس کے ہاتھ دو بوتل شہد بھیج دیجیے۔

والسلام والاکرام۔ خاکسار مالک رام

۸

۵ / فروری ۱۹۷۴ء

برادرِ عزیز! افسوس کہ آپ کی آخری آمد دلّی کے موقع پر ملاقات نہ ہو سکی
آپ نے بھی اتنے دن کے قیام میں دوبارہ کوشش نہ کی۔

مجھے آج تک سری نگر ریڈیو والوں کی طرف سے "بیرونی" والی تقریر کا
معاوضہ نہیں ملا۔ رقم اتنی تھوڑی ہے کہ بار بار کہتے ہوئے بھی شرم آنے لگی ہے
آخر اس میں مانع کیا ہے؟ اور خود آپ نے اسے سائیکلوسٹائل کرا کے چند
نسخے بھجوانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ بھی پورا نہ ہوا۔ میرے پاس اس کی نقل نہیں ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ "عادل رشید" کے بارے میں تحریر میں جو مضمون چھپا تھا
اس کے شروع میں نوح ناروی کا ایک مصرع دیا تھا۔

چڑھیں ریل پر اور پہنچیں سراتھو سراتھو سے نو میل دکھن ہے نارہ

آپ نے ایک ملاقات کے دوران میں اس کا پہلا مصرع پڑھا تھا۔ اسے بھول
گیا ہوں۔ ذرا لکھ بھیجیے، تاکہ اسے محفوظ کر لوں۔

بملا سے نمستے کہیے۔ بچوں کو پیار۔

والسلام۔ خاکسار مالک رام

۹

یکم جنوری ۱۹۷۵ء سالِ نو مبارک ہو۔

برادرِ عزیز مجھے اقبال کی کسی تفصیلی اور مستند سوانح عمری[۱۳] کی اشد اور فوری ضرورت ہے۔ آپ کے پاس یقیناً اس موضوع پر کچھ کتابیں ہوں گی اور انگریزی کی جو کتابیں اس سلسلے کی ہوں، وہ ساتھ لیتے آیئے، یہ اس لیے کہ آپ نے دسمبر کے اواخر کی واپسی کا ذکر کیا تھا۔

اگر آنے میں کچھ تاخیر کا امکان ہو، تو پھر ان کے بھیجنے کا کچھ اور انتظام کیجیے۔

بملا رانی سے نمستے کہیے بچوں کو پیار

خاکسار مالک رام

۱۰

۱۳ دسمبر ۱۹۷۶ء

برادرِ عزیز

آپ سے دو بار بات ہوئی اور میں دونوں مرتبہ ایک بہت ضروری درخواست کرنی بھول گیا۔

۲۲ اگست کو ملّا واحدی[۱۴] کا کراچی میں انتقال ہو گیا اور ۱۷ نومبر کو پروفیسر وقار عظیم[۱۵] کا لاہور میں۔ جنگ[۱۶] اور نوائے[۱۷] وقت دونوں آپ کے پاس بھیج دیے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں مرحومین کے بارے میں ان اخبارات میں مضامین شائع ہوئے ہیں۔ بہت کرم ہو اگر کسی سے کہہ کر وہ تراشے بھجوا سکیں نومبر کا پرچہ تو شاید آسانی سے مل جائے، البتہ ۲۲ اگست کے بعد کے پرچے تلاش کرنے میں کچھ محنت کرنا پڑے گی۔ بہر حال یہ کام آپ ہی کر سکتے ہیں۔

سب سے پیار کہیے گا۔

والسلام والاکرام۔ خاکسار مالک رام

پس نوشت۔ ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ کلیمؔ احسن کلیم[۱۸] پرسوں لاہور میں ۱۱ دسمبر

کی شب میں انتقال کر گئے۔ اس کا بھی خیال رکھیے گا۔

۱۱

۱۳ر فروری ۱۹۷۷ء

برادرِ عزیز نمستے۔

کل ساہتیہ اکاڈیمی کی گورننگ کونسل کی میٹنگ تھی۔ اس میں اگلے پانچ برس کے لیے ملک کے ممتاز دانشوروں میں سے آٹھ اصحاب کا انتخاب بھی کیا جاتا ہے مقامِ مسرت ہے کہ آپ کو منتخب کر لیا گیا۔ میری طرف سے مبارک قبول ہو۔ اس کے اجلاس تو سال میں دو ایک بار ہی ہوتے ہیں، لیکن اس طرح دلّی آنے کا موقع ملے گا! اور ملک کی دوسری زبانوں کے ادیبوں اور دانشوروں سے ملاقات بھی رہے گی۔

ہم دونوں کی صحت ٹھیک ہے دعا کرتے رہیے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۲

۸ر مارچ ۱۹۷۷ء

برادرم آپ کے سب خط ملے۔ شکریہ۔

اگر کتاب[۱۹] کا عنوان میرے نام ایسا ہی ضروری ہے تو صرف میرا نام ہونا چاہیے باقی عبارت قطعاً غیر ضروری ہے۔ بہر حال ابھی تو وقت ہوگا۔ اگر آپ کا یہاں آنا ہوا تو بات ہوگی۔

بملا سے ملاقات نہیں ہوئی، وہ اب تو واپس پہنچ چکی ہوگی۔

ودیا[۲۰] کی طبیعت پھر چند دن سے خراب ہے۔ وہ اچھی خاصی تندرست ہو گئی تھی۔ خدا معلوم یہ کیا افتاد پڑی۔

سب سے پیار کہیے۔ والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۳

۱۲ر فروری ۱۹۸۲ء

عزیزی، میں اس دن آپ سے اختؔر اورینوی والی نظم سے متعلق دریافت کرنا بھول گیا۔ براہِ کرم اسے ایک نظر دیکھ کر جلد بھیج دیجیے۔ تذکرہ معاصرین (۴) کی کتابت مکمل ہو رہی ہے۔ اگر آپ کا خط نہ ملا، تو تاخیر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

بملا سے نمستے کہیے گا۔ پونم سے پیار

خاکسار۔ مالک رام

پس نوشت ــ لیجیے، ایک اور بات یاد آگئی:

پروفیسر مختار الدین احمد ایک مقدمے کے چکر میں پھنس گئے ہیں، اور مقدمہ ہے شوپیاں میں۔ وہ اپنے ایک وکیل دوست کو علی گڑھ سے اس کی پیروی کے لیے بھیجتے ہیں۔ وہ پوچھ رہے تھے کہ کیا جموں میں کسی ایسے ہوٹل کا پتا دے سکتے ہیں، جو معقول بھی ہو اور کم خرچ بھی؟ یہ آپ ہی بتا سکتے ہیں۔

۱۴

۲۷ر مئی ۱۹۸۲ء

برادرم گرامی نامے کا شکریہ

کراچی سے مجھے کوئی خط نہیں ملا لیکن جب آپ وہ چیزیں دے آئے ہیں، تو اطمینان ہو گیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ آپ کی رکنیت کی میعاد ہی پوری ہو چکی ہے (۲۹/۴/۱۹۸۲ء) لہٰذا آپ کو ووٹ دینے کے لیے کہا ہی نہیں جائے گا۔ اب خود آپ کو رکنیت کے لیے دوبارہ سب لوگوں کے ووٹوں کی ضرورت ہو گی۔ نام تو میں آپ کا تجویز کروں گا، اور اپنے حلقے میں بھی کوشش کروں گا، لیکن اگر آپ بھی سب کو ذاتی طور پر لکھ سکیں تو مفید رہے گا۔

محمد حسین آزاد کی سوانح عمری کس مرحلے پر ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ یہ کام آپ جلد کر دیں تاکہ سالِ رواں میں اسے شائع کیا جا سکے۔

بملا اور پونم سے نمستے اور پیار کہیے گا۔ والسلام والاکرام خاکسار۔ مالک رام

۱۵

۱۴ر مئی ۱۹۸۳ء

برادرِ عزیز۔ آپ کے دونوں خط ملے۔ کنور[۲۴] صاحب نے غالباً آپ کو مطلع کیا ہوگا کہ مشاعرہ[۲۵] ۲ر جون تک ملتوی ہوگیا۔ رات انھوں نے بتایا کہ امکان ہے کہ یہ اور جولائی تک ملتوی ہوجائے۔ کیونکہ وہ ابتدائے جون میں نینی تال جانے والے ہیں، اور وہاں سے جولائی کے شروع میں واپس دلّی آئیں گے۔ لہٰذا ان کا سفرِ پاکستان محال ہوگا۔ وہ رئیس[۲۶] امروہوی کو لکھ رہے ہیں چوں کہ اسی موقع پر ان کی کتاب "یادوں کا جشن" بھی آنے والی ہے" اس لیے عین ممکن ہے کہ مشاعرہ جولائی میں رکھ دیا جائے۔

ناموں کے تجویز کرنے کی آخری تاریخ ۲ مئی تھی۔ لیکن نام تو اور اصحاب نے تجویز کردیئے۔ اب خدا کرے کہ رائے دینے کے وقت کوئی گڑبڑ نہ ہوجائے۔ اور آپ اس وقت موجود ہوں!

بملا اور پونم سے نمستے اور پیار کہیے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار۔ مالک رام

پس نوشت۔ ابھی ابھی میں نے آپ کو تار بھی دیا ہے۔

۱۶

۱۵ر جنوری ۱۹۸۴ء

برادرِ عزیز۔ دونوں خطوں کا شکریہ۔

مجھے تو مسرت اس امر کی ہے کہ اس انعام[۲۷] سے میرے کتنے عزیزوں کو خوشی ہوئی ہے۔ فالحمدللہ

مجھے کالڑا[۲۸] صاحب کے خط سے آپ کے پروفیسر ایمریٹس مقرر ہونے کی اطلاع مل گئی تھی، ہم سب کی طرف سے دلی مبارک قبول کیجیے۔ گویا اب تین برس کے لیے اور آپ جموّں کے ہو کے رہ گئے۔ ماشاءاللہ پونم کی شادی میں حاضر ہوں گا۔ ہماری

بہترین دعائیں۔

میں نومبر کے اوائل میں ایک حادثے کا شکار ہوگیا۔ اسکوٹر پر مکان آرہا تھا ڈرائیور کی غفلت سے یہ الٹ گیا، اسکوٹر میرے اوپر اور میں نیچے۔ خیر بتدریج صحت بحال ہو رہی ہے۔ کبرسنی اور جاڑے کا موسم۔ رفتار کچھ سست ہے۔ ابھی تک کچھ چیرک دھانس چلی جاتی ہے۔

بہرحال شکر ہے کہ کسی ہڈی کو ضرب نہیں پہنچی، ورنہ اس عمر میں اندمال محال تھا زیادہ زیادہ ۔آپ سے ملے بہت دن ہوگئے، اور دل بہت چاہتا ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۷

۲۹ / نومبر ۱۹۸۴ء

برادرِ عزیز آپ کا خط ملا تھا۔ جواب میں تاخیر ہوگئی۔ باعثِ تاخیر تو کئی تھے لیکن بدترین یہ کہ میں ۲۱ / نومبر کو ایک حادثے کا شکار ہوگیا۔ اسی دن سے بستر پر پڑا ہوں۔ شکر کی یہ بات ہے کہ ہڈی بچ گئی، لیکن زخم خاصے آئے، خاص کر سیدھی ٹانگ کام کاج سے بیکار ہوگئی۔ صحت بتدریج عود کر رہی ہے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

آپ نے جو کچھ لکھا ہے، اس پر کچھ اضافہ نہیں کرسکتا۔

ایک سوال البتہ جواب طلب ہے۔ کتاب کا نام میرے خیال میں "پیمبر خودی" بھی ہوسکتا ہے۔ بملا اور بچوں کو پیار کہیے

والسلام والاکرام خاکسار۔ مالک رام

۱۸

۱۲ / نومبر ۱۹۸۵ء

برادرِ عزیز۔ گرامی نامے کا شکریہ۔

آپ ہوتے تو سب کو خوشی ہوتی، لیکن مجبوری ہے۔

سرور تونسوی[۲۹] صاحب نے آپ کو کنور مہندر سنگھ بیدی سحر صاحب سے متعلق مضامین دیے تھے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے انھیں مرتب کر کے شائع کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ پس آپ انھیں ساتھ لیتے آیئے گا۔ یعنی اگر حیدرآباد جاتے ہوئے یہاں دلّی میں نہ دے سکیں، تو حیدرآباد لیتے جایئے اور واپسی پر مجھے دے دیجیے یہ ضروری کام ہے۔

آپ کی پیدائش[۳۰] عیسلے خیل کی ہے یا کلورکوٹ کی ؟ بملا رانی نمستے قبول کریں

والسلام والاکرام۔ خاکسار مالک رام

۱۹

۹ دسمبر ۱۹۸۵ء

برادرِ عزیز۔ میں نے لکھا تھا کہ سرور تونسوی نے آپ کو جو مضامین[۳۱] کنور مہندر سنگھ سحر بیدی سے متعلق دیئے تھے، وہ مجھے بھیج دیجیے۔ وقت تنگ ہو رہا ہے، اور ان تمام مضمون کو دیکھنا، اور ان کی کتابت کرانا ہے۔ پس یہ کام بلا تاخیر کرا دیجیے۔

کل اخبار میں جانکی ناتھ زتشی[۳۲] کے انتقال کی خبر پڑھی۔ ان کے مفصّل حالات درکار ہیں۔ یہ کیوں کر ہوا ؟ بملا سے نمستے کہیے جواب فوراً دیجیے۔

والسلام والاکرام۔ خاکسار مالک رام

۲۰

۱۸ اپریل ۱۹۸۷ء

برادرِ عزیز! بہت دن کے بعد لکھ رہا ہوں۔ گزشتہ نو برس کے وسط میں مجھ پر بہت شدید دورۂ قلب پڑا۔ تین چار دن تک حالت نازک رہی۔ لیکن خدا نے اپنا فضل و کرم شاملِ حال رکھا اور بچا لیا۔ پندرہ دن کے بعد گھر واپس آ گیا اگرچہ ابھی تک صاحبِ فراش ہوں اور باہر جانے کی اجازت نہیں۔ عیادت کے لیے آنے والوں پر بھی پابندی اور زیادہ کام پر بھی پابندی ہے۔

اس صحت اور کبر سنی کے باوجود (۸۰ برس) چاہتا ہوں کہ مختار الدین احمد سے عمر بھر کی دوستی کا اعتراف کروں۔ اس کی ایک شکل یہ ہے کہ ان کے لیے ایک "نذر"[۳۳] مرتب کی جائے۔ اسی لیے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ اس کے لیے ایک مقالہ عنایت فرمایئے۔ موضوع آپ خود انتخاب کرلیں۔ لیکن "در ہر چہ خواہی زود باش"۔ زیادہ کیا لکھوں۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۲۱

۲۷ دسمبر ۱۹۸۷ء

عزیزی دونوں خطوں کا شکریہ

میں نے تمام کتابیں۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز (ہمدرد نگر) کو دی ہیں۔ آپ کو بھی یہی مشورہ[۳۴] دے سکتا ہوں۔ یونی ورسٹیوں کے پاس کتابیں خریدنے کے لیے بہت روپیہ ہے۔

۲- آپ کو تمام ارکین کو فرداً فرداً خط لکھنا چاہیئے۔ اس کا ضرور اثر پڑے گا۔

۳- جناب محروم پر لکھ دوں گا۔ اگرچہ میرے نزدیک اس کی ضرورت نہیں ہے

بملا سے نمستے اور پیار کہیے

والسلام والاکرام۔ خاکسار مالک رام

پس نوشت۔ (۱) رفعت سروش[۳۵] کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔

(۲) تاباں کی بیوی بہت بیمار ہیں۔ والسلام

۲۲

۲۰ جنوری ۱۹۸۸ء

برادر عزیز ۱۶ جنوری کے گرامی نامے کا شکریہ۔ اس سے اطمینان اور خوشی ہوئی کہ آپ کو میرا مشورہ پسند آیا۔ حکیم صاحب قبلہ کا پتا حسب ذیل ہے

عبدالحمید صاحب ۲۵ کوٹلیہ مارگ (KAUTALYA)

بملا سے نمستے اور پیار کہیے گا۔ والسلام والاکرام

جناب محروم پر لکھوں گا اطمینان رہے۔ خاکسار: مالک رام

۲۳

برادرِ عزیز۔ میں نے جوشؔ ملسیانی[۳۶] کے کلام کا انتخاب روانہ کیا تھا۔ ملا ہوگا۔ یہ عرشؔ[۳۷] صاحب نے کسی اور کام سے تیار کیا ہے۔ غالباً اس سے کام نکل جائے گا۔ اور آپ جوشؔ کی غزل گوئی پر مجوزہ مضمون اس کی مدد سے لکھ سکیں گے! اگر آپ کا مضمون نومبر کے آخر تک مجھے مل جائے تو ہمیں جلسے کے موقع پر کتاب شائع کرنے میں آسانی ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ملا واحدی کا ۲۲؍ اگست ۱۹۷۶ء کو کراچی میں انتقال ہوا تھا۔ چوں کہ وہاں کے بعض اخبارات، آپ کے وہاں چلے جاتے ہیں، میں انھیں نہیں دیکھ سکا۔ ذرا انھیں خود دیکھیے، یا کسی سے دیکھنے کو کہیے۔ اگر ان میں ان کے بارے میں کچھ چھپا ہو، تو وہ تراشے مجھے بھیج دیجیے۔ جب تک یہ معلومات مہیا نہ ہو جائیں مضمون مکمل نہیں ہو سکتا۔ جو حالات میرے پاس ہیں، وہ بہت تشنہ ہیں اور ان میں کئی کھانچے ہیں، جنھیں جوں کا توں چھوڑ دینے سے مضمون بہت بے لطف رہے گا میری صحت اسی طرح ہے، جیسی آپ دیکھ گئے ہیں۔ لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ بفضلہٖ ودِیا پہلے سے بہتر ہے۔ علاج ہم نے تبدیل کر دیا۔ علاج کیا تھا، بس ٹوٹکا تھا۔ تفصیل تو جب ملیں گے، بتاؤں گا؟ لیکن نتیجہ حیرت ناک ہے۔ دنیا میں بیسیوں باتیں ایسی ہیں، جن میں علم و فضل اور سائنس کام نہیں دے سکتے، یہ علاج بھی کچھ اس قسم کا ہے وھو علیٰ کل شیٍ قدیر

بملا اور بچی اور یونم سب سے ہمارا پیار کہیے۔ ایک تسکین ہے کہ اب آپ کے یہاں مستقل آ جانے کے دن قریب آ رہے ہیں۔

والسلام۔ خاکسار مالک رام

پس نوشت۔ جو پرچے آپ کو دیے تھے وہ تو جہاں تہاں پہنچ گئے ہوں گے۔

حواشی

۱ے محروم صاحب سے مراد ہے پروفیسر تلوک چند محروم (پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے والد)
ولادت: یکم جولائی ۱۸۷۷ء، بگرانوالہ ضلع میانوالی۔
وفات: ۶ر جنوری ۱۹۶۶ء، دلّی
مدفن: نگمبود گھاٹ، دلّی۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۲ے مولانا دریا آبادی سے مراد ہے مولانا عبدالماجد دریا آبادی، تخلّص: ناظر تلمیذ اکبر الہ آبادی۔
ولادت: مارچ ۱۸۹۲ء، دریاباد۔
وفات: ۷ر جنوری ۱۹۷۷ء، لکھنؤ۔
مدفن: درگاہ مخدوم محمد آبکش دریاباد۔ (تذکرۂ ماہ وسال)

۳ے 'چٹان' یہ ہفتہ وار اخبار شورش کاشمیری نے لاہور سے جاری کیا۔ شورش کاشمیری اس کے پہلے اڈیٹر تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند مسعود شورش کی ادارت میں جاری ہے۔

۴ے ماچوی صاحب سے مراد ہے پربھاکر (بلونت) ماچوی
گوالیار آل انڈیا ریڈیو میں ۴۹ تا ۱۹۵۴ء تک پروڈیوسر رہے۔ ۵۴ تا ۱۹۷ء تک ساہتیہ اکیڈمی میں اسسٹنٹ سکریٹری اور ۷۱ تا ۱۹۷۵ء تک سکریٹری کے عہدہ پر کام کیا۔

۵ے ملک راج آنند (ڈاکٹر) انگریزی ناول نگار۔
ولادت: ۲ر دسمبر ۱۹۰۵ء۔

۶ے پرویز صاحب سے مراد ہے شیام سندر پرویز، ہمدرد دواخانہ میں پبلسٹی انچارج تھے۔

۷ے سید میر قاسم، کشمیر کے وزیر اعلا سے مراد ہے۔

۸ے 'نذرِ عابد' مالک رام صاحب نے 'نذرِ عابد' کے نام سے ڈاکٹر سید عابد حسین (مرحوم) پر مضامین کا مجموعہ ان کی علمی وادبی خدمات کے اعتراف کے طور پر ۱۹۷۴ء میں مرتّب کیا تھا۔
نام: سید عابد حسین (ڈاکٹر)
ولادت: ۲۵ر جولائی ۱۸۹۶ء

وفات : ۱۳ر دسمبر ۱۹۷۸ء، جامعہ نگر دلّی

مدفن : جامعہ نگر، قبرستان۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۹ ؎ زیدی صاحب، کرنل بشیر حسین زیدی (سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)، زیدی صاحب ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۱ء تک انجمن ترقّی اردو (ہند) کے صدر بھی رہے۔ آزادی سے قبل ریاست رامپور کے وزیر اعظم تھے اور آزادی کے بعد ممبر آف پارلیمنٹ ہو گئے۔

ولادت : کھرولی (یوپی) ۳۰ جولائی ۱۸۹۸ء۔ وفات : ۱۰ مارچ ۱۹۹۲ء، نئی دلّی۔

۱۰ ؎ 'البرونی زیڈیو کشمیر سری نگر کی دعوت پر مالک رام صاحب نے البرونی پر ایک تقریر ریکارڈ کرائی تھی۔ اس کی فیس ملنے میں تاخیر ہوئی۔ اس سلسلے میں انھوں نے پروفیسر جگن ناتھ آزاد کو دو تین خط لکھے۔

۱۱ ؎ عادل رشید، اصل نام سید منظور الحق۔

ولادت : ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء، جائے ولادت، نارہ، ضلع الہ آباد (یوپی)

مدفن : جوہر قبرستان بمبئی۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۲ ؎ نوح ناروی، اصل نام محمد نوح، تلمیذ داغ دہلوی

ولادت : ۱۸ر ستمبر ۱۸۷۸ء، جائے ولادت بھوانی پور، ضلع رائے بریلی (یوپی)

وفات : ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۲ء، نارہ۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۳ ؎ (۱) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، جو کلکتے میں چھپی تھی۔ مالک رام صاحب کو اقبال کی سوانح عمری کے مطالعے کے لیے اس کی ضرورت تھی۔

بملا رانی، پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی اہلیہ

۱۴ ؎ ملّا واحدی، اصل نام سید محمد ارتضیٰ

ولادت : ۱۷ر مئی ۱۸۸۸ء، کوچہ چیلان، دلّی

وفات : ۲۲ر اگست ۱۹۷۶ء، کراچی (پاکستان)، وہ ایک جیدّ عالم تھے، اُن کا شمار دہلی کی اہم شخصیتوں میں ہوتا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان ہجرت کر گئے تھے۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۵ ؎ پروفیسر سیّد وقار عظیم، وفات : ۱۷ر نومبر ۱۹۷۶ء، مدفن : میانی صاحب قبرستان لاہور۔

۱۶ ؎ 'جنگ'، روزنامہ پاکستان۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۷ھ ’نوائے وقت‘ روزنامہ (پاکستان) یہ روزنامہ لاہور، کراچی اور راولپنڈی سے نکلتا ہے۔ اس کے بانی اور پہلے اڈیٹر جناب حمید نظامی تھے۔ ان کے انتقال کے بعد مجید نظامی نے اس کی ادارت سنبھالی۔

۱۸ھ مکین احسن کلیم، اصل نام محمد مکین احسن، تلمیذ احسن لکھنوی۔

ولادت : ۱۵ر نومبر ۱۹۲۳ء، محمود آباد

وفات : ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۶ء

مدفن : میانی صاحب، لاہور (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۹ھ پروفیسر جگن ناتھ آزاد اپنی تصنیف "اقبال اور کشمیر" مالک رام صاحب کے نام انتساب کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے مالک رام صاحب کو لکھا تھا۔

۲۰ھ ودّیا، مالک رام صاحب کی بیوی تھیں۔

۲۱ھ اختر اورینوی، اصل نام سید اختر احمد۔

ولادت : ۱۹ر اگست ۱۹۱۰ء، کاکو ضلع گیا۔

وفات : ۱۹۷۷ء۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۲۲ھ شوپیاں، جموں کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

۲۳ھ محمد حسین آزاد کی سوانح عمری لکھنے کا کام ساہتیہ اکیڈمی کی طرف سے پروفیسر جگن ناتھ آزاد کو تفویض کیا گیا تھا۔ پروفیسر آزاد نے کام شروع کر دیا اور خاصا کام مکمّل بھی ہو گیا۔ لیکن ایک مرحلے پر اردو ایڈوائزری بورڈ کے نئے کنوینر کے رویے سے تنگ آکر انھوں نے کام مکمّل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کا نامکمّل مسوّدہ اب بھی ان کے پاس محفوظ ہے۔ آزاد صاحب یہ سوانح عمری انگریزی میں لکھ رہے تھے۔

۲۴ھ کنور صاحب سے مراد ہے کنور مہندر سنگھ بیدی۔

۲۵ھ مشاعرہ سے مراد ہے وہ سالانہ مشاعرہ جو کراچی میں انجمنِ سادات کے زیرِ اہتمام منعقد ہوتا تھا۔ انجمنِ سادات کے روحِ رواں اُردو کے مشہور شاعر رئیس امروہوی تھے۔ اس مشاعرے کا انعقاد انھیں کے زیرِ اہتمام ہوتا تھا۔

۲۶ھ رئیس امروہوی، اصل نام سید محمد مہدی

ولادت : ۱۲؍ستمبر ۱۹۱۴ء ، امروہہ۔ (تذکرۂ ماہ وسال)

وفات : ۲۳؍ستمبر ۱۹۸۸ء بروز جمعہ، کراچی، پاکستان

۲۷ـہ 'انعام' اردو اکیڈمی پٹنہ سے ۱۹۸۴ء میں تلامذۂ غالب پر مالک رام صاحب کو انعام ملا تھا۔ یہ اسی کا ذکر ہے۔

۲۸ـہ کالڑا صاحب، شیام لال کالڑا (عابد پشاوری)

۲۹ـہ سرور تونسوی (اڈیٹر 'شانِ ہند)

۳۰ـہ جگن ناتھ آزاد، پیدائش ۵؍ستمبر ۱۹۱۸ء، عیسیٰ خیل میانوالی (پاکستان)

۳۱ـہ مضامین کا ذکر اس کتاب سے متعلق ہے، جو "ہمارے کنور صاحب" کے نام سے کے۔ ایل ساقی نارنگ نے مرتب کر کے شائع کی تھی۔ اس کتاب میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا مضمون بھی شامل تھا۔

۳۲ـہ جانکی ناتھ زتشی، ڈائرکٹر آف ڈپارٹمنٹ آف انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشن، جموں کشمیر۔

۳۳ـہ 'نذرِ مختار' مرتبہ مالک رام، ستمبر ۱۹۸۸ء

۳۴ـہ پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے اپنی ذاتی کتابیں بطور عطیہ جموں یونیورسٹی کی لائبریری کو دینے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے مالک رام صاحب کو لکھا۔ یہ اسی کا ذکر ہے۔

۳۵ـہ رفعت سروش، اصل نام سید شوکت علی، تلمیذ مولانا خورشید عالم

ولادت : ۱۸؍اپریل ۱۹۲۴ء، نگینہ (یوپی)۔ (تذکرۂ ماہ وسال)

۳۶ـہ جوش ملسیانی، اصل نام پنڈت لبھورام، شاگرد داغ دہلوی

ولادت : یکم فروری ۱۸۸۴ء، ملسیان ضلع جالندھر، پنجاب۔ (تذکرۂ ماہ وسال)

وفات : ۲۷؍جنوری ۱۹۷۶ء، نکودر ضلع جالندھر

۳۷ـہ عرش ملسیانی، اصل نام پنڈت بال مکند ابن و تلمیذ جوش ملسیانی۔

ولادت : ۲۰؍ستمبر ۱۹۰۸ء، ملسیان

وفات : ۲۵؍ستمبر ۱۹۷۹ء، نئی دلّی۔ (تذکرۂ ماہ وسال)

پروفیسر گیان چند جین

۱

۲۰؍ مارچ ۱۹۶۵ء

مکرم بندہ آداب

۱۷؍ مارچ کے گرامی نامے کا شکریہ

بھائی میں روایتی ایاز کی طرح اپنی قدر خوب جانتا ہوں۔ نہ مجھے کبھی اپنے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی، نہ میں اپنی حد سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ احباب کی قدر افزائی ہے کہ وہ کرم فرماتے ہیں۔

میں آپ سے خفا نہیں اور اس کا ایک ثبوت تو یہی ہے کہ میں نے خط و کتابت میں آپ سے پہل کی۔ بلکہ اس سے بھی پہلے میں نے جناب حنیف نقوی سے کہا تھا کہ میرا سلام آپ کو پہنچا دیں۔ خدا معلوم انھوں نے آپ سے کہا یا نہیں۔ بہرحال مضمون سے متعلق گزارش یہ ہے کہ اسے عجلت میں نہ لکھیں بے شک مہینا بھر صرف کریں، لیکن جب مکمل ہو تو پھر کم از کم اس موضوع کا حق ادا ہو جائے۔ بے شک اردو ہی میں لکھیں۔ میں نے یہ اس لیے لکھا تھا کہ اگر آپ کو اردو کے علاوہ کسی اور زبان مثلاً انگریزی میں لکھنے میں سہولت محسوس ہو، تو اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ کتاب انشاء اللہ دسمبر میں عرشی بھائی کو پیش کرنے کا ارادہ ہے کام بہت ہے اور ابھی تک مضامین کی فراہمی کا مرحلہ ہی طے نہیں ہوا۔ اس کی وجہ میری مصروفیت اور نااہلی کے علاوہ اصحابِ قلم کی سہل انگاری بھی ہے۔ آپ بھی دعا فرمائیے کہ تمام

مراحل بہ آسانی طے ہوجائیں۔ اور کام بحسن و خوبی سرانجام ہو جائے۔ آمین۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲

یکم مئی ۱۹۶۵ء

مکرمی پروفیسر صاحب آداب و تسلیمات

کل شام آپ کا گرامی نامہ ملا۔

یہ پڑھ کر مایوسی ہوئی کہ آپ مجلسِ مشاورت میں اس نام کی شمولیت پسند نہیں فرماتے۔ بہر حال فیصلہ تو آپ ہی کا تسلیم کرنا پڑے گا۔ یوں اس کے ساتھ کوئی ذمہ داری وابستہ نہیں۔ محض چند نام دینا منظور ہیں، تاکہ یہ خیال نہ رہے کہ اس مجموعے کی تقدیم میں اور اصحابِ علم شامل نہیں تھے۔

ابھی تین چار دن ہوئے، ایک اور صاحب کا مضمون اسی موضوع پر موصول ہوا ہے۔ اگرچہ وہ عربی جانتے ہیں، لیکن انھوں نے عرشی صاحب کا صرف اُردو اور فارسی تحریروں کا جائزہ لیا ہے۔ فارسی میں، جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا۔ صرف دو چیزیں ہیں دستور الفصاحت اور مخلص کا سفرنامہ۔ اس صورت میں میری درخواست ہے کہ آپ اس عنوان کی بجائے کوئی اور موضوع انتخاب کیجیے، بلکہ وہ میری پہلی تجویز کہ مضمون علمی اور تحقیقی ہو، زیادہ موزوں رہے گا۔ امید ہے کہ آپ اس درخواست پر غور فرمائیں گے۔ اگر کبھی دلّی کا پھیرا ہو، تو ملاقات کا موقع دیجیے اور اگر کوئی خاص مانع نہ ہو تو بے شک غریب خانے ہی پر قیام فرمائیں اور جو دال نمک حاضر ہے اس میں ہمارے شریک ہو جائیے۔

والسلام خاکسار مالک رام

۳

۸ فروری ۱۹۶۷ء

بندہ نواز! آپ کا ۷ دسمبر کا خط بہت دن ہوئے موصول ہو چکا ہے

میں اس انتظار میں رہا کہ جنوری میں آپ کا موعودہ مضمون مل جائے، تو پھر دونوں کا ایک ساتھ ہی شکریہ ادا کروں۔ چوں کہ مضمون آج ۸ فروری تک بھی نہیں آیا۔ میں نے خیال کیا کہ خط کا شکریہ تو ادا کر ہی دینا چاہیے، قبول فرمایئے۔

اس دوران میں نقوش میں آپ کا مضمون کربل کتھا، نظر سے گذرا۔ بس اتنی ہی جرأت تھی؟

کیا طباعت اور اشاعت میں کوئی فرق نہیں؟ کیا ۲۲۔ ۲۳ اور ۲۱ میں کوئی فرق نہیں؟ کیا مغربی یوپی میں جو زبان بقول آپ کے آج بھی بولی جاتی ہے، اس پر پنجابی اثر کوئی نہیں؟ آپ غلط بحث کیوں کرتے ہیں؟

خیر، یہ تو سخن گسترانہ باتیں ہیں، اصلی گزارش یہ ہے کہ مضمون بھجوایئے اور وہ بھی جلد۔

والسلام والاکرام
خاکسار مالک رام

۴

۱۳۴۴، متھرا روڈ (جنگپورہ) نئی دلّی۔ ۱۲

۲۳، فروری ۱۹۶۷ء

کرم فرمائے من ڈاکٹر صاحب قبلہ، آداب قبول فرمایئے۔

کل شام مکان پہونچنے پر آپ کا مضمون اور ۲۰، فروری کا گرامی نامہ ملے، دونوں کا شکریہ۔ پچھلا مفصّل خط بھی ملا تھا۔

میں کسی کی بات سے آزردہ نہیں ہوتا، کچھ اپنی طبیعت کی افتاد کے باعث، اور کچھ اس لیے بھی کہ آخر ہر ایک آدمی اپنی رائے میں آزاد ہے۔ بعض اوقات اگر کچھ کہہ دیتا ہوں، تو یہ بھی حالات سے مجبور ہو کر ورنہ اپنا تو یہ شعار بن گیا ہے

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

مضمون مکمل چھپے گا۔ کتابت شروع ہو چکی ہے دیکھیے کب تک مکمل ہو۔

والسلام والاکرام

خاکسار مالک رام

۵

۸ر اکتوبر ۱۹۶۸ء

مکرم بندہ۔ ۲۵ر ستمبر کے گرامی نامے کا شکریہ۔ پچھلے دنوں ڈاک خانے کے محکمے میں جو انتشار رہا، اس کے باعث یہ خط مجھے بہت دیر سے ملا۔ جواب میں تاخیر اسی لیے ہوئی۔ ان اصحاب نے خطوط کی اشاعت کے سلسلے میں جو وطیرہ اختیار کیا ہے اسے دیکھتے ہوئے اب خط لکھتے وقت احتیاط سے کام لینا پڑے گا۔

معلوم نہیں، میں نے کہاں لکھا کہ کربل کتھا میں دس مجلسیں ہیں، جب کہ خود ہمارے شائع کردہ نسخے میں بارہ مجلسیں ہیں، میں یہ کیوں کر لکھ سکتا ہوں۔ البتہ اس میں شبہہ نہیں ہے کہ جو نسخہ مرحوم پنڈت نہرو کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس میں صرف دس مجلسیں تھیں۔ بعد کو (بہت بعد کو) بقیہ دو مجلسیں اور خاتمے چھپوا کر اس کے ساتھ لگائے گئے، جب کہیں کتاب مکمّل ہوئی۔ یہی نسخہ سرورؔی صاحب کے مکان پر آپ نے دیکھا ہوگا۔

بدایونی نسخے سے متعلق مجھے کوئی معلومات نہیں۔ نقوش ۱۹۶۰ء کا مشار الیہ شمارہ بھی تلاش کرنے پر کتابوں میں نہیں ملا۔ میں نے جب سے مکان تبدیل کیا ہے میری کتابیں الٹ پلٹ ہو گئی ہیں، اور کچھ پتا نہیں چلتا کہ کون سی کتاب کہاں پڑی ہے۔ اور یہ بھی نہیں معلوم کر سکتا کہ یہاں شہر میں نقوش کس کے پاس آتا ہے کہ وہیں سے دریافت کر لوں۔

حضرت، کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربہ۔ بھلا میں کون ہوں کہ آپ مجھ سے لغاتِ غالب مرتّب کرنے کی اجازت چاہتے ہیں! میں اپنی اوقات پہچانتا ہوں۔ اور آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ میری سنتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ

میں آپ کے کسی کام میں حارج ہو جاؤں۔ اگر آپ ترتیبِ فہرست الفاظ کا بیڑہ اٹھانا چاہتے ہیں تو بصد شوق یہ کام کیجیے۔ بعض الفاظ ترک کرنا پڑیں گے لیکن کیا یہ اُردو اور فارسی تمام تصانیف کو محیط ہو گی؟ یا یوں کیجیے کہ اُردو تصانیف ایک جلد میں اور فارسی دوسری میں لے لیجیے۔

کیا آپ ڈاکٹر عابد حسین کے لیے زیرِ ترتیب مجموعے کے لیے مضمون دیں گے؟ بیشک مختصر مضمون ہو۔ بلکہ مختصر ہی کو ترجیح دوں گا۔ اور کب تک؟ تحریر کے لیے بھی مضمون دیجیے۔

میں خود 'بے کار' ہوں، لیکن اگر میرے ذریعے سے آپ 'باکار' ہو جائیں، تو میرے لیے اس سے بڑی مسرت کیا ہو گی! فرمائیے کب تک ارادہ ہے؟

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

پس نوشت ـــ ۱۹۶۹ء کا تحریر کا پہلا شمارہ غالبؔ کے لیے وقف ہو گا۔ کیا اس کے لیے کوئی معقول سا مضمون دے سکتے ہیں۔ یہ آپ کے کام کا اشتہار بھی ہو جائے گا۔ لیکن دو شرطیں ہیں: اول، مضمون کی سطح بلند ہو اور دوم، یہ اپنی جگہ مکمّل ہو شکریہ پیشگی۔

کیا آپ کو 'نذرِ ذاکر' کی دونوں جلدیں موصول ہوئیں؟

۶

۳۰، نومبر ۱۹۶۸ء

مکرم بندہ ـ ۱۵، نومبر کے گرامی نامے اور دونوں مضمونوں کا شکریہ۔

'زبانِ غالب' ۱۹۶۹ء کے شمارۂ اول میں شامل کر رہا ہوں جس میں بیشتر مضمون غالبؔ سے ہی متعلق ہیں۔ دوسرا مضمون میری سمجھ میں نہیں آیا، اور کسی اور کی سمجھ میں بھی خدا چاہے، تو کم ہی آئے گا۔ اس کے باوجود اسے ڈاکٹر سید عابد حسین قبلہ والی کتاب کے لیے الگ رکھ لیا ہے۔ اس نوع کی کتابوں میں بہرحال کچھ مضمون تو ایسے ہوں جو کسی کی سمجھ میں نہ آئیں۔ 'نذرِ ذاکر' میں اس گروہ کی نمائندگی ڈاکٹر

گوپی چند نارنگ نے کی تھی۔ خدا آپ لوگوں کو سلامت باکرامت رکھے کہ آپ علم و ادب کی آبرو ہیں۔

اگر میں نے کہا کہ 'کربل کتھا' میں دس مجلسیں ہیں، تو اسی نسخے کا ذکر کیا ہوگا جو ڈاکٹر فاروقی صاحب نے پنڈت نہرو مرحوم کو پیش کیا تھا جب کتاب کا مکمّل نسخہ میرے پاس ہے اور اس میں بارہ مجلسیں ہیں، تو میں کیوں کر کہہ سکتا تھا کہ اس میں دس مجلسیں ہیں۔ بہر حال یہ قصہ پارینہ ہو چکا، اب اس پر کیوں وقت ضائع کریں۔ خدا کرے آپ کی کتابیں بر وقت شائع ہو جائیں۔ وقت بہت تنگ ہو رہا ہے۔ اسی صد سالہ یادگار کے سلسلے میں اتنے کام میرے ذمے ہیں کہ میں کسی تقریر کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا بے شمار لوگوں کے خط مضمون کے لیے آئے۔ دو ایک جگہ جہاں تعلقات ہیں، انھیں صورتِ حال بتا کر معذرت کر چکا ہوں۔ بقیہ کو جواب تک نہیں دے سکا۔ اس کے علاوہ حیدر آباد، آگرہ، جے پور سے صدارت کے دعوت نامے ملے ہیں۔ کہیں بھی نہیں جا سکوں گا۔ حاشا، معاوضہ کی بات نہیں 'یک سر و ہزار سودا' کا مضمون ہے۔ جموّں میں آپ کی موجودگی ہی کافی کشش ہے اگر یہ دعوت پھر کبھی دیں، تو حاضر ہونے کی کوشش کروں گا انشاء اللہ۔

خدا کرے، مزاجِ گرامی قرینِ صحت ہو۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

پس نوشت۔ ہاں ایک بات لکھنا بھول گیا۔ جس شخص نے آپ کے مضامین نقل کیے ہیں، اسے ہدایت کیجیے کہ وہ روشنائی اور کاغذ کے استعمال میں بخل سے کام نہ لے اور ذرا بڑے حروف لکھے۔ اسے املا بھی درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اسے تحریر کے پہلے دو پرچے مستعار دیجیے تا کہ اسے معلوم ہو کہ صحیح املا کیا ہے۔

۷

۲۱، جنوری ۱۹۶۹ء

صدیقی العزیز، آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۱۳، جنوری موصول ہوا۔ آپ ناحق

پریشان ہو رہے ہیں اور اس کا باعث یہ ہے کہ آپ میری افتاد سے زیادہ واقف نہیں۔ میں کسی کے مخالف لکھنے سے بالکل بے نیاز ہوں۔ قلم اور روشنائی اور سپید کاغذ ہر جگہ ملتے ہیں، اور خدا کے فضل سے ہر رطب و یابس چھاپنے والے رسائل و جرائد بھی۔ جس کا جو جی چاہے، لکھے اور چھپوا ڈالے۔ لیکن ہم کیوں اپنا وقت ضائع کریں!

آپ نے لکھا تھا "اس وقت بھی حاشا و کلّا، آپ سے متعلق میرے دل میں کوئی غبار نہیں تھا اور باور فرمایئے کہ اب بھی نہیں۔ پروفیسر ابو محمد سحر نے جو کچھ لکھا ہے وہ جانیں کہ کیوں لکھا ہے۔ مجھے اس کا بھی کوئی گلا نہیں۔ آپ اطمینان رکھیے، مجھ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میرے سامنے اتنا کام ہے اور وقت اتنا تنگ ہے کہ میں ایسی تحریروں کا پڑھنا بھی تضیع اوقات میں شمار کرتا ہوں۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۸

۵ر نومبر ۱۹۶۹ء

کیوں بھائی، کیا آپ کا خیال ہے کہ "تحریر" بند ہو گیا ہے؟ اگر یہ خیال ہے تو غلط ہے اور مجھے افسوس ہے کہ آپ نے بد گمانی کیوں کی! پرچہ بند نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی ایسا ارادہ ہی ہے۔

پار سال کے آخر تک تمام پرچے شائع ہوئے تھے۔ امسال خیال تھا کہ غالب نمبر شائع کریں۔ مضمون چوں کہ کافی (میری توقع سے زیادہ) مہیا ہو گئے، اس لیے خاص نمبر کی جگہ کتاب "عیارِ غالب" شائع کر دی گئی۔ اس کا ایک نسخہ، آپ کے مضمون کے آف پرنٹ سمیت آپ کی خدمت میں بھیج دیا گیا ہے۔ چوں کہ رجسٹری سے گیا تھا اس لیے ضرور موصول ہوا ہوگا - آپ نے رسید نہیں لکھی۔ لیکن آپ سے مجھے اس سے زیادہ کی توقع ہے۔ مضمون بھی کبھی کبھی لکھیے اس سے بھی زیادہ اس کی نکاسی

کی صورت نکالیئے۔ ریاست میں کتنی لائبریریاں ہیں اگر آپ ذراسی کوشش کریں تو ریاست کی طرف سے معقول نسخوں کا آرڈر مل سکتا ہے، لیکن جب تک آپ کوشش نہیں کریں، یہ بیل منڈھے کیوں کر چڑھ سکتی ہے! پس، زاں بیشتر کہ بانگ برآید، یہ کام کیجیے۔ مجھے شکایت یہ بھی کہ آپ دلی آتے ہیں اور ملے بغیر چلے جاتے ہیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۹

۲ ، مارچ ۱۹۷۰ء

حضرت المکرم ۔ آداب

گزشتہ مختصر ملاقات کے دوران میں نے آپ سے تحریر کی توسیع اشاعت سے متعلق کہا تھا، اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اس سلسلے میں کوشش کریں گے۔ فرمایئے کہ کیا نتیجہ نکلا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مختلف کالجوں اور یونی ورسٹیوں کی لائبریریوں میں ۸ - ۱۰ پرچے بآسانی جا سکتے ہیں، لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں کہ آپ خود اس کا حکم دیں اور جہاں آپ کا حکم نہیں چلتا، وہاں اصحابِ مجاز سے کہیں۔

بہر حال آپ کی خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ تین برس سے مسلسل خسارہ ہو رہا ہے اگر سالِ رواں کے دوران میں پرچہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو جاتا، تو میں اسے بند کرنے کی سوچ رہا ہوں۔ آخر محض خدمتِ خلق پر کب تک زندگی بسر ہو سکتی ہے!

گزشتہ ملاقات بہت مختصر رہی اور وہ بھی بیکار بحثوں میں گزر گئی۔ اب کے آیئے تو ایک وقت کا کھانا میرے ساتھ کھایئے، تاکہ اطمینان سے بیٹھنے اور کام کی بات چیت کا موقع مل سکے۔ تازہ پرچہ تو مطبع چلا جائے گا۔ لیکن اس سے اگلا شمارہ زیرِ ترتیب ہے۔ اس کے لیے آپ کوئی مضمون عنایت فرمائیں۔ اور ذرا جلد کیوں کہ کاتب پریشان کر رہا ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۰

۱۹ ، مارچ ۱۹۷۰ء

حضرت مکرم ، آداب

مضمون کا دلی شکریہ قبول فرمایئے

بارہ روپے چندے کے بھی ملے۔ آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا۔ چندہ بندرہ ہے
کیوں کہ فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ ہر ایک پرچہ رجسٹری ڈاک سے بھیجا جائے گا۔ اس سے
غرضِ راہ میں پرچوں کے ضائع ہونے کا سدِّ باب کیا جا سکتا ہے۔ بہت پریشانی
ہوتی تھی خریداروں کی شکایت سے۔ بارہ روپے کی رسید لِف ہذا ہے۔

آپ نے جو کچھ پرچے کے مستقبل سے متعلق لکھا ہے، کتنا ہی افسوس ناک
سہی، ہے امرِ واقع۔ اُردو والے سب کے سب گفتار کے غازی ہیں، کردار میں بس
اللہ کا نام۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے بھی سروری صاحب کی خدمت میں لکھا تھا۔ ان کا جواب حوصلہ افزا
ہے اور لکھا ہے کہ بعض اصحاب کو پرچہ بھیج دیا جائے۔ مصیبت یہ ہے کہ ہم بالعموم
نمونے کے پرچے بھیجتے نہیں۔ خیال کرتا ہوں کہ یہ کرنا پڑے گا۔

بھوپال میں صرف عبدالقوی دسنوی ہمارے خریدار ہیں۔

مالک رام

۱۱

یکم مارچ ۱۹۷۱ء

مکرمی گرامی نامے کا شکریہ۔

مجھے بھی افسوس رہا کہ آپ سے تفصیلی ملاقات نہ ہو سکی۔ کئی باتیں کرنے
کی تھیں۔ لیکن آپ اتنے مصروف رہے کہ سکون سے بیٹھنے کا موقع نہ ملا۔

مضمون، اگر آپ کو اتنا ہی اصرار ہو تو اس سال دوسری ششماہی میں چھاپ
دوں گا۔ گویا جو پرچہ جون میں شائع ہو گا، اس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ پہلی
ششماہی کے پرچہ کی کتابت مکمل ہو گئی اور یہ عنقریب مطبع میں جانے والا ہے
اسے تو بہرحال مارچ کے آخر تک شائع کرنا ہے۔ اس سال کا آخری (چوتھا) پرچہ غالب
نمبر ہو گا۔ ان شاء اللہ۔ آج کل اسی کے لیے مضمون فراہم کر رہا ہوں۔ اس کی ضخامت ۲۰۰
صفحات کی تو ہونا ہی چاہیے۔ فرمایئے اس کے لیے آپ کیا مرحمت فرمائیں گے۔؟ آپ نے

میری ثالثی[۱۷] سے متعلق جو کچھ لکھا، آپ کے حسنِ ظن کے لیے شکریہ۔ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ بحسن و خوبی طے پا جائے، لیکن یہ تو جبھی ممکن ہے کہ طرفین صلح صفائی کے خواہش مند بھی ہوں۔ بحمد اللہ مقدمے کا کوئی ناخوشگوار اثر نہیں ہوا۔ اور یہ طرفین کی رضامندی سے طے ہو گیا۔ اب یہ نسخے کی بات رہ گئی یہ بھی ہو جائے تو اچھا۔ مجھے اس کام کے لیے رام پور جانا ہو گا۔ اگر کچھ امید بندھے تو یہ بھی کرنے کو تیار ہوں دیکھیے۔ میں غور کروں گا اور اپنی بساط بھر اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش بھی کروں گا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۲

۱۸، مارچ ۱۹۷۱ء

محب مکرم، آداب

۱۲، مارچ کا گرامی نامہ مضمون سمیت کل شام ملا۔ رات مضمون کو سرسری طور پر دیکھا، شکریہ۔

میرے خیال میں آپ نے تمہید میں جو کچھ فرمایا ہے، وہ اس مضمون[۱۸] کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔ کم از کم صراحت سے آپ کو کسی کا نام اس مرحلے پر نہیں لینا چاہیے۔ بات یہ ہے کہ امکانات ہیں کہ ان دونوں[۱۹] میں مقدمہ بازی ہو گی۔ اس وقت یہ تحریریں کسی فریق کی طرف سے عدالت میں پہنچ جائیں گی۔ اور اگر فریقِ مخالف چاہے تو آپ کو بطور گواہ طلب کر لے۔ ہمیں کیا پڑی ہے کہ بیٹھے بٹھائے یہ مصیبت مول لیں۔

پس میرے خیال میں (۱) تمہید کا قضیہ ترک کر دینا چاہیے (۲) متنِ مضمون میں بھی جہاں آپ نے نام لیے ہیں اس جگہ نسخۂ رام پور اور نسخۂ لاہور کے الفاظ لکھ دیے جائیں۔ ہمارا کام اس سے بخوبی چل جائے گا۔ اگر آپ مجھ سے متفق ہوں، تو میں مضمون آپ کے پاس بھیج دوں اور آپ ضروری ردّ و بدل کر کے اسے واپس کر دیں۔ مضمون جون کے شمارے میں شامل ہو سکتا ہے۔ اس کا وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ حذف و اضافے کا کام جلد ہو جائے۔

کل رات سرور[۲۰] صاحب کے انتقال کی خبر سنی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
بہت ہی افسوس ہوا۔ ابھی پچھلے مہینے ہی تو وہ رسم الخط والے سمینار میں آئے تھے۔
ملاقات ہوئی تھی بلکہ وہ گھر بھی آئے۔ خدا کے کاموں میں کون دخل دے سکتا ہے۔
والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۳

۲۸، مارچ ۱۹۷۲ء

مکرمی سلامت باشید، آداب
ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اس سارے کام[۲۱] کے کرتا دھرتا تھے۔ انھوں نے امریکا سے واپسی کے بعد جوں توں کرکے اسے مکمل کر لیا۔ وہ شکریے کے مستحق ہیں۔ آپ کا گراں قدر مضمون اس مجموعے میں شامل ہے؛ جس کے لیے میں تہ دل سے شکر گزار ہوں آپ نے اپنا قیمتی وقت صرف کرکے میری عزت افزائی کی ہے۔ دعا کیجیے کہ آئندہ بھی میں احباب کی محبت کا مستحق رہوں۔ آمین۔
اب رہا افترا پردازیوں[۲۲] کا سلسلہ (۳۱)، سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں دنیا میں حاسد ہونے سے محسود ہونا بہتر ہے۔ میں نے تو کبھی یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش نہیں کی کہ اس پورے 'کارِ نیک' کی تہ میں کن اصحاب کا ہاتھ ہے۔ بہرحال سب خوش رہیں! آپ بھی اس کا خیال نہ کیجیے۔ عیسیٰ بدین خود و موسیٰ بدین خود۔
والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۴

۲۷، نومبر ۱۹۷۲ء

مکرمی آداب۔ مضمون ملا شکریہ۔
وہ لفظ بظاہر "نخیف" ہی معلوم ہوتا ہے۔ میں یہی متن میں لکھ رہا ہوں۔ بلاک بن جانے کے بعد اصلی خط واپس کر دیا جائے گا۔
مضمون[۲۳] دیکھا اسے شاملِ مجموعہ کروں گا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ آپ اتنے دن

سے تحریر دیکھ رہے ہیں۔ اس کے اسلوبِ املا سے بھی ناواقف نہیں۔ اس کے باوجود آپ کو آج تک یہ محسوس نہیں ہوا کہ ہمزہ اور یای کے استعمال کے کون کون سے مقامات ہیں اور ہنوز غلط املا کی تقلید کرتے ہیں!

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

تماہی تحریر" کے دو شمارے (۲۰ اور ۲۱) عنقریب حاضرِ خدمت ہو رہے ہیں۔ اس سال اس کی اشاعت میں بے حد بے ترتیبی رہی، لیکن کیا کروں، اکیلا دم، اور نہ صرف رسالے کی ترتیب و تدوین ہی، بلکہ" اور بھی درد ہیں دنیا میں محبت کے سوا"۔ اور اس پر مسلسل نقصان۔ ڈاکٹر نارنگ کہہ رہے تھے کہ آپ ہرنیا (فتق) کا اپریشن کرانے والے ہیں۔ حضرت شافی مطلق آپ کا حامی و ناصر رہے آمین! یہی باعث آپ کے دلّی نہ آنے کا ہوا ہوگا۔ اردو کمیٹی[۲۴] کے پٹنہ اجلاس دسمبر کے تیسرے ہفتے میں ہونے والے ہیں۔ کیا آپ کے شعبے نے (یا یونی ورسٹی لائبریری نے) علمی مجلس کی کتابیں منگوائی ہیں۔ آپ کو دو سیٹ منگوانے چاہییں، ارمغانِ مالک بھی۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

پس نوشت۔ معلوم کرائیے کہ علمی مجلس کی کون کون سی کتاب آپ کے شعبے اور یونیورسٹی کتاب خانے میں ہے؟ بقیہ کے لیے آرڈر بھیجیے، تاکہ انھیں بھجوا دوں۔ یہ کام پہلی فرصت میں کر ڈالیے۔ شکریہ۔

۱۵

نئی دلّی ۲۸، اپریل ۱۹۷۳ء

مکرمی آداب

میں پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب کو لکھ رہا ہوں کہ ہم تینوں ۷، مئی کو علی گڑھ سے رام پور جائیں گے۔ وہاں سے حضرت مولانا عرشی مدظلہ العالی کا جواب آگیا ہے کہ ۷، مئی کو آجائیے۔ جن اصحاب سے وہاں بات چیت کرنا ہے، انھیں بھی اطلاع دے رہا ہوں۔ ۷، مئی سہ پہر میں رضا[۲۵] لائبریری میں اجتماع ہوگا۔ عرشی

صاحب لکھتے ہیں کہ رام پور میں آج کل سبزی ترکاری بالکل نہیں مل رہی ہے۔ اگر کوئی صاحب گوشت سے پرہیز کرتے ہوں، تو انھیں رام پور میں گھاس کے سوائے اور کچھ کھانے کو نہیں ملے گا۔ مجھے تو آپ کا خیال ہے۔ بہتر ہو کہ آپ اپنے لیے ترکاریاں پکوا کے جموں سے ساتھ لیتے آییے، ورنہ رام پور میں گھاس کھانا پڑے گی۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۶

۲۲، جون ۷۴ء

مکرمی آداب۔ ۱۷، جون کے گرامی نامے کا شکریہ۔

دفتر کو غلطی لگی۔ آپ رسید واپس بھیج دیجیے۔ اسے درست کر دیا جائے گا جو انگریزی سرٹیفکیٹ آپ نے روانہ کیا، اس میں بھی فرم کا نام ٹائپ ہونے سے رہ گیا، وہ ہاتھ سے لکھ لیا جائے گا۔

مجھے معلوم نہیں تھا کہ ریزروبنک کا گشتی مراسلہ مل چکا ہے کہ غیر سرکاری ادارے قرض نہیں لے سکتے، البتہ ڈپازٹ لے سکتے ہیں۔ لیکن آپ کے لیے یہ پریشانی کا باعث نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کو واپسی کا چیک حسبِ طلب مل جائے گا۔

سود کا چیک جیسا آپ حکم فرمایئں، ہر مہینے یا پندرہ دن کے بعد بھیج دیا جائے گا، لیکن اس کی ہدایت فوراً دیجیے گا۔ امید ہے کہ آپ نے منوج کے نام کا الگ حساب بنک میں کھول دیا ہو گا۔

یہاں تک تو رہی دکان داری! آپ کو معلوم ہو گا کہ گجرال کمیٹی کے ۲۲۔۲۳، جون کے اجلاس ملتوی ہو گئے۔ اب طے ہوا ہے کہ یہ ۴۔۵۔۶، جولائی کو سری نگر میں ہوں گے۔ وہاں تو ملاقات ہو گی انشاء اللہ۔

جنوری، مارچ ۷۴ء کا شمارہ "تحریر" رو کے ہوئے تھا کہ آپ آئیں گے تو ذاتی طور پر پیش کر دوں گا۔ اب انھیں سری نگر لے آؤں گا۔ مزاج گرامی خدا کرے ٹھیک ہو۔

۱۷

۱۷ جولائی ۷۴ء

محب مکرم آداب۔ ترمیم شدہ رسید حاضرِ خدمت ہے۔

آپ کے شعبے کی طرف سے "تحریر" کا چندہ دو برس سے نہیں آیا۔ اور اب ۷۴ء بھی واجب الادا ہوگیا ہے۔ گویا ۴۵/- روپے منی آڈر سے بھجوایئے، ممنون ہوں گا۔ گرانی نے حالت نازک کر رکھی ہے۔ شکریہ

میں نے مِسری نگر سے (۲۷) کے دو نسخے اور آپ کے مضمون (نذرِ عابد) کے تراشے بھجوائے تھے۔ موصول ہوئے ہوں گے۔ رپوٹ[۲۷] پر دستخطوں کے لیے اب اگست ہی میں اجلاس ہوگا۔

تب تک سلام۔ خاکسار مالک رام

پس نوشت۔ اگر آپ خود بھی سالِ رواں کا چندہ ادا کرسکیں تو سبحان اللہ

۱۸

۹ ستمبر ۷۴ء

محب مکرم۔ آپ بھول گئے۔ میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ پوچھ گچھ کرکے ٹھاکر پونچھی[۲۸] کے حالات لکھ بھیجیے۔ لیکن جب آپ بھول ہی گئے، تو اب شکایت کس بات کی! دونوں رسیدیں ڈاکٹر نارنگ نے بھیجی تھیں ملی ہوں گی۔ ہنوز مجھے رپوٹ پر دستخط کرنے کی تاریخ سے مطلع نہیں کیا گیا۔

میں پہلے سے بہت اچھا ہوں۔ کل پرسوں پھر اسپتال جاکر معاینہ کرانے کی ہدایت ہے۔ دیکھیں، اب کیا حکم ہوتا ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۹

۲۶ دسمبر ۷۴ء

محبی آداب۔ آج پندرہ روپے کا منی آڈر موصول ہوا۔ کوپن پر آپ نے

تحریر فرمایا ہے کہ یہ شعبے کی طرف سے ۱۹۷۵ء کا چندہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شعبے کی طرف سے ۱۹۷۲ء سے لے کر ۱۹۷۴ء تک، تین برس کا چندہ واجب الادا ہے کم از کم میری حساب کی کتاب یہی بتاتی ہے کرم ہو اگر شعبے سے معلوم کر کے اطلاع دیں کہ کیا ان تین برس کا چندہ ادا کیا گیا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو، تو معلوم ہو جائے کہ یہ کیسے ادا کیا گیا! شکریہ۔ ڈاکٹر[۲۹] نارنگ والی تقریب میں آپ نہ آ سکے بہت دوست جمع ہو گئے تھے۔ اچھی رونق رہی۔

گھر میں میری طرف سے سب نمستے قبول کریں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۰

۱۰ جولائی ۱۹۷۵ء

صدیقی العزیز! ابھی ابھی آپ کا لفافہ ملا جس میں تذکاری مجموعوں کے دونوں مقالے ملفوف نکلے۔

شکر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو

اگر میں کسی کی روح کی خوشی کا سامان کر سکتا ہوں، تو کیوں نہیں کروں گا۔ خواہ وہ میرے کسی اصول کے خلاف ہی کیوں نہ ہو! میں چاہتا ہوں کہ اس موضوع پر اپنے خیالات کا کسی وقت اظہار کر دوں، لیکن لکھنا پڑھنا کچھ ایسا کم ہو گیا ہے کہ اس کے لیے وقت ہی نہیں بچتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وفیات کے لیے جتنی محنت کرنا پڑتی ہے اس نے ہلکان کر رکھا ہے! اس سے خیال آیا کہ آپ نے ایک زمانے سے "تحریر" کے لیے کچھ نہیں لکھا۔ کیا یہ آپ کی توجہ کا مستحق نہیں ہے؟ میری صحت بیچ میں خاصی ٹھیک ہو گئی تھی۔ لیکن پچھلے مہینے پھر ہلکا سا دھکا لگا، اور ڈاکٹروں نے دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔ چناں چہ پڑا ہوں، کیا کروں

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۱

۲۱ ر نومبر ۱۹۷۵ء

محبی، کیا آپ مجھے رشید احمد صدیقی کے فن کے کسی پہلو پر ایک مضمون دے سکتے ہیں؟ میں ان کے مزاح یا خاکا نگاری کو ترجیح دوں گا، لیکن ظاہر ہے کہ اصرار نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کوئی اور موضوع پسند کریں، تو اسی پر لکھیے۔

اور یہ فوراً بتایئے کہ کب تک یہ مضمون بھیج سکیں گے؟ میں ممنونِ احسان ہوں گا۔ اگر یہ دو تین ہفتے میں مہیا ہو سکے۔ شکریہ پیشگی۔

آپ کے پچھلے خط کا جواب عنقریب حاضر کر دوں گا۔ بس توفیقِ خداوندی کے لیے دعا کرتے رہیے۔ والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۲

۶ ر دسمبر ۱۹۷۵ء

مکرم بندہ آداب۔ یکم دسمبر کے گرامی نامے کا دلی شکریہ۔

آپ بے شک، ان کی اخلاقی قدروں کے موضوع پر لکھیے۔ اگرچہ میری نظر میں مزاح کے بارے میں لکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ہر ایک لکھنے والے کا اپنا نقطۂ نظر اور اسلوبِ تحریر ہوتا ہے۔ بہرحال مضمون کا انتخاب آپ پر ہے۔ ابھی تک کسی نے ان کی خاکا نگاری پر کچھ نہیں لکھا۔ ایک اچھا سا مضمون اس پر بھی درکار ہے۔

سرور[30] صاحب کا ایک مضمون 'نقوش' کے شخصیات نمبر میں شائع ہوا تھا۔ یہ یوں شروع ہوتا ہے۔

"تاج محل کی شہرت اتنی ہے کہ۔ الخ دوسرا پیرا یوں شروع ہوتا ہے: رشید صاحب ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ الخ" کیا یہ مضمون ان کے کسی مجموعے میں شامل ہے؟ ذرا اس کی فوراً نشاندہی کیجیے۔

کالڑا[31] صاحب کے مضمون سے متعلق آج تک اپنی رائے نہیں بھیج سکا۔ شرمندہ ہوں۔ لیکن کیا بتاؤں! تھوڑی سی چیز بھی لکھنے کی سکت اب نہیں رہی۔ اس کے

علاوہ ایک عجیب بات یہ سننے میں آئی کہ ممتحن کو مقالہ واپس کرنا پڑے گا۔ پچھلے پندرہ برس میں یہ پہلا موقع ہے کہ یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ مقالہ ہمیشہ میرے پاس رہا۔ بہرحال رائے عنقریب بھیج رہا ہوں۔ مقالہ بہت اچھا ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۳

۳۰، جنوری ۱۹۷۶ء

محب مکرم! میں کل بخیر و خوبی مسکن پر پہنچ گیا۔ چوں کہ بیماری کے بعد پہلی مرتبہ سفر کیا تھا، اس لیے قدرتاً مجھے تشویش تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس سے کوئی خاص تکلیف ظاہر نہیں ہوئی۔ خفیف سی تکان کا احساس ضرور ہوا، لیکن چوں کہ تین دن تک مسلسل دن کے وقت آرام کی فرصت نہیں ملی، یہ نتیجہ غیر متوقع نہیں تھا۔

میرے قیام جموں کے دوران میں آپ نے، اور خاص کر مسز گیان چند نے جس توجہ اور محبت کا سلوک کیا، اس کے لیے سراپا سپاس ہوں، میں اس کے لیے شکریے کے الفاظ لکھنے میں بھی قاصر ہوں۔

فارم لفِ ہذا ہیں۔ انھیں پُر کر کے اور چیک بھیج دیں۔ مسز گیان چند کی خدمت میں نمستے کہیے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

پس نوشت — مضمون اگر ہنوز نہ بھیجا ہو، تو اس میں قطعاً تاخیر نہ کیجیے۔

۲۴

۲۲، فروری ۱۹۷۶ء

محبی۔ رجسٹرار کی طرف سے خط ملا ہے کہ ۱۔ میرا بل ابھی تک نہیں بھیجا گیا۔ ۲۔ مقالے کا نسخہ ہنوز میرے پاس ہے، یہ بھیج دیا جائے۔ ۳۔ اگر میں مقالہ رکھنا چاہتا ہوں، تو اس کے بارے میں صدرِ شعبہ کو لکھا جائے، لیکن نسخہ بہرحال بھیج دیا جائے۔

اب میری سمجھ میں تو آیا نہیں کہ پہلے نسخہ ۱۵ - ۲۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ لگاکر بھیجوں، پھر آپ اس کے رکھنے کی اجازت دیں! اور یہ نسخہ واپس مجھے عنایت ہو۔ آخر اس دردِ سر کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اگر میرا اس نسخے کو اپنے پاس رکھنا آپ کی اجازت پر منحصر ہے، تو میری درخواست ہے کہ آپ وہاں رجسٹرار صاحب کے دفتر میں لکھ کر بھیج دیں کہ ممتحن کو مقالے کا نسخہ رکھنے کی اجازت دے دی گئی ہے اِلاّ یہ کہ خود آپ کو اس پر اعتراض ہو؟ اس صورت میں اسے واپس بھیج دوں گا۔ مجھے آپ کے خط اور ہدایت کا انتظار رہے گا اور اسی کے مطابق عمل کروں گا۔

آپ کا خط حصص[۳۲] کے بارے میں ملا تھا۔ میں نے پوزیشن واضح طور پر بتادی تھی۔ دوبارہ لکھتا ہوں:

۱- قانوناً کوئی کمپنی جون ۱۹۷۶ء تک منافع ۱۲ فی صد سے زیادہ نہیں دے سکتی، چناں چہ ہم بھی نہیں دے سکتے۔ خیال ہے کہ یہ قانون یا حکم جولائی میں ختم ہونے کے بعد اس میں توسیع نہیں ہو گی اور اس کے بعد منافع کی شرح کمپنی کے صواب دید یا منافع کی جملہ رقم کے مطابق دی جا سکے گی۔ ہمارے ہاں اس سے پہلے ۱۵ فی صد کی شرح عام طور پر تھی، اور مجھے یقین ہے کہ اتنی ہی رہے گی۔

۲- بورڈ کا فیصلہ یہ ہے کہ جن لوگوں کا روپیا ہمارے ہاں جمع ہے اگر وہ کمپنی کے حصہ دار بھی ہیں، تو انھیں اس روپے پر پندرہ فی صد سود دیا جائے۔ عام حالات میں یہ بارہ فی صد ہے۔ لیکن مجھے کچھ تھوڑی سی رعایت دینے کی اجازت ہے۔ اس وقت یہی صورتِ حال ہے۔ اگر مزید کوئی بات وضاحت طلب ہو، تو لکھیے۔

اگر آپ دلی آنے والے ہوں، یا کوئی اور صاحب آرہے ہوں، تو ان کے ساتھ شہد کی دو بوتلیں بھیج دی جائیں۔ ممنون ہوں گا۔

مسز گیان چند سے نمسکار کہیے گا۔ انھوں نے اپنی علالت کے باوجود میرے کھانے پینے کا خیال رکھا، آپ کیا سمجھیں گے اسے! مرد کی ذات ہی ناشکری ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۵

۱۲, اکتوبر ۱۹۷۶ء

برادرِ عزیز و مکرم دعوات۔ آپ کا دوسرا خط آج ملا۔ شکریہ۔

اس نئے عہدے پر تقرر[۳۳] مبارک ہو۔ خدا کرے۔ آپ کے اور آپ کے خاندان اور آپ کے تمام احباب کے لیے یہ مبارک ثابت ہو، اور علمی و ادبی حلقوں میں آپ کی فتوحات کی دھاک بیٹھ جائے۔ آمین!

۲۶, جنوری ۱۹۷۷ء کو حضرت جوش ملسیانی مرحوم کی پہلی برسی ہے، اور یکم فروری ۱۹۷۷ء کو ان کی ۹۳ ویں سالگرہ ہے۔ ارادہ ہے کہ یکم فروری کو ان کی یاد میں ایک جلسہ کیا جاے، اور اس موقع پر مختلف اصحاب سے ان کے فن کے کسی نہ کسی پہلو پر مقالے پڑھوائے جائیں، جو بعد کو کتابی صورت میں شائع کر دیے جائیں۔ میرے ذمّے یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ میں آپ سے "ان کی زبان اور خدماتِ زبان" پر ایک مقالہ لکھنے کی درخواست کروں۔ مقالہ ۱۵ - ۲۰ صفحات تک ہو سکتا ہے۔

اس سلسلے میں ان کے دواوین تو آپ دیکھیں گے ہی اور بیشتر آپ کے پاس ہوں گے۔ ورنہ یونی ورسٹی کے کتاب خانے یا آپ کے احباب کے پاس سے نکل آئیں گے۔ ان کی اپنے تلامذہ کے کلام پر اصلاحیں جمع کر کے "آئینۂ اصلاح" کے عنوان سے شائع کی گئی تھیں، اس کا ایک نسخہ میں مہیا کر سکتا ہوں۔ مقالہ اگر نومبر کے آخر تک بھیج دیں تو ممکن ہے کہ ہم تقریب کے موقع پر کتاب شائع ہی کر دیں۔

مجھے یقین ہے کہ آپ میری خاطر یہ زحمت گوارا فرمائیں گے! مسز گیان چند کی خدمت میں میری نمستے پہنچایئے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۶

۲۵, اکتوبر ۱۹۷۶ء

مجبی، امید ہے آپ نے دفتر کے اس خط کا جواب دے دیا ہو گا، جس میں انھوں

نے "گفٹ ٹکس" کا سرٹفکیٹ طلب کیا ہے۔ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جموں کشمیر ریاست میں یہ ٹکس نہیں ہے۔ بہتر ہو، اگر آپ اپنے آڈیٹر (یا وکیل) سے یہ سرٹفکیٹ لے کر بھیج دیں کہ قانوناً یہ ٹکس ریاست میں نافذ نہیں، جہاں آپ نے یہ روپیہ بچوں کو دیا تھا۔ بہر حال آڈیٹر (یا وکیل) بہتر جواب دے سکتے ہیں۔

چند دن ہوئے، میں نے ایک خط میں آپ سے جوش ملسیانی کی زبان کی خدمات کے بارے میں ایک مضمون کی درخواست کی تھی۔ میں آپ کے جواب باصواب کا منتظر ہوں۔ چاہتا ہوں کہ بحدِ امکان یکم فروری ۷۷ ۱۹ء کو جلسے کے موقع پر طبع شدہ کتاب بھی حاضرین کو پیش کر دی جائے۔ اگر ہو سکے، تو آپ جلسے میں شرکت فرمائیے۔ اور اس پروگرام کو ابھی سے ذہن میں رکھیئے۔

میں نے سہل انگاری کے باعث مقالے کی اجرت کا بل آج تک نہیں بھیجا۔ کیا اب بھیجا جا سکتا ہے؟

مسز گیان چند کی خدمت میں نمستے عرض ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۷

۲ر مئی ۷۷ ۱۹ء

محبیّ ۲۸ اپریل کے گرامی نامے اور مبارکباد کا دلی شکریہ۔ حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہ خط لکھ رہا ہوں، اور اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اگر ڈاکٹر نارنگ صاحب نے جانے سے پہلے ملاقات کی زحمت فرمائی، تو تحریر کا تازہ شمارہ بھی بھیج دوں گا، جو دو ایک دن میں آنے والا ہے۔

بحمداللہ میری صحت تسلی بخش ہے۔ ڈاکٹروں کی ہدایت پر عمل پیرا ہوں۔ آپ بھی دعاؤں میں یاد رکھیئے۔ مسز گیان چند نمستے قبول فرمائیں۔ اب آپ کے نیاز کب اور کہاں حاصل ہوں گے؟

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۸

۲۳ر نومبر ۷۷ء۱۹

مجبی ۲۰ر نومبر کے گرامی نامے کا شکریہ

تعجب ہے کہ اگر کوئی شخص ساری عمر بائبل پڑھتا رہے تو وہ عیسائی نہیں۔ لیکن اگر وہ تلاوت قرآن کرے تو وہ مسلمان[۳۵] ہے۔ میں دونوں بالالتزام پڑھتا ہوں۔

(۱) ڈیوی ڈنڈ اور (۲) سود کی شرح میں فرق ہوتا ہے، اول تو کمپنی کے کاروبار کے نفع نقصان پر منحصر ہے۔ اور دوم ممکن شرح مقرر کر دی جاتی ہے اول گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور دوسرا جامد۔ حالات کچھ ایسے رہے کہ پچھلے دو سال بازار بہت مندہ تھا۔ لازماً اس کا اثر منافع پر ہونا چاہیے تھا، اور ہوا۔ اسی لیے اب کے ڈوی ڈنڈ صرف دس فی صد دیا گیا ایسی باتوں سے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ میں بھی بمبئی نہیں جا سکوں گا۔ میرے ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے۔ لکھنؤ جانے کا ارادہ ہے۔ وہاں ان شاء اللہ ملاقات ہو گی!

آج صبح میں نے بے خیالی میں ڈاکٹر حکم چند نیر[۳۶] کو ایک تار الہ آباد کے پتے پر بھیج دیا۔ بعد کو چونکا۔ لیکن تار جا چکا تھا۔ اس کے بعد دوسرا تار بھیجنا پڑا۔ پہلا تار آپ کو ملے گا۔ اسے ڈاک سے انھیں بھیج دیجیے۔ بھاوج سلمہا نمستے قبول فرمائیں

والسلام خاکسار مالک رام

اگرچہ یونی ورسٹی کا پتا بھی ٹھیک ہے، لیکن مجھے ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے کہ شاید نہ ملے۔ اگر گھر کا پتا لکھ دیں تو آیندہ اسے استعمال کر سکوں گا۔ دیکھا کہ پتا اسی خط پر لکھا ہے۔ شکریہ

۲۹

۱۸ر دسمبر ۷۷ء۱۹

محب مکرم گرامی نامے کا شکریہ۔

جن دو مجموعوں[۳۷] کے لیے وہ مضمون آپ نے عنایت کیے تھے، وہ ۷۸ء۱۹

کے اختتام سے پہلے پیش کر دیے جائیں گے۔ اگر آپ انھیں کسی اپنے مجموعے میں شائع کرنا چاہتے ہیں، تو ان سے فائدہ اٹھانے کی ایک صورت ہے کہ ایک مضمون تو جنوری، مارچ ۱۹۷۸ء کے شمارہ تحریر (۴۳) میں شامل کر لیا جائے۔ اور دوسرا آپ کو واپس دے دوں۔ کیوں کہ آپ اپنی کتاب مارچ تک شائع کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن اس صورت میں آپ کو مشار الیہ دونوں مجموعوں کے لیے دو اور مضمون لازماً دینا پڑیں گے۔ ایک مجموعے کی کتابت انشاء اللہ جنوری میں شروع ہوگی۔ یہ کام کم از کم ۳۔ ۴ مہینوں میں ہو سکے گا۔ تقدیم غالباً جولائی میں ہو۔ دوسرا مجموعۂ اس کے بعد اکتوبر، نومبر میں پیش ہوگا۔

فرمایئے یہ پروگرام آپ کو منظور ہے؟

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۰

۱۲ر جنوری ۱۹۷۸ء

محبی۔ دونوں گرامی نامے ملے۔ شکریہ

• میں "زریں[۳۸] کا فارسی چار درویش" جنوری، مارچ ۱۹۷۸ء کے شمارے میں شامل کر رہا ہوں۔ ناسخ والا مضمون اعزازی مجموعے میں چھپے گا۔ ان شاء اللہ یہ مجموعۂ بھی جولائی تک شائع ہو جائے گا۔ دوسرا مجموعۂ اگست میں پیش کرنے کا ارادہ ہے۔ اس کی کتابت بھی عنقریب شروع ہونے والی ہے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ دوسرا مضمون بھی جلد عنایت ہو۔ شکریہ۔

'چار' بھی اسی حد تک فارسی ہے، جیسے 'چہار'، 'چہار' کی تخفیف 'چار' ہے اور دونوں فارسی میں مستعمل۔ مثالیں بیکار ہیں۔ اپنے مضمون سے وہ فقرے اڑا دیجیے، میں نے ٹھیک کر لیا ہے۔ میری طبیعت پھر کچھ دن سے مضمحل ہے۔ شاید موسم کا اثر ہو۔ سردی بھی بہت شدید رہی ہے۔

مسز گیان چند نمستے قبول فرمائیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۱

۹، فروری ۸۷ ۱۹ء

محبی، ابھی ابھی آپ کا ۶، فروری کا گرامی نامہ ملا۔ دلی شکریہ قبول فرمائیے۔ مجھے اس انتخاب سے اس لیے خوشی ہوئی کہ میرے احباب نے اسے پسند فرمایا، اور انھیں خوشی ہوئی جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، عمر کے جس مرحلے میں ہوں۔ مزید ذمہ داریوں کے قبول کرنے سے طبیعت واقعی اِبا کرنے لگی ہے۔ یہی اندیشہ رہتا ہے کہ اگر بوجوہ احسن اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکا، تو کسی کو کیا منہ دکھاؤنگا! پس دعا کرتے رہیے کہ صحت فرض کی ادائی کے رستے میں حائل نہ ہو، اور جب تک اس کی توفیق شاملِ حال ہے، مفید اور صحیح فیصلے کر سکوں۔ آمین۔

مسز گیان چند نمستے قبول فرمائیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۲

۱۸، نومبر ۸۰ ۱۹ء

محب مکرم۔

آپ نے "نذرِ حمید" کے لیے مقالے کا وعدہ کیا تھا۔ فرمائیے، یہ کب تک عنایت ہو گا؟ در ہر چہ خواہی زود باش۔

میں نے لکھا تھا کہ جالندھر موٹر کمپنی کے معاملات میں سب کام آپ کے حسبِ دل خواہ ہو جائے گا۔ کسی تشویش کی بات نہیں۔ عزیز کب تک امریکا جانا چاہتا ہے؟

مسز گیان چند نمستے قبول فرمائیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۳

۶ ، مارچ ۱۹۸۱ء

محبی، ایڈوایزری بورڈ[۳۹] کے مجوزہ جلسے کی اطلاع مل ہوگی۔ آپ فوراً دفتر ساہتیہ اکاڈیمی میں لکھیے کہ مجھے ہوائی جہاز سے سفر کی اجازت دی جائے اجازت ان شاء اللہ مل جائے گی۔ امید ہے کہ اب کے ملاقات کی صورت نکل آئے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۴

۲۶ ، جون ۱۹۸۲ء

عزیزی گرامی نامے کا شکریہ۔

شمس[۴۰] الرحمٰن فاروقی صاحب سے متعلق اطمینان ہوا۔ اس دوران میں جیسا کہ آپ کو اطلاع ملی ہوگی، میر عابد علی خاں اور پروفیسر جگن ناتھ آزاد صاحبان کی دو اور جگہیں[۴۱] خالی ہوگئیں۔

میرے خیال میں دونوں حضرات اس لائق ہیں کہ ہم انھیں پھر سے منتخب کرلیں۔ میر عابد علی خاں کی صحت کچھ ناتسلی بخش ہے اور معذرت کررہے ہیں۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بفضلہ وہ ٹھیک ہیں اور عنقریب پھر سرگرمی سے حصہ لینے لگیں گے۔ خود میری صحت کہاں کی بالکل ٹھیک ہے۔

میں ان دونوں کے نام پھر سے تجویز کررہا ہوں اس یقین کے ساتھ کہ آپ اس کی تائید کریں گے، اور جب بیلٹ پیپر ملے گا، تو آپ اپنا ووٹ انھیں کو دیں گے۔ شکریہ۔ مسز جین نمسکار قبول فرمائیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۵

۳۱، جولائی ۱۹۸۲ء

محب مکرم آداب۔ ۱۴، جولائی کے گرامی نامے کا شکریہ

شمس الرحمٰن فاروقی کا بیلٹ پیپر آپ کو مل گیا ہوگا اور یقیناً آپ نے اپنا ووٹ انھیں دیا ہوگا۔ شکریہ۔

پروفیسر جگن ناتھ آزاد اور میر عابد علی خاں سے استصواب کرکے میں نے ان دونوں کا نام تجویز کیا ہے۔ جب بیلٹ پیپر ان کے ملیں تو شکر گزار ہوں گا اگر آپ کا ووٹ ان دونوں کو ملے۔ اگرچہ ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ اور امیدوار کون ہوں گے۔ لیکن ان دونوں کی قابلیت اور کارکردگی تسلّی بخش رہی ہے۔ اس لیے میں ان کو رکنیت کا اہل سمجھتا ہوں۔ اسی لیے میں نے ان کا نام تجویز کیا اور اس کے لیے ان کی سفارش کر رہا ہوں۔ ہرنیا کی شکایت مجھے بھی پچھلے چند ماہ سے ہے مجھ سے بھی اپریشن کے لیے کہا گیا ہے، لیکن ڈر رہا ہوں۔ کہیئے کروالوں؟

مسز جین نمستے قبول کریں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۶

۲۴، دسمبر ۱۹۸۲ء

محب گرامی کل جب میں میٹنگ سے نکلا، تو خیال آیا کہ مبارکباد[۴۲] کا تار بھیج دوں۔ پھر ذہن میں بات آئی کہ ہمارا ڈاک تار کا جو انتظام ہے، اس کے پیش نظر میرا تار تو دو تین دن سے پہلے ملنے کا نہیں، اور یہ خبر آپ کو شام کے ریڈیو سے معلوم ہو ہی جائے گی۔ پس میرے تار میں تو کوئی بات رہے گی نہیں۔ میرے دلی جذباتِ مسرت واطمینان کے سوائے۔ تو فیصلہ کیا کہ آپ کی سنّت کی تقلید میں تار کے پیسے بچالوں اور خط بھیج دوں۔ یہ کر رہا ہوں۔ واقعی مجھے بڑی مسرت ہے کہ قومی سطح پر آپ کے کام کا اعتراف ہوگیا۔ اب تو آپ کو دلّی آنا ہی پڑے گا۔

انعام لینے کے لیے کیوں کہ آپ کو یہاں بلانے کی کوئی اور صورت تو ہم نکال نہیں سکتے تھے۔

مسز جین کو ہماری طرف سے بدھائی ہو۔ یہ رقم انھیں ملنا چاہیے، آپ کو تو صرف دیوار پر لٹکانے کے لیے تانبے کی پلیٹ کافی ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۷

۲ر اکتوبر ۱۹۸۳ء

محب مکرم۔ گرامی نامے کا شکریہ قبول فرمائیے۔

میری خواہش اور دعا ہے کہ آپ صد و سی سال زندہ رہیں! اگر یہ موذی[۴۳] مرض آپ کو لاحق ہو گیا ہے، تو خدا (جسے آپ نہیں مانتے، لیکن وہ بہر حال موجود ہے۔) آپ کو صحت ارزانی فرمائے، ورنہ اسے آپ پر آسان کر دے؟ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد کمپنی بالکل ٹھیک ہے اور ہر طرح سے قابلِ اعتماد۔ میرے ہونے نہ ہونے سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ ۱۹۲۸ء سے قائم ہے اور اس وقت ہندوستان کی چوٹی کی دو کمپنیوں میں سے ایک ہے۔ میری ساری زندگی کی پونجی اسی میں ہے اس پہلو سے اطمینان رہے۔

جو فارم میں نے آپ کو بھیجے تھے، ان پر پیشانی میں ایک تاریخ کی مہر لگی ہے اس تاریخ سے ۵۹ تک یہ فارم استعمال ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد دوسرا فارم لینا پڑے گا۔ اگر آپ یہ حصص خود ہی لینا چاہتے ہیں، تو منوج کے علاوہ آپ بھی دستخط کر دیجیے؛ ٹرانسفر کی جگہ وہ دستخط کر دے اور ٹرانسفری کی جگہ آپ خود دستخط کریں۔ میرے خیال میں KU7 میں حصے خریدنے میں کوئی دقت نہیں ہونا چاہیے۔ آپ خط میں پوری ہدایات لکھ دیجیے گا۔ دو تین مہینے ہوئے حیدرآباد کی انجمن وہاں کانفرنس کرنا چاہتی تھی، مجھے بھی دعوت دی اور اصرار سے حاضری کے لیے کہا۔ میں نے ہوائی جہاز سے جگہ ریزرو کرا لی تھی کہ رمضان کے

باعث اسے ملتوی کر دیا گیا۔ اب دیکھیے کب ہوتی ہے۔ اگر آنا ہوا تو نیاز حاصل کروں گا۔

ہاں کسی اخبار (رسالے)[۴۴] نے زینت ساجدہ نمبر نکالا ہے (نام معلوم نہیں) اگر بآسانی مل سکے تو اس کا ایک نسخہ بھجوا دیجیے۔ مسز جین نمستے قبول فرمائیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳۸

۲ ، نومبر ۱۹۸۳ء

محب مکرم آداب۔

سید علی جواد زیدی آئے تھے۔ انھیں آپ کی کتاب "ذکر و فکر" (انعام یافتہ) کی ضرورت ہے۔ بازار میں یہ ملتی نہیں۔ کرم ہو، اگر آپ اس کا ایک نسخہ انھیں درج ذیل پتے پر بھجوا دیں۔

SYED ALI JAWAD ZAIDI
c/o U.P. URDU ACADEMY
R.K. TAN)ON ROAD
QAISAR B/GH, LUCKNOW (UP).

اس کے اوپر لکھ دیجیے۔ PERSONAL PL.FORWARD انھوں نے گھر کا پتا بھی دیا تھا، لیکن میں مکان کا نمبر بھول گیا ہوں۔ اس لیے بہتر ہے کہ کتاب ان کے پرانے پتے ہی پر بھیج دی جائے۔ شکریہ۔

آپ کو دفتر کی طرف سے شیرۂ سرٹی فکیٹ مل گیا ہوگا۔

والسلام خاکسار مالک رام

۳۹

۲۰ ۔ جنوری ۱۹۸۴ء

محبی آداب! پہلے آپ کا تہنیت[۴۵] کا تار اور پھر ۷، جنوری کا گرامی نامہ ملے دونوں کا شکریہ۔

دعا یہ کیجیے کہ جب آخری حساب کتاب کا مسئلہ در پیش ہو۔ تو وہاں اعزاز واکرام کا مستحق پایا جاؤں۔ اگرچہ جانتا ہوں کہ آپ کا ان باتوں میں اعتقاد نہیں۔ لوگ میرے متعلق کیا لکھتے ہیں، اس کی تو مجھے پروا نہیں (اگرچہ یہ نہیں کہ میں نیکنامی سے مستغنی ہوں) میں نے آج تک جو کچھ کیا، اسے کسی کو خوش کرنے کے لیے نہیں لکھا۔ اپنے ضمیر کی تسکین کے لیے کیا اور اس خیال سے کیا کہ اگر میرے پاس کچھ ہے، تو اسے دوسروں تک بشکلِ احسن پہنچانا میرا فرض ہے۔ میں نے سوسائٹی سے اور اپنے احباب سے اتنا کچھ حاصل کیا ہے کہ جب تک اپنی تمام صلاحیتوں کو استعمال نہ کروں، ان کا قرض ادا نہیں کر سکتا۔ یہی میرا مطمحِ نظر رہا ہے، اور میں اس سے مطمئن ہوں۔ فالحمدللہ۔ کہیے آپ کی صحت اب کیسی ہے؟ کیا ادھر کا چکر لگانے کا ارادہ نہیں۔ مل جائیے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

پس نوشت۔ میں آپ کے پتے سے پورا مطمئن نہیں، لیکن جیسا آپ نے لکھا ہے اسے نقل کر رہا ہوں۔ خدا کرے خط آپ تک پہنچ جائے۔

۴۰

۱۷، اپریل ۱۹۸۴ء

محبی، گرامی نامے کا شکریہ

جالندھر موٹر ایجنسی کے خط کے ساتھ کچھ اور تفصیلات بھی تو نہیں۔ بیچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حصص بہر حال عزت کی چیز ہے۔ امسال تو ان پر منافع کم ملے گا۔ بازار کا حال آپ سے مخفی نہیں! لیکن ان کے رکھنے میں فائدہ ہے۔ میں اپنے حصص نہیں بیچ رہا ہوں۔ بہر حال اگر آپ کسی وقت بیچنا چاہیں گے تو (بشرطِ زندگی) میں خریدنے کو تیار ہوں۔

کسی پرچے نے زینت ساجدہ نمبر نکالا تھا۔ میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ اس کا ایک نسخہ درکار ہے۔ اب توجہ فرمائیں۔ شکریہ۔

مسز جین نمسکار قبول فرمائیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۴۱

۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء

مجبیّ آداب۔

جنرل سکریٹری کے رخصت پر ہونے کی وجہ سے میں آپ کے گرامی نامے مورخہ ۲۶ ستمبر کا جواب دے رہا ہوں۔

مثل مشہور ہے کہ جس گھر میں بیری ہو گی، اس میں پتھر تو آئیں گے ہی۔ لہٰذا اگر آپ کو سفارش کرنے والوں کے یا خود خالی جگہوں کے لیے امیدواروں کی طرف سے خطوط موصول ہو رہے ہیں، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر آپ نے حیاتی رکن بنتے وقت اسے خوشی سے قبول کر لیا تھا، تو اب اسے کم از کم میری میعادِ صدارت تک اور جھیل جائیے۔ اور اپنا استعفےٰ واپس لے لیجیے، میں اس کی سفارش نہیں کر سکتا۔

خدا کرے آپ ہر طرح خیر و عافیت ہوں!

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۴۲

۱۸ جولائی ۱۹۸۶ء

برادرِ عزیز۔ آپ کے دو خطوں کا جواب مجھ پر فرض ہے۔ آپ کا مضمون راج نارائن راز (اڈیٹر آج کل) لے گئے تھے۔ دیر سویر وہاں چھپ جائے گا۔ شکریہ قبول کیجیے۔ طباعت کی غلطیوں کی نشان دہی کے لیے ممنون ہوں میں نے اپنے نسخے میں اصلاح کر لی ہے۔ اگر کبھی طبعِ ثانی کی نوبت آئی، تو اب کے ٹھیک چھپ جائیں گے۔

۲۰ / ۹ / ۱۹۸۶ء

جیساکہ آپ اوپر کی درج شدہ تاریخ سے اندازہ لگا سکتے ہیں، میں نے ۱۸/ جولائی کو یہ خط لکھنا شروع کیا تھا۔ لکھ نہیں چکا تھا کہ کسی کام سے اسے درمیان میں چھوڑ کر اٹھ گیا۔ اور اس سے اگلے دن مجھ پر دل کا دورہ پڑا۔ اور میں اسپتال پہنچ گیا۔ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ "پراس ٹیٹ" کی بھی شکایت ہے۔ چناں چہ آپریشن ہوا۔ اور بہت دن تک اسپتال میں قیام کرنا پڑا۔

اب حالت بہت بہتر ہے، اگرچہ نقاہت کا یہ عالم ہے کہ چلنے میں تکلف ہوتا ہے۔ ہاتھ میں لکڑی اب مستقلاً رکھنا پڑتی ہے۔ ان شاء اللہ اپنے وقت پر سب ٹھیک ہو جائے گا، ورنہ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔

"ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا" کے معنی زور رفتاری کے علاوہ کسی بات پر اڑ جانا یا کسی کی نہ ماننا بھی ہیں۔ لغت میں دیکھنا چاہیے۔ ذرا تحقیق کر کے مجھے بھی مطلع کیجیے۔ کہیں مجھے غلط فہمی تو نہیں ہوئی۔

مبارکباد کا شکریہ۔ مجھے زیادہ خوشی اس بات سے ہو رہی ہے کہ اس سے میرے احباب کو مسرت ہوئی ہے۔ فالحمد للہ۔

والسلام   خاکسار مالک رام

۴۳

۱۳/ جولائی ۱۹۸۷ء

برادر عزیز۔ بہت دن ہوئے آپ کا گرامی نامہ ملا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اس کا جواب نہ دیا کہ اس میں آپ نے کسی طالب علم کے مقالہ[۴۸] لکھنے کی اطلاع دی تھی۔ یہ بات مجھے پسند نہ آئی۔ کسی کی زندگی میں مقالہ لکھنا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس شخص نے اپنا کام ختم کر لیا۔ جو بداہتاً غلط بات ہے۔ پس، مقالہ مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ خیر، یہ بتائیے کہ وہ پروفیسر مختار الدین احمد کے بارے میں مضمون[۴۹] کب تک بھیج سکیں گے۔

کل "سب رس" کراچی ملا۔ اس میں زور کی افسانہ نگاری کا عنوان دیکھا (جیساکہ آپ کو معلوم ہے۔ میں زیادہ پڑھنے سے معذور ہوں۔) یقیناً یہ وہی مضمون ہوگا جو آپ نے "زور سمینار" کے لیے بھیجا ہے۔ میری صحت ویسی ہی ہے جیسی آپ دیکھ گئے ہیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۴۴

محب مکرم آداب

آپ نے مہربانی فرماکر کہیں سے میرا مضمون "قادر نامہ کا مصنف" کی نقل مہیّا کی تھی۔ میں نے اسے بہت حفاظت سے کہیں رکھ دیا تھا کیوں کہ ان دنوں میری صحت خراب تھی اور میں اسے دیکھنے کے قابل نہیں تھا۔ اب جو طبیعت ذرا ٹھیک ہوئی، تو میں نے خیال کیا کہ یہ مجموعہ مرتّب کرلوں۔ اب جو مضمون بھی تلاش کرتا ہوں تو وہ دستیاب نہیں ہوا۔ یہیں کہیں گھر ہی میں ہوگا۔ لیکن کیا فائدہ!

کیا یہ ممکن ہے کہ اس کی دوسری نقل مہیّا کردی جائے۔ فوٹو اسٹیٹ بہتر رہے گا۔ آپ کو بار بار زحمت دے رہا ہوں، لیکن اور کس سے کہوں! مسز گیان چند نمستے قبول فرمائیں۔

والسلام خاکسار مالک رام

۴۵

محبِ دل نواز۔ آپ کا آخری گرامی نامہ وہ ہے جو آپ نے قدح کروانے کے بعد کسی اور دوست سے "تلامذۂ غالب" کی رسید کی اطلاع کے طور پر لکھوایا تھا۔

امید ہے کہ آپ ٹھیک ہوکر حسبِ معمول اپنے کام کاج میں مصروف ہوگئے ہوں گے۔ اور کتاب دیکھنے کی فرصت آپ کو ملی ہوگی!

"غالب اکاڈیمی" کی طرف سے سالانہ دو تقریبیں ایسی ہوتی ہیں جب غالب سے متعلق دو مقالے (نسبتاً طویل) پڑھے جاتے ہیں: اول، اکتوبر میں۔ اس موقع پر کسی دانشور سے "غالب لیکچر" سنا جاتا ہے۔ اگر مقالہ ۱۰۰، ۱۵۰ صفحات تک ہو تو اکاڈیمی اسے چھاپنے کا بھی انتظام کرنے پر تیار رہے۔ دوم، ۲۷ دسمبر یعنی غالب کے یوم ولادت کے جلسے میں۔ اسے بھی چھاپا جا سکتا ہے۔ فرمائیے، اب کے آپ ان دو موقعوں میں سے کب مقالہ پیش کرنے کی زحمت فرمائیں گے؟

میں نے بھی مارچ میں بائیں آنکھ بنوائی تھی۔ لیکن میری آنکھ بگڑ گئی اور ابھی تک بھی یہ خطرے سے باہر نہیں ہے۔ یہ چند سطریں بھی بہت مشکل اور اٹکل سے لکھی ہیں اگر ان میں بے ربطی ہو تو اس کی وجہ یہی ہے، معاف فرما دیجیے گا۔ اس خط کا جواب جلد دینے کی زحمت فرمائیے گا۔ گھر میں میری نمستے کہیے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۴۶

مجھی آپ کا خط ملا تھا۔ اس کا جواب نہیں دیا۔ آپ کو شیطان نے انگلی دکھائی ہے۔ میں تو کسی مخالف سے بھی ناراض نہیں ہوتا۔ چہ جائے کہ آپ کے سے عزیز دوست سے ناراض ہو جاؤں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

خط و کتابت میں تاخیر اور کوتاہی کو میری مصروفیت یا خرابیِ قسمت پر محمول کیجیے۔ نہ کہ کسی اور بات پر۔

مضمون آپ کا دیکھا تھا ماشاءاللہ بہت خوب ہے۔ میں نے یہ بجاج صاحب کو دے دیا تھا۔ اس کے بعد "سبد چین" کے دونوں نسخے بھی مل گئے تھے اور میں نے دونوں نسخے ڈاکٹر نارنگ کو دے دیے تھے کیوں کہ انھوں نے کہا تھا کہ وہ عنقریب الٰہ آباد جانے والے ہیں۔ وہ دستاویز بھی میں نے انھیں دے دی تھی کہ آپ کے حوالے کر دیں۔ خدا معلوم کہ یہ کون غالب تھے۔ بہر حال جیسا کہ آپ نے لکھا تھا مشہور شاعر غالب تو ہو نہیں سکتے۔ اس خط کے ساتھ دو فارم منسلک ہیں یہ اس سے پہلے

بھی بھیجے گئے تھے اور پھر بائع کے دستخط وقت پر نہ لیے جا سکے، اس لیے ان کی میعاد (۶۰ دن) گزر گئی۔ اب بائع کے دستخط پہلے لے کر آپ کو بھیجے جا رہے ہیں فوراً دونوں صاحبزادوں سے نشان زدہ مقام پر دستخط کروا کے بھیج دیجیے۔ شکریہ
بہت دن سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کبھی دلی کا پھیرا نہیں ہوگا!

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

حواشی

۱۔ ''میں آپ سے خفا نہیں'' یہ اشارہ ڈاکٹر گیان چند جین کے اس مضمون کی طرف ہے، جو 'غالب کی بھوپال والی غزل' کے عنوان سے، غالباً ۱۹۶۰ء میں رسالہ اردوئے معلیٰ، غالب نمبر شعبۂ اردو دلّی یونیورسٹی میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر گیان چند جین نے مالک رام صاحب کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کیے تھے۔

۲۔ مالک رام صاحب اور پروفیسر مختار الدین احمد نے ۱۹۶۵ء میں 'نذرِ عرشی' مرتب کی تھی۔ مضمون اسی کے لیے درکار تھا۔

۳۔ عرشی بھائی سے مراد ہے مولانا امتیاز علی خاں عرشی، ولادت: ۸ر دسمبر ۱۹۰۴ء، رامپور، وفات: ۲۱ر فروری ۱۹۸۱ء، رامپور، مدفن: احاطہ رضا لائبریری رامپور (تذکرۂ ماہ وسال)

۴۔ مجلسِ مشاورت سے مراد ہے 'نذرِ عرشی' کی مجلسِ مشاورت

۵۔ دونوں مضمون سے مراد ہے، ایک مضمون 'تحریر' سہ ماہی اور دوسرا غالباً 'نذرِ ذاکر' کے لیے۔

۶۔ 'نقوش' میں کربل کتھا سے متعلق اپنے مضمون میں ڈاکٹر گیان چند جین نے یہ انکشاف کیا تھا کہ کربل کتھا کا نسخہ مختار الدین احمد دریافت کر کے لائے تھے، لیکن ۱۹۶۱ء میں اس کو پہلے ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی نے دلّی یونیورسٹی سے چھاپ دیا، لیکن وہ بازار میں نہیں آیا۔ اس اڈیشن میں ۱۲ کے بجائے دس مجلسیں تھیں۔ مالک رام صاحب اور مختار الدین احمد صاحب کا مرتبہ اڈیشن ۱۹۶۵ء میں چھپا۔ اسی کے بارے میں مالک رام صاحب خط میں لکھتے ہیں۔ ''کیا طباعت دلّی (یونیورسٹی اڈیشن) اشاعت و مالک و مختار (اڈیشن) میں کوئی فرق نہیں۔''

۷۔ آزردگی، یہ اشارہ ڈاکٹر گیان چند جین کے مضمون کربل کتھا کے مشمولات کی طرف ہے، جو مالک رام صاحب کو پسند نہیں آئے۔

۸ه سروری صاحب سے مراد ہے، عبدالقادر سروری۔ 'کربل کتھا' کا دلی یونیورسٹی اڈیشن ڈاکٹر گیان چند جین نے سروری صاحب کے مکان واقع جواہر نگر سری نگر میں دیکھا تھا۔

۹ه بدایونی نسخے سے مراد ہے، نظامی بدایونی کا مخطوطہ) اسی نسخے کو بنیاد بناکر مکتوب نگار نے 'دیوانِ غالب' مرتّب کیا تھا۔

۱۰ه 'نقوش'، کے مکاتیب نمبر میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ڈاکٹر گیان چند جین کے چند خطوط بنام گوپی چند نارنگ شائع کرادیئے۔ ان میں سے ایک خط میں ڈاکٹر گیان چند جین نے ڈاکٹر شوکت سبزواری کی لسانیات کی معلومات پر سخت الفاظ میں تبصرہ کیا تھا۔ مکتوب نگار کا اشارہ اسی خط کی طرف ہے۔

۱۱ه ڈاکٹر گیان چند جین کلامِ غالب کے مشکل الفاظ اور محاورات کی فرہنگ تیار کرنا چاہتے تھے۔ کام شروع بھی کردیا، لیکن بعد میں کسی وجہ سے یہ کام مکمّل نہیں ہوسکا۔ یہ اسی کا ذکر ہے۔ مکتوب نگار ڈاکٹر عابد حسین کی ادبی خدمات کا اعتراف کرنا چاہتے تھے اور یہ کتاب ۷۴ء میں شائع ہوئی۔

۱۲ه ڈاکٹر گیان چند جین نے کار خریدنے کے سلسلے میں مکتوب نگار سے مشورہ طلب کیا تھا۔

۱۳ه ڈاکٹر فاروقی صاحب سے مراد ہے، خواجہ احمد فاروقی۔

۱۴ه غالب کی صد سالہ تقریبات جموں میں منائی گئی تھیں۔ اس کمیٹی کے صدر ڈاکٹر گیان چند جین تھے۔ اس کمیٹی کی خواہش تھی کہ مکتوب نگار سے اس موقع پر تقریر کرائی جائے۔ یہ اسی کا ذکر ہے۔

۱۵ه پروفیسر ابو محمد سحر، ولادت: ۲جنوری ۱۹۳۰ء، ابو محمد سحر نے 'غالب اور اپریل فول کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا، جو رسالہ اردو ادب میں شائع ہوا تھا۔ مکتوب نگار نے اسی کے بارے میں لکھا ہے، کیوں کہ اس مضمون میں ڈاکٹر گیان چند جین کے مضمون ''یہ بھوپال'' کا ذکر ہے

۱۶ه سہ ماہی 'تحریر' میں مسلسل خسارہ کی وجہ سے ڈاکٹر گیان چند جین نے مکتوب نگار کو اس پرچے کو بند کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۱۷ه ثالثی سے متعلق اشارہ غالباً توفیق احمد امروہوی (یہ نام شفیق کیا ہی ہے۔) سے بھوپال مقدمے کی طرف ہے۔ 'دیوانِ غالب بہ خط غالب' کا یہ قلمی نسخہ تھا جسے نسخۂ امروہہ کہا جاتا

ہے۔ اس نسخہ کو اکبر علی خاں عرشی زادے نے ستمبر ۱۹۶۹ء میں رامپور سے شائع کر دیا۔ اس زمانے میں 'نقوش' لاہور نے 'بیاضِ غالب' کے نام سے خاص نمبر نکالا، جس میں نسخۂ امروہہ شامل تھا۔ اس کی وجہ سے اس سے متعلق ادیبوں میں مقدمہ بازی شروع ہوگئی۔ اس نسخے کے بارے میں بعض محقّقین کا خیال ہے کہ یہ نسخہ غالب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور بعض نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ نسخہ جالی ہے۔

۱۸ھ نسخہ دیوانِ غالب بہ خطِ غالب کی طرف اشارہ ہے۔ اپنے مضمون میں ڈاکٹر گیان چند جین نے اس نسخے کی دریافت اور گمشدگی کے بارے میں بعض اصحاب کے نام کی نشاندہی کی تھی۔

۱۹ھ اکبر علی خاں اور پروفیسر نثار احمد کی طرف اشارہ ہے۔

۲۰ھ عبدالقادر سروری کا انتقال ۱۷ مارچ ۱۹۷۱ء کو سری نگر میں ہوا۔

۲۱ھ بعض ادیبوں نے ارمغانِ مالک کے نام سے کتاب مرتّب کی تھی، جس کے نگراں، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ تھے۔

۲۲ھ امروہہ سے نگارشات کے نام سے ایک رسالہ نکلتا تھا، اس میں ڈاکٹر گیان چند جین اور مکتوب نگار کے خلاف مضامین چھپتے تھے۔ اسی کا ذکر ہے۔

۲۳ھ ڈاکٹر گیان چند جین نے سہ ماہی تحریر کے لیے ایک مضمون مکتوب نگار کو بھیجا تھا، جس میں یائے اضافت پر ہمزہ لکھا تھا۔ مکتوب نگار کو اس پر اعتراض تھا، انھوں نے اپنے خط میں مکتوب الیہ کو لکھا۔ چو کفر از کعبہ برخیز، کجا ماند مسلمانی۔ گیان چند جین صاحب ان سے متفق نہیں تھے اور انھوں نے ایک طویل مضمون یائے اضافت اور ہمزہ لکھ دیا، جو ان کے مجموعے 'حقائق' میں شامل ہے۔ ان کا مسلک ہے کہ یائے اضافت پر ہمزہ ضرور لکھا جائے۔

۲۴ھ اُردو کمیٹی سے مراد ہے، گجرال کمیٹی برائے فروغ اردو، مکتوب نگار اور ڈاکٹر گیان چند جین بھی اس کمیٹی کے رکن تھے۔

۲۵ھ گجرال کمیٹی کی تجویز تھی کہ اردو کے دو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ایک شمالی ہند میں دوسرا جنوبی ہند میں قائم کیے جائیں۔ شمالی ہند کے لیے رضا لائبریری رام پور کا نام تھا، اس کے لیے سہ رکنی کمیٹی

تشکیل دی گئی، جس میں مالک رام صاحب پروفیسر خلیق احمد نظامی اور گیان چند جین شامل تھے۔
یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۲۶ھ ڈاکٹر گیان چند جین نے کچھ روپے اپنے بچوں کے نام جالندھر موٹر ایجنسی میں مکتوب نگار کے توسط سے جمع کیے تھے۔ اسی کا ذکر ہے۔

۲۷ھ گجرال کمیٹی کی رپورٹ مراد ہے۔

۲۸ھ ٹھاکر پونچھی پورا نام جگن ناتھ سوہن لال۔ ولادت: ۳۱ر دسمبر ۱۹۲۲ء، پونچھ (جموں کشمیر) وفات: ۱۶ر اگست ۱۹۷۴ء، جموں۔ جموں ریڈیو اسٹیشن میں ملازم تھے۔ ریڈیو اسٹیشن کے باہر کسی گاڑی سے ٹکر ہونے سے انتقال ہوا۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۲۹ھ ڈاکٹر نارنگ والی تقریب سے مراد ہے، غالباً ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی شادی کی تقریب

۳۰ھ سرور صاحب سے مراد ہے، پروفیسر آل احمد سرور۔ ولادت: ۹ر ستمبر ۱۹۱۱ء بدایوں۔

(تذکرہ ماہ وسال، ص)

۳۱ھ کالڑا صاحب سے مراد ہے۔ شیام لال کالڑا، (عابد پشاوری) کی پی۔ ایچ۔ ڈی کی تھیسس، جس میں ممتحن مکتوب نگار تھے۔

۳۲ھ حصص سے مراد ہے۔ جالندھر موٹر ایجنسی کے شیرز۔

۳۳ھ ڈاکٹر گیان چند جین کا تقرر بحیثیت پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی میں ہوا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۳۴ھ گفٹ ٹیکس سے مراد ہے، ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنا بھوپال والا مکان فروخت کیا تھا اور رقم بچوں کے نام بطور گفٹ جالندھر موٹر ایجنسی میں سود پر جمع کر دی تھی۔ چوں کہ جموں کشمیر میں گفٹ ٹیکس قانون کا اطلاق نہیں تھا، لہذا اس کے لیے وہاں کا سرٹیفکٹ درکار تھا۔

۳۵ھ مکتوب نگار کے مذہبی عقائد کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے ، عابد علی خاں مرحوم نے ڈاکٹر گیان چند جین سے کہا تھا کہ مالک رام صاحب تلاوت کلام پاک کرتے ہیں۔ اس کے بعد پروفیسر نثار احمد فاروقی نے بھی ڈاکٹر گیان چند جین سے اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مالک رام صاحب کے مذہبی عقائد کا علم نہیں۔ کوئی کہتا ہے وہ پوشیدہ

مسلمان ہیں۔ کبھی موقع ہو تو ان سے پوچھیے کہ ان کا مذہبی مسلک کیا ہے۔

ڈاکٹر گیان چند جین نے موقع دیکھ کر مالک رام صاحب سے دریافت کیا جس کے جواب میں انھوں نے متعلقہ جملے لکھے۔

۳۶ھ پروفیسر حکم چند نیر، ولادت: ۸ر فروری ۱۹۳۱ء، مٹھن کوٹ (ضلع غازی خاں)
وفات: ۱۶ر ۱۷ر ستمبر ۱۹۹۲ء کی درمیانی شب۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۳۷ھ دونوں مجموعوں سے مراد ہے، 'نذرِ زیدی اور نذرِ حمید'۔

۳۸ھ ڈاکٹر گیان چند جین نے ایک مضمون 'زرّیں کا فارسی چار درویش' سہ ماہی 'تحریر' کے لیے بھیجا تھا۔

۳۹ھ ڈاکٹر گیان چند جین ساہتیہ اردو اکیڈمی کے رکن مقرر ہوئے تھے۔ اکیڈمی کی میٹنگ میں شرکت کے لیے انھوں نے سکریٹری کو لکھا کہ وہ ہوائی جہاز کی اجازت دیں، لیکن سکریٹری نے منظور نہیں کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر گیان چند جین چار سال تک اکیڈمی کے رکن رہے لیکن انھوں نے کسی میٹنگ میں شرکت نہیں کی۔

۴۰ھ شمس الرحمٰن فاروقی، ولادت: ۳۰ر ستمبر ۱۹۳۵ء، پرتاپ گڈھ، (تذکرۂ ماہ و سال)

۴۱ھ انجمن ترقی اردو (ہند) کی مجلسِ عام کی خالی جگہوں کا ذکر ہے۔

۴۲ھ ڈاکٹر گیان چند جین کو ۱۹۸۲ء میں ان کی کتاب 'ذکر و فکر' کو ساہتیہ اکیڈمی نے انعام دیا تھا۔ مبارک باد اسی سلسلے میں ہے۔

۴۳ھ ڈاکٹروں نے شبہہ ظاہر کیا تھا کہ ڈاکٹر گیان چند جین کو کینسر ہے۔ یہ اسی کا ذکر ہے۔

۴۴ھ حیدر آباد کے ایک رسالے غالباً 'پونم' نے زینت ساجدہ نمبر نکالا تھا۔ یہ اسی کا ذکر ہے۔

۴۵ھ مالک رام صاحب کو ساہتیہ اکیڈمی سے انعام ملنے پر ڈاکٹر گیان چند جین نے مبارک باد کا تار بھیجا تھا، یہ اسی طرف اشارہ ہے۔

۴۶ھ انجمن ترقی اردو (ہند) کی مجلسِ عام کے الیکشن کا ذکر ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین اس کے حیاتی رکن تھے۔ انھوں نے کچھ وجوہ سے اپنا استعفیٰ دے دیا تھا۔ لیکن مالک رام صاحب کا اصرار تھا کہ وہ ان کی مدّتِ صدارت ختم ہونے تک انجمن کے رکن رہیں۔

۴۷؎ مالک رام صاحب نے اپنے خط میں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونے کو کسی کی بات نہ ماننے کے مفہوم میں استعمال کیا تھا، جس پر ڈاکٹر گیان چند جین کو اعتراض تھا۔

۴۸؎ حیدر آباد یونیورسٹی کے ایک ریسرچ اسکالر نے مکتوب نگار پر مقالہ لکھنا شروع کیا تھا۔ اس پر مکتوب نگار کو اعتراض تھا۔

۴۹؎ ڈاکٹر گیان چند جین نے ڈاکٹر زور سمینار (منعقدہ انجمن ترقی اردو (ہند) کے لیے ڈاکٹر زور کی افسانہ نگاری پر مضمون لکھا تھا۔ یہی مضمون 'سب رس'، کراچی کو بھیجا گیا۔ انھوں نے چھاپ دیا۔ اس پر مالک رام صاحب نے زور سمینار میں شامل کرنے سے انکار کر دیا۔ بعد میں وہ 'ہماری زبان' میں چھپا۔

۵۰؎ مکتوب نگار نے قادر نامے کا مصنّف کے عنوان سے مضمون لکھا تھا۔ اس کی نقل مہیا کرنے کے لیے انھوں نے ڈاکٹر گیان چند جین کو لکھا۔ ڈاکٹر گیان چند جین نے حیدر آباد اردو ریسرچ سینٹر کے مالک عبدالصمد خاں (جو اپنے کتب ذخیرہ کے ساتھ کلکتہ چلے گئے تھے) کو لکھا۔ انھوں نے تلاش کر کے اس کی نقل فراہم کر دی۔ وہ عکس گم ہو گیا۔ مکتوب نگار نے دوبارہ نقل کی فراہمی کے لیے لکھا۔

۵۱؎ اوم پرکاش بجاج مالک رام صاحب پر مضامین کا مجموعہ مرتّب کروا رہے تھے۔ اسی سلسلے میں انھوں نے ڈاکٹر گیان چند جین سے 'خطوطِ غالب' مرتّبہ مالک رام سے متعلق استفسار کیا کہ مہیش پرشاد کے مجموعے کے دوسرے اڈیشن پر مالک رام صاحب کا نام کس طرح آیا۔ شاید اسی کو مالک رام صاحب نے 'شیطان نے انگلی دکھائی' کہا ہے۔

پروفیسر مسعود حسین خاں

۱

۵۰۔۴ ڈیفنس کالونی نئی دلّی

۹ جون ۱۹۸۸ء

عزیزی

(۱) شریف[۱] کنجاہی اور گوہر نوشاہی آئے تھے اور آپ کے لیے یہ تین کتابیں چھوڑ گئے۔ (۲) نذرِ مختار[۲] کے ۵۰۴ صفحات ہوئے۔ پہلا فارم روک لیا ہے بقیہ کتاب مطبع چلی گئی ہے۔ خدا چاہے تو طباعت جون کے آخر تک مکمل ہو جائے۔ نائب صدر دورے سے واپس آئیں تو ان سے ملاقات کر کے اجرا کی تاریخ مقرر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(۳) جالندھر[۳] موٹر ایجنسی کی طرف سے خط مل گیا ہوگا۔ (۴) میری صحت روز بروز گرتی جا رہی ہے۔ آنکھوں کی تکلیف خاص کر المضاعف ہو گئی ہے۔ اٹکل سے لکھ لیتا ہوں لیکن پڑھنا دشوار ہے۔ (۵) عشرت[۴] آئے تھے کہہ رہے تھے کہ کورٹ[۵] کی میٹنگ اگست میں کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اگر یوں ہوا تو شاید آنا پڑے اس وقت تک موسم بھی کچھ قابلِ برداشت ہو جانے کی توقع ہے۔ میں ذاتی طور پر عدم شرکت کو ترجیح دوں گا۔

بیگم صاحبہ سلام قبول فرمائیں بچوں کو دعا اور پیار

والسلام والاکرام

خاکسار مالک رام

۱ مقالات تحقیق، ڈاکٹر وحید قریشی مطبوعہ مغربی پاکستان اُردو اکادمی لاہور
۲ فرائیڈ اور اس کی تعلیمات (ڈاکٹر سی۔ اے قادر)
۳ نسخۂ شیرانی اور دوسرے مقالات (سید قدرت نقوی)

۲

۹ جون ۱۹۸۸ء

محبی، "رفعات رشید صدیقی" کا نسخہ ملا۔ دلی شکریہ قبول فرمائیے۔
چند دن ہوئے، پاکستان سے شریف کنجاہی اور گوہر نوشاہی صاحبان تشریف لائے تھے۔ وہ آپ کے لیے تین کتابیں چھوڑ گئے۔

(۱) فرائڈ اور اس کی تعلیمات : ڈاکٹر سی۔ اے۔ قادر
(۲) مقالاتِ تحقیق : ڈاکٹر وحید قریشی
(۳) نسخۂ شیرانی اور دوسرے مقالات : سید قدرت نقوی

جناب ایم حبیب خاں کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ جامعہ اُردو کے اسٹاف کی طرف سے تنخواہ کے سلسلے میں جو درخواست موصول ہوئی ہے، وہ بھیج رہا ہوں۔ اس پر غور فرمایئے۔ میرے خیال میں اس کے لیے کمیٹی بنانے میں ہم لوگوں نے غلطی کی۔ یہ کام مجلسِ منتظمہ کا ہے اور اسے اپنی ذمہ داری پر کرنا چاہیے۔

مجھے ایک خط بزمِ اقبال آگرہ کی طرف سے بھی ملا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی نقل آپ کو بھی ملی ہو گی۔ کیا خیال ہے؟ درحقیقت مجلسِ عام عملی طور پر بالکل خاموش ہے۔ جب تک جلسے میں کوئی بلند آواز سے اپنی رائے ظاہر نہ کرے اور اس پر پورے زور سے اصرار نہ کرے، مفاد پرست اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے، تو آپ اس پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں' یہی ہو رہا ہے انتخاب پارسال ہی ہو جانا چاہیے تھا۔ اب بھی موقع ہے کہ اگلی میٹنگ میں انتخاب پر اصرار کیا جائے تو شاید حالات کچھ سنبھل جائیں۔ بہرحال میں تو دست بردار ہونے پر تیار ہوں۔

والسلام والاکرام
خاکسار۔ مالک رام

۳

۲۰ ستمبر ۱۹۸۸ء

حضرۃ المکرم

۱۔ آپ کے خط کا جواب یہ ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین نے جن چار اصحاب کے نام بتائے، وہ ٹھیک ہیں۔ انھوں نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔

۲۔ آیندہ انتخاب میں آپ پروفیسر مختارالدین احمد اور پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کو ووٹ دینگے تو میں ممنون ہوں گا۔

۳۔ کتاب کا اجرا ۲۷ ستمبر کو طے ہوا ہے۔ افسوس اگر آپ شریک نہیں ہوسکیں گے۔

۴۔ دعوت نامہ اور نسخۂ کتاب جناب حبیب خاں کے ہاتھ بھیج دوں گا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

حواشی

۱ے شریف کنجاہی اور گوہر نوشاہی یہ دونوں صاحبان پاکستانی ادیب ہیں۔

۲ے نذرِ مختار

۳ے مالک رام صاحب جالندھر موٹر ایجنسی کے ڈائرکٹر تھے۔ غالباً مسعود صاحب نے اس کے شیئرز خریدے تھے۔

۴ے پروفیسر عشرت حسین فاروقی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبۂ کامرس میں پروفیسر ہیں۔

۵ے کورٹ سے مراد، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کورٹ ہے۔ مکتوب نگار اس کے رکن تھے۔

۶ے اصل خط میں مقالاتِ تحقیقات لکھا ہوا تھا۔ متن کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۷ے 'بزمِ اقبال' ایک ادبی تنظیم ہے۔

۸ے جامعہ اردو علی گڑھ کی مجلسِ عام کے انتخاب سے مراد ہے۔

۹ے 'امیر جامعہ اردو' ڈاکٹر رفیق زکریا کی طرف اشارہ ہے۔

پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب

۱

۱۲ ر اکتوبر ۱۹۶۹ء

مخدوم مکرم دام مجدکم آداب و تسلیمات!

۷ ر اکتوبر کے گرامی نامے کا شکریہ۔

مضمون اگر تیار ہو گیا ہے، تو بھجوا دیجیے۔ کتاب کی ترتیب کا کام قریب الاختتام ہے۔ اس کے بعد کتابت و طباعت کا مرحلہ ہے۔ دعا فرمایئے کہ یہ بھی بحسن و خوبی سرانجام ہو جائے۔ اس کے بعد اس نوعیت کا کوئی کام اپنے ذمے نہیں لوں گا۔ کچھ نہ پوچھیے کتنی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔

یہ معلوم کر کے تشویش ہوئی کہ نصیبِ دشمنان طبیعت مضمحل ہے۔ آپ مجھے ڈانٹتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ آپ خود کام کاج میں اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتے ہیں خدارا احتیاط کیجیے! اگر ممکن ہو، تو چند ہفتوں کے لیے لکھنؤ سے کہیں باہر چلے جایئے۔ تبدیلی ہوا و ماحول سے تندرستی پر ان شاء اللہ خوشگوار اثر پڑے گا۔ ضرور اس پر عمل کیجیے۔ تحریر کا اگلا شمارہ مطبع جانے والا ہے۔ اس میں آپ کا مقالہ کندن لال سے متعلق شامل ہے

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

عزیزی نیر[۱] مسعود کو ان کی کتاب پر ہر اکیڈمی[۲] نے انعام دیا۔ کتاب تو میری نظر سے نہیں گزری، لیکن یہ خبر دل خوش کن ہے۔ میری طرف سے آپ کو بھی اور انھیں بھی مبارک ہو۔

---

[۱] نیر مسعود، ڈاکٹر، ولادت: لکھنؤ، ۱۶ر نومبر ۱۹۳۶ء (تذکرۂ ماہ و سال)

[۲] اصل خط میں یہی تحریر ہے۔ غالباً ہریانہ اردو اکیڈمی مراد ہے۔

پروفیسر مختار الدین احمد

۱۱

اسکندریہ مصر ۲۰ مارچ ۱۹۴۹ء

مکرم فرمائے من ۔
۱۱ مارچ کے پوسٹ کارڈ کا شکریہ۔ اُمید ہے میرا ۱۰ مارچ کا خط آپ کو مل گیا ہوگا۔
مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے مطالبہ کی اہمیت کا اندازہ نہ لگا سکا دراصل اس میں کچھ آپ کا قصور بھی ہے، اگر آپ نے شروع میں لکھا ہوتا کہ آپ بدایع فی نقد الشعر سے متعلق معلومات کسی ایسے مقالے کے لیے طلب فرما رہے ہیں، جو آپ نے کسی امتحان کے لیے داخل کرنا ہے تو میں یقیناً سہل انگاری نہ کرتا۔ آپ نے لکھا میں آج کل ایک مقالہ لکھ رہا ہوں۔ اب میں کیسے خیال کرتا کہ یہ کسی امتحان کے لیے ہے۔
بہر حال میں آج صبح کتاب خانہ میں گیا تھا لیکن بدقسمتی سے جن بزرگ کے پاس مخطوطات کی الماریوں کی چابیاں ہیں وہ ایک ہفتے کی چھٹی پر گئے ہیں اور مزید افسوس یہ کہ وہ کل ہی گئے۔ نتیجتاً، اگلے اتوار تک اُن کے واپس لوٹنے کا امکان نہیں۔ آپ یہاں کے انتظام کی ابتری کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ وہ صاحب رخصت پر گئے اور بجائے چابیاں کسی اور کے حوالے کرنے کے انھیں بھی ساتھ لیتے گئے۔ اِلا ماشاء اللہ اس ملک کے دوسرے اداروں کا بھی یہی

حال ہے۔

بہر حال مجھے سخت ندامت ہے کہ آپ نے ایک معمولی سا کام کرنے کو فرمایا اور میں اسے سرانجام نہ دے سکا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مقالہ داخل کرنے کی تاریخ سے پہلے تو میں مطلوبہ معلومات فراہم نہیں کرسکوں گا لیکن یہ تہیہ کیے ہوئے ہوں کہ اگلی اتوار کو پھر وہاں جاؤں گا اور حتی الامکان آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ پھر معافی چاہتا ہوں۔

میں نے پچھلے خط میں اپنے مضمون سے متعلق دو باتیں لکھی تھیں۔ پہلے یہ کہ سانس کو مذکر رہنے دیں۔ اب گزارش ہے کہ اسے مونث بنا دیں۔ یعنی سانس پھول گئی بنا دیں۔ غالباً میں نے سانس پھول گیا لکھا ہے، میں ان باتوں میں لکھنوی محاورے کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور لکھنؤ میں سانس مونث ہی ہے اس لیے اسے مونث بنا دیں۔

دوسرے ڈھب کی جگہ ڈھنگ کر دیا جائے۔ امید ہے آپ نے یہ کر ہی دیا ہوگا۔ مہربانی فرما کر آپ بھی میری طرح تساہل سے کام نہ لیں۔

اگر اب تک نصف پرچے کی کتابت ہوئی ہے تو پرچہ مئی سے پہلے شائع نہیں ہو سکتا۔ لیکن کام عمدگی سے کرنا اس سے بہتر ہے کہ اسے عجلت میں خراب کر دیا جائے۔

پرچہ رجسٹری سے بھیجیں۔

آگرہ کے پرچے شاعر کے خاص نمبر میں میرا ایک مقالہ شیفتہ سے متعلق شائع ہوا ہے۔ غالباً نظر سے گزرا ہوگا۔

میں بدیع سے متعلق پھر معافی چاہتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے اگلے خط میں اس سے متعلق تفصیل سے لکھوں گا۔ وما توفیقی الا باللہ والسلام

خاکسار: مالک رام

اسکندریہ ۲۸ ؍مارچ ۱۹۴۹ء

مکرم فرمائے من ۔

میں کل دارالکتب پھر گیا تھا۔ بارے وہ حضرت رخصت سے واپس تشریف لے آئے تھے ان سے کتاب نکلوائی اور دو تین گھنٹوں کی ورق گردانی سے جو معلومات مہیا کرسکا وہ لف ہذا ہیں۔ خدا کرے آپ کے لیے مفید مطلب ہوں اور کسی طرح کی کیفیت مطلوب ہو تو تحریر فرمائیں۔

کتاب کا فوٹو لینے کا انتظام نہیں کر سکا لیکن ناظم دارالکتب سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ چار قرش مصری کے لگ بھگ فی صفحہ خرچ آئے گا۔ بشرطیکہ پوری کتاب کی تصویر اُترواائی جائے۔ چار قرش ہمارے سکّے میں ۹ ؍ آنے ہوتے ہیں گویا پوری کتاب کی تصویر پر ڈیڑھ سو روپیہ کے قریب لاگت آئے گی۔ جیسے ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔

امید ہے میرے پچھلے دونوں خط آپ کو مل گئے ہوں گے اور آپ نے میرے لکھنے کے مطابق سانس پھول گئی اور ڈھب کی جگہ ڈھنگ بنوا دیا ہوگا پھر تاکید سے لکھتا ہوں کہ اس میں تساہل نہ ہو ۔

کہیے، پرچہ کب تک ملے گا؟ مارچ بھی ختم ہو گیا۔ آپ تو جنوری میں شائع کرنے کا عزم کیے ہوئے تھے۔

یقین ہے کہ پرچے میں غالب کی تصویر بھی ہو گی۔ لیکن خدا کے لیے کہیں وہ تصویر نہ دے دیجیے گا۔ جو پروفیسر مجیب صاحب نے جرمنی میں تیار کروائی تھی اور کاویانی پریس والے جیبی نسخے میں موجود ہے۔ یہی آپ نے بیگمز۔ من کے آخر میں اعلان کے ساتھ دی ہے۔ غالب کی متعدد تصویریں جو ان کی زندگی کی ہیں، مل سکتی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک یا سب چھاپی جا سکتی ہیں۔

زیادہ کیا لکھوں۔ خاص نمبر کا بہت انتظار ہے ۔ والسلام والاکرام

خاکسار : مالک رام

ہاں میں نے پچھلے دونوں خطوں میں تذکروں کی فہرست طلب کی ہے۔ اس پر غور فرمائیں۔

۳

اسکندریہ ۱۵ر اگست ۱۹۴۹ء

جانِ آرزو

کلکتہ کا گرامی نامہ نظر افروز ہوا۔ شکریہ تو ایک رسمی سی بات ہے۔ آپ میرے دلی جذبات کا خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

شیفتہ سے متعلق میں نے جو باتیں دریافت کی ہیں۔ ان میں ۔ دو تین زیادہ اہم ہیں یعنی ان کی ولادت اور وفات کی صحیح تاریخیں۔ سنین تو معلوم ہیں لیکن یقین ہے کہ ان کے خاندان میں یہ تاریخیں بقیدِ یوم وشہر محفوظ ہوں گی۔ اگر شیفتہ کی تصویر بھی مل سکے تو کیا بات ہے۔

آپ کے یہ کہنے سے کہ نواب محمد اسمٰعیل خاں آج کل ڈھاکہ میں ہیں دو تین باتیں یاد آ گئیں۔ اوّل وہاں ایک صاحب تھے شفاء الملک حکیم محمد حبیب الرحمٰن خان ابھی تھوڑے دن ادھر ان کا انتقال ہوا ہے۔ ان کے پاس غالب کے بعض دستی خط تھے جو مرزا نے قیام کلکتہ کے دوران میں ڈھاکہ کے بعض احباب کو لکھے تھے۔ شفاء الملک تو خدا کو پیارے ہوئے۔ اگر آپ وہاں ان کے صاحبزادے جناب حکیم ارتضیٰ الرحمٰن سے معلوم کریں تو ممکن ہے ان کا کچھ کھوج نکل سکے۔

دوسری بات یہ کہ حکیم صاحب مرحوم نے ایک تذکرہ شعرائے ڈھاکہ لکھا تھا اس کا مسوّدہ بھی شاید ان کے کاغذات میں ہو۔ ان کی وصیّت کے مطابق ان کے تمام مسودات وغیرہ ڈھاکہ یونی ورسٹی کی تحویل میں جانے والے تھے۔ یونیورسٹی سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔

کتابوں سے متعلق مجھے اقبال بک ڈپو کی طرف سے خط مل گیا ہے۔ آپ کی

زحمت کا شکریہ۔ میں انھیں براہِ راست جواب دے رہا ہوں۔

ایک اور بات یاد آئی۔ وہاں وکٹوریہ میوزیم کلکتہ میں نواب احمد بخش خان مرحوم رئیس لوہارو اور ان کے چھوٹے صاحبزادے نواب ضیاء الدین احمد خان نیّر ورخشاں کی تصویریں ہیں کیا آپ زحمت اٹھا کر ان کی نقل اُترواسکتے ہیں؟ دس برس ادھر جب میں کلکتے میں تھا تو انھیں دیکھا تھا۔ شیشے پر ہیں۔ اگر یہ کام سہولت سے کر سکیں تو اس میں تساہل نہ ہو۔ شکریہ۔

غالب کے اس مشاعرہ کا کچھ حال جس میں بادِ مخالف والا ہنگامہ ہوا تھا۔ میں نے اپنی کتاب ذکرِ غالب کے دوسرے ایڈیشن میں کیا ہے۔ اے ہاں یہ تو فرمایئے کہ کیا آپ کے دوست ذکرِ غالب کا دوسرا ایڈیشن چھاپنے پر آمادہ ہیں۔ مکتبۂ جامعہ تو غارت ہوگیا۔ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔ امید نہیں کہ وہاں سے اب اس کی اشاعت کا انتظام ہو سکے۔ اگر آپ کے دوست اسے چھاپنا چاہیں تو میں مسودہ ترتیب دے کر بھیج دوں۔

آپ لکھیئے کب تک واپس جا رہے ہیں؟ ہائے، کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشیں۔

والسلام والاکرام

کیا میگزین کے ساتھ غلط نامہ چھاپیئے گا؟

خاکسار: مالک رام

۴

اسکندریہ ۵ر اکتوبر ۱۹۴۹ء

گرامی عزیز

۲۶ر ستمبر کے پوسٹ کارڈ کا شکریہ۔

وہ دونوں تصویریں تو یقیناً وہاں کلکتہ میں ہیں لیکن ہُوں کہ آپ نے سرسری طور پر ملاحظہ کیا۔ اس لیے نظر سے نہیں گزریں۔ وہ کاغذ پر نہیں بلکہ شیشے پر بیضوی

شکل کی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ۳، ۴ انچ مربع ہوں گی۔ لیکن اب شکایت کیا۔ دونوں ایک ہی جگہ ہیں۔ کہیں میری یادداشت کے پرچوں میں سے ان کے نمبر بھی محفوظ ہیں لیکن تلاش کرنا پڑے گا۔

اقبال بک ڈپو سے مجھے خط ملا تھا لیکن میں نے انھیں لکھا تھا کہ ابھی کتابیں ارسال نہ کی جائیں۔ چوں کہ میرے یہاں سے چلے جانے کا امکان ہے اس لیے کتابوں کا میری غیرحاضری میں پہنچنا درست نہیں کہیں کتابیں ضائع نہ ہو جائیں۔ ابھی تک کچھ حتمی طے نہیں ہوا۔ اس لیے نہیں کہہ سکتا کہ کب تک کتابیں منگوا لوں گا۔ اس لیے لکھتا ہوں کہ آپ رسالہ بھی نہ بھیجیں کہیں وہ بھی گم نہ ہو جائے ہاں یوں کیجیے کہ میرے مضمون کے دو تین علیحدہ نسخے بھجوا دیں۔ باقی نسخے اور پرچہ بعد میں منگوا لوں گا۔ یہ بھی قربانی کر رہا ہوں لیکن اس کے بغیر چارہ کار بھی نہیں۔

اے کاش کہ آپ میری موجودگی میں یہاں آتے تو چند روز مزے سے گزرتی لیکن آپ نے آنے کا فیصلہ جب کیا ہے کہ یہاں چل چلاؤ کے سامان ہو رہے ہیں! اسکندریہ کے دس سالہ قیام کے بعد، عدن جانا ایسا ہی ہے جیسے کسی نے کہا تھا۔ بھیجیں کہیں مجھے بنارس میں قیام کے خرچ سے متعلق کیا کہوں۔ میرے خیال میں دو ڈھائی سو روپے ماہانہ میں اچھا اجلا خرچ چل سکتا ہے بشرطیکہ آپ قیمتی کتابیں خریدنا نہ شروع کر دیں۔ کیوں کہ پھر دو ڈھائی ہزار بھی کفایت نہیں کرنے کے۔ اگر آپ فیصلہ کر لیں کہ کب تک آنا چاہتے ہیں تو ممکن ہے میں آپ کی سکونت میں کچھ مدد کر سکوں۔ یوں کچھ بچت ہو جائے گی۔ لیکن آپ کا یہاں آنے سے مقصد کیا ہے۔ اگر دارالکتب اور دوسرے کتاب خانوں کی سیر مطلوب ہے تو یہ واقعی معقول بات ہے لیکن اگر آپ چاہیں کہ یہاں آ کے کچھ علم حاصل کریں گے تو مجھے اس کا یقین نہیں۔ کہنے کو عربی یہاں کی زبان ہے۔ لیکن کیسی عربی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ان کی مروجہ عربی سن کر ہنسیں گے۔ نہ تلفظ درست نہ لہجہ، نہ صرف و نحو۔ اِلّا ماشاءاللہ سب چھوٹے بڑے عالم و جاہل، یہی زبان بولتے ہیں۔ البتہ لکھتے درست نحوی زبان ہیں۔ لہٰذا یہاں کے

رسالے اخبار آپ وہاں بھی منگوا سکتے ہیں۔ ہاں کتاب خانوں کی بات دوسری ہے۔ ایسی ایسی نادر کتابوں کے قلمی نسخے پڑے ہیں کہ دیکھنے سے دل و دماغ روشن ہو جائیں لیکن پھر افسوس ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والا کوئی نہیں۔ اگر آپ کو سیر کا شوق ہو تو ضرور آیئے اور جلد۔

مُرغانِ قفس کو پھولوں نے اے شادؔ یہ کہلا بھیجا ہے آتا ہے جو تم کو آجاؤ، ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

مراد یہ ہے کہ میرے آنے سے پہلے پہلے آیئے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میرے مضمون کے تینوں مطلوبہ نسخے ہوائی ڈاک سے بھیج دیں۔ والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۵

۲۵ ردسمبر ۱۹۴۹ء

مالک نواز!

گرامی نامے کا جواب قدرے تاخیر سے جا رہا ہے۔ سال ختم ہوتا ہے۔ اور ان دنوں معمول سے زیادہ کام رہتا ہے۔ یہی جواب میں تعویق کا باعث ہوا۔

میرا ۴؍ دسمبر کا خط مل گیا ہوگا۔ اس میں خاص نمبر کے بعض مضامین سے متعلق اپنی رائے ظاہر کردی ہے۔ اس دوران میں باقی مضمون بھی دیکھے۔ سب خُوب ہیں خصوصاً عبدالمالک آروی اور عبادت بریلوی کے مضمون بہت پسند آئے۔ جناب قاضی صاحب کا مضمون بہت محنت سے لکھا گیا ہے اور اس سے ان کی وسعتِ نظر اور دقیقہ سنجی کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرہنگِ غالبؔ پر ان کی تنقید بھی بہت خوب ہے۔ مآثرِ غالب کی اشاعت پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں مجھے ان مکاتیب کے حصول کی بہت آرزو تھی لیکن حکیم شفاءالملک کے انتقال کے بعد اندیشہ تھا کہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں۔ بارے قاضی صاحب موصوف کے صدقہ یہ محفوظ ہو گئے۔

میں نے جو کچھ خاص نمبر سے متعلق لکھا ہے یہ اشاعت کے لیے نہیں۔ اگر آپ کو اشاعت کے لیے کچھ چاہیے تو وہ خاص طور پر علیحدہ لکھ کے بھیج دوں گا۔ مجھے اس دوران میں خاص نمبر کا دوسرا مُرسلہ نسخہ، جو بہتر کاغذ پر ہے۔ موصول ہو گیا ہے اب مزید پرچہ بھیجنے کی زحمت نہ فرمائیں۔ شکریہ۔ البتہ مآثرِ غالب اگر اعلیٰ کاغذ پر علیحدہ چھپا ہو تو اس کا ایک آدھ نسخہ بھیج دیجیے۔ میں پہلے بھی طلب کر چکا ہوں۔

تذکروں کی فہرست سال بھر سے مانگ رہا ہوں اور آپ نے آج کل میں معاملہ اس حد تک پہنچا دیا۔ اب سُنیے کہ اصل بات کیا ہے۔ میں نے پارسال تلامذۂ غالب کا تذکرہ لکھنا شروع کیا۔ یہاں میرے پاس کتابیں کہاں کہ ان سے استفادہ کر سکتا۔ ناچار آپ کی خدمت میں لکھا جو ذخیرہ یہاں موجود تھا اس کو مرتّب کیا اور پچاس ساٹھ صفحے لکھ ڈالے۔ یہ کام کب کا ختم ہو گیا ہوتا اگر آپ جلد میری درخواست پر تذکرے مہیا کر دیتے۔ لیکن چند دن ہوئے آفاق صاحب کی شائع کردہ کتاب "نادراتِ غالب"[۱۲] کراچی سے موصول ہوئی۔ اس میں انھوں نے شاگردوں کا حال بھی لکھا ہے۔ جو نام درج ہیں۔ وہ تو آپ کی نظر سے گزرے ہی ہوں گے۔ پُرانے تذکروں کی طرح بہت کم مفید معلومات ہیں۔ اب حال یہ ہے کہ کیا مجھے اپنا تذکرہ مکمّل کر کے شائع کرنا چاہیے یا اس کام سے ہاتھ اُٹھا لوں۔ آفاق صاحب کی فہرست میں بعض نام میرے سے نہیں۔ جو ہیں وہ بھی نامکمّل حالت میں ہیں۔ میں نے کافی محنت کی تھی اور تھوڑی سی ہمت سے یہ کام کی چیز بن سکتی ہے۔ اگر آپ شاعر کے خاص نمبر میں شیفتہ پر میرا مضمون دیکھیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ میں کس نہج پر کام کر رہا تھا۔ بہرحال آپ تذکروں کی فہرست ضرور مرتّب کریں اور لکھیں کہ ان میں سے کون سے آپ کے پاس ہیں اور کون سے بازار سے مہیّا ہو سکتے ہیں لیکن اب کوئی عُذر مسموع نہیں ہو گا۔ اوّلیں فرصت میں یہ کام کر ڈالیے۔

ہاں یاد آیا۔ تلامذۂ غالب کا خیال مجھے آپ کے مضمون تلامذۂ مصحفی[۱۳] سے آیا تھا۔

نادراتِ غالب کا لکھ ہی چکا ہوں کہ مل گئی ہے۔ فلسفۂ کلامِ غالب ان کتابوں میں سے جو میں نے آپ سے طلب کی تھیں اور آپ نے ان کی ترسیل اقبال بک ڈپو کو تفویض کر دی۔ میں نے انھیں لکھا تھا کہ کتابیں بھیج دیں۔ انھوں نے نہ خط کا جواب دیا نہ کتابیں ہی بھیجیں۔ آپ انھیں متوجہ کر سکیں تو مزید شکریہ کا باعث ہوگا۔

خدا آپ کی مساعی کو بارور کرے۔ قبلہ ڈاکٹر صدیقی صاحب مکتبۂ جامعہ سے لطائف غیبی[۱۴] شائع کر سکتے ہیں۔ مکتبہ نے پھر سے کام شروع کر دیا ہے اور جس معیار کی ان کی کتابت، طباعت وغیرہ ہے مجھے یقین ہے کہ لطائف کے لیے اس سے بہتر میسر نہیں آسکتی۔

ہاں غالب کی تصویر سے متعلق آپ نے ایک سوال کیا ہے۔ شاکر میرٹھی[۱۵] (ماسٹر پیارے لال) کے پاس اس تصویر کی ایک نقل ہے (خدا معلوم موصوف آج کل کہاں ہیں۔ لکھنؤ سے ڈیرہ دون چلے گئے تھے اس کے بعد کچھ پتہ نہ چلا) رسا مرحوم[۱۶] نے انھیں دھوکا دیا اور کہا کہ یہ خطوط غالب کے ہیں۔ موصوف نے خیال کیا کہ ان کی اشاعت سے کچھ یافت ہو جائے گی اس لیے انھوں نے انھیں شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ معاملہ کس صورت پر طے ہوا تھا۔ بہر حال کتاب شاکر صاحب نے لکھنؤ سے شائع کی اور اس کے شروع میں اپنے یہاں سے تصویر کا اضافہ کر دیا۔ اگر مجھے غلطی نہیں لگتی تو یہ تصویر انھوں نے کسی زمانے میں ادیب میں بھی شائع کی تھی۔ اب میں نے یہ نہیں پوچھا کہ انھیں کہاں سے دستیاب ہوئی۔ امکان ہے کہ اس زمانے میں انھوں نے اسے حبیب گنج سے لیا ہو۔

میرے مضمون[۱۷] سے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھ کر بہت لطف آیا حیرت ہوتی ہے کہ لوگ کیسے دھوکے میں آ گئے۔ شروع میں مجھے خیال ہوا تھا کہ عنوان میں "سرِّ دلبراں در حدیثِ دیگراں" کر دوں لیکن بعد میں سوچا کہ ایسی بھی کیا بات ہے بھلا کون مانے گا کہ آج ان کا کوئی معاصر موجود ہے۔ البتہ جن اہلِ نظر کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ ان کا نام ضرور لکھیے گا تاکید ہے۔

میں آج کل دو تین چیزیں لکھ رہا ہوں۔ ایک تو یہی تلامذۂ غالب کا تذکرہ ہے جس کا ذکر اوپر کر چکا ہوں۔ دوسرے حمورابیؔ سے متعلق ایک کتاب زیرِ ترتیب ہے۔ غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ حمورابی حضرت مسیح علیہ السلام سے دوڈھائی ہزار برس پہلے عراق (بابل) کا بادشاہ گزرا ہے اور اس کے آئین و قوانین بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ افلاطون کی تمام تحریروں کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ یاد آیا مدّت ہوئی انجمن ترقی اردو نے مکالماتِ افلاطون کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی تھی اگر وہاں علی گڑھ میں کسی کتب فروش کے ہاں سے اس کا ایک نسخہ دستیاب ہو سکے تو ضرور بھجوا دیجیے شکریہ۔

صاحب ہمیں غالبؔ نمبر کی کتابت سے متعلق بہت شکایت ہے۔ بلا مبالغہ اگر غلط نامہ چھاپا جائے تو ایک اور خاص نمبر مرتب ہو جائے۔ غالباً آپ ریکارڈ قائم کرنا چاہتے تھے۔ بہرحال آپ کی محنت کی داد نہ دینا بھی ظلم ہے۔ غالبؔ کے متعلق اتنے اچھے مضمون کہیں ایک جگہ شائع نہیں ہوئے اور یہ نمبر غالب کے ماخذ میں گنا جائے گا۔ جواب طلب باتوں کا جواب چاہتا ہوں۔ والسلام والاکرام

خاکسار: مالک رام

۱۹

جناب عبدالوحید خاں صاحب قبلہ کی ذرہ نوازی ہے کہ وہ اس ننگِ خلائق کی تعریف کرتے ہیں ورنہ من آنم کہ من دانم۔ آپ کا اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اگر ملاقات ہو تو میری طرف سے سلام شوق پہنچادیں۔ والسلام۔

یہ خط پرسوں سے لکھا پڑا ہے۔ آج ڈاک میں بھیجنے والا تھا کہ دو باتیں یاد آگئیں۔ اوّل قتیل والے مضمون کی نقل نہ بھیجیے۔ کل پرانے کاغذوں کو دیکھ رہا تھا کہ ان میں میرے مضمون کا خاکا مل گیا۔ دوسرے فلسفۂ کلام غالبؔ اس فہرست میں نہیں جو میں نے اقبال بک ڈپو سے طلب کی ہیں۔ اس لیے اس کا ایک نسخہ خود بھیج دیں یا انھیں کو لکھ دیں کہ دوسری کتابوں کے ساتھ بھیج دیا جائے۔ لیکن دوسرا مضمون نگار ۱۹۲۶ء) ضرور بھیجیے اور براہِ کرم جلد۔

۶

۸ جنوری ۱۹۵۰ء

حضرۃ الکرم!

آج حسب الحکم کتب خانہ میں گیا تھا۔ حمایۃ البصریہ نکلوا کر دیکھی۔ وہاں دو ایک گھنٹے کی ورق گردانی میں جو یادداشتیں لکھی تھیں۔ وہی کاغذ بجنسہٖ بھیج رہا ہوں شروع میں جو تمہید ہے وہ پوری نقل کرلی گئی ہے اور بقیہ سے متعلق مختصر اشارات ہیں اگر اور کچھ درکار ہو تو تحریر فرمائیں مہیّا کرنے کی کوشش کروں گا۔

میں نے آپ کو اتنے خط لکھے اور کسی میں "می رشکی" کا ذکر نہیں کیا یقیناً آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ شیفتہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور غالب ہی کے شاگرد تھے میں شیفتہ اور نواب محمد اسحاق سے متعلق پوچھتا رہا ہوں لیکن ہر بار بھول جاتا تھا حالاں کہ رشکی سے متعلق بھی وہی معلومات درکار ہیں۔ یعنی ان کا سنِ پیدائش و وفات، بقیدِ تاریخ ماہ و سال، عام حالات، اولاد، تصویر۔ امید ہے آپ نواب محمد اسمٰعیل خاں صاحب قبلہ سے معلوم کر کے لکھیں گے۔ اگر آپ کے خیال میں میرا انھیں براہِ راست لکھنا مفید ہو سکتا ہو تو ان کا پتا تحریر فرمائیں میں خود انھیں لکھوں گا۔

کسی زمانے میں مولانا حسرت موہانی نے شعرا کے کلام کا انتخاب شائع کیا تھا۔ اس کا دسواں یا گیارھواں حصّہ سلسلۂ غالب سے مخصوص تھا یعنی اس میں غالب اور ان کے بعض مشہور شاگردوں کا کلام تھا اس سلسلے کا نام انتخاب سخن تھا۔ یہ خاص جلد جو غالب اور اس کے شاگردوں سے متعلق ہے مجھے چاہیے۔ قیمتاً لے سکیں تو سب سے بہتر ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی سے مہینے ایک کے لیے مستعار لیجیے اور اگر کوئی صاحب مستعار دینے پر تیار نہ ہوں اور آپ کو معلوم ہو کہ کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے تو وہاں سے سرقہ کر کے بھیج دیجیے۔ بہرحال مجھے اس کی اشد

ضرورت ہے۔

اس سے پچھلے خط میں بعض جواب طلب باتیں تھیں۔ امید ہے سب کا جواب جلد عنایت فرمائیں گے۔

قتیل[۲۱] والے مضمون سے متعلق پہلے خط میں لکھ چکا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں لیکن غالب نمبر سے معلوم ہوا کہ خود آپ نے بھی اس موضوع پر کچھ لکھا تھا اس کی نقل چاہتا ہوں یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو مختصراً لکھ دیجیے کہ یہ کیا تھا۔ البتہ ۱۹۲۶ء والے نگار میں شائع شدہ مضمون کی نقل ضرور درکار ہے۔ خدارا ذرا چستی سے کام لیں۔ زیادہ آداب۔

آپ کے بہار میں (غالباً پٹنہ میں) میری طالب علمی کے زمانے میں غالب کے کسی شاگرد کا دیوان چھپا تھا۔ اردو فارسی دونوں زبانوں کا کلام تھا۔ اب نام ٹھیک طور پر یاد نہیں رہا ممکن ہے کہ سخن[۲۲] ہوں۔ اگر اردو میں ۱۹۲۴ تا ۱۹۳۰ کے تبصروں کا کالم دیکھیں تو وہاں اس پر تبصرہ موجود ہے۔ کیا آپ یہ دیوان مہیا کر سکتے ہیں؟

خاکسار: مالک رام

۷

اسکندریہ ۲۴، مارچ ۱۹۵۰ء

گرامی قدر جناب آرزو کی خدمت میں سلام نیاز قبول ہو۔

آپ کا ۱۶۔ ماہ رواں کا پوسٹ کارڈ دو تین دن ہوئے مل چکا ہے۔ میں اس خیال میں رہا کہ آپ کا ۱۳ر کا تفصیلی گرامی نامہ ملے تو ایک ساتھ جواب دوں لیکن وہ آج تک موصول نہیں ہوا۔ خدا معلوم کیا بات ہوئی۔ آپ کے لفظ تفصیلی سے وحشت ہو رہی ہے کیوں کہ یقیناً اس میں ضروری باتیں ہوں گی۔ کتابیں تو لازماً عام بحری ڈاک سے بھیجی گئی ہوں گی اس لیے وہ تو ایک مہینے سے پہلے ملنے کی نہیں لیکن خط پر اتنے دن کیوں گزرے۔

حماسۃ البصریہ کے چار پانچ صفحوں کا عکس لے لیا جائے گا مطمئن رہیں۔ غالباً یہ تو میں لکھ ہی چکا ہوں (اور یقیناً فہرست میں بھی اس کا ذکر ہوگا۔) کہ کتاب آخر سے ناقص ہے اور میں یہ بھی لکھ چکا ہوں کہ صفحۂ اوّل پر سوائے کتاب کے نام کے اور کچھ نہیں۔ نہ تحریر نہ مہر۔ اس صورت میں پہلے صفحے کا عکس کچھ ایسا سودمند نظر نہیں آتا۔

ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے اگر آپ چاہیں تو پوری کتاب کو ہاتھ سے نقل کروایا جا سکتا ہے۔ یہ کام بہت سستے داموں ہو سکتا ہے۔ اور اس طرح آپ تصحیح اور مقابلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ نقل کرنے والا غلطیاں نہ کرے۔ بہرحال اپنی رائے سے مطلع فرمائیں اور جلد۔

الحمد للہ کہ ذکرِ غالب کا کام ختم ہوگیا۔ اخلاق و عادات کا باب بھی لکھ دیا ہے کتاب کے سو صفحے کے لگ بھگ ہوگا۔ گویا یہ ایڈیشن ڈھائی سو صفحے کے قریب ہوگا۔ اب آپ کے مضمون[۲۳] کا کام کروں گا۔ انشاءاللہ

ماٰثرِ غالب[۲۴] کے حواشی سے متعلق میں نے چند سطریں قلم برداشتہ لکھی ہیں اگر مناسب سمجھیں تو قاضی صاحب مدظلہ، کی خدمت میں لکھ بھیجیں۔ لیکن یہ اس صورت میں کیجیے گا کہ آپ انھیں مفید خیال کریں۔ مُلّا عبدالصمد سے متعلق تو ٹھیر کر لکھوں گا۔ وہ تو میں غالب نمبر میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ رام پور والا مضمون[۲۵] اس میں شبہ نہیں کہ مکاتیب پر مبنی ہوگا لیکن عرشی صاحب کی تکرار نہیں ہوگی بلکہ میرا نظریہ ہی دوسرا ہے۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ مرزا کے تعلقات نواب کلبِ علی خاں سے بہت خراب تھے اور وہ بھی ان سے بہت ناراض تھے (عرشی صاحب بھلا ایسی بات کیسے لکھ سکتے ہیں)۔

مکاتیب کا نیا ایڈیشن شائع نہیں ہو رہا ہے۔ عرشی صاحب نے لکھا ہے کہ پچھلے ایڈیشن ہی کے دو ہزار فرمے زیادہ نکلوا لیے تھے وہی اب جلد بندھوا کر بازار میں آرہے ہیں۔ پچھلے ایڈیشن (پنجم) کا ایک نسخہ انھوں نے

ہدیتاً مجھے بھیجا تھا۔ وہی میرے پاس ہے۔ ہائے کیسی بُری چھپائی ہے اور کاغذ تو اب کیا کہوں کہ کس جگہ کے لائق ہے۔

آپ نے غالبؔ نمبر سے متعلق میری رائے پوچھی ہے۔ کیا آپ کو اپنے آپ پر اعتبار نہیں یا اپنے پڑھنے والوں کی ذہانت اور انصاف سے متعلق کچھ شبہ ہے اس کی کس کس بات کی تعریف کی جائے۔ مضامین کی فراہمی میں آپ کی محنت مضامین کا بلند معیار، نوادر، مآثرِ غالب کا قابلِ قدر اور مفید اضافہ، غالب کی تحریروں کے عکس اور ان کی تصاویر، غرض،

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست!

یہ تو رہا مجموعی پہلو۔ البتہ اگر الگ الگ مضمونوں پر نظر ڈالی جائے تو ان میں بعض مقامات پر کچھ نہ کچھ کہنے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ مثلاً قبلہ قاضی عبدالودود صاحب کا مضمون عبدالصمد سے متعلق ہے۔ مجھے ان کے استدلال اور نتیجے دونوں سے اختلاف ہے۔ پھر ان کا دوسرا مضمون "غالب بحیثیت محقق" ہے۔ اس سے غالب محقق ثابت ہو، نہ ہو خود قاضی صاحب مدظلہ، ایک بلند پایہ محقق ضرور ثابت ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں سوچنے کی یہ بات ہے کہ آج تحقیق و تفتیش اور بحث و تمحیص کے لیے جو کتابیں ــ قلمی اور مطبوعہ ــــــ اور دوسرے ذرائع ہمارے پاس موجود ہیں کیا ان تک غالب کی دسترس بھی ہو سکتی تھی یا نہیں۔ بھول چوک ہر ایک سے ہو جاتی ہے اور مرزا بھی اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ جس جامد اور تقلیدی ماحول میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی اور جو وسائل انھیں مہیّا تھے ان کے پیشِ نظر وہ کہاں تک کامیاب رہے۔

اسی طرح نوادر اور مآثر میں اضافے ہو سکتے ہیں۔ دکن کے ایک علمی خاندان میں وہ خطوط ہیں جو غالبؔ نے مولوی حبیب اللہ خاں ذکاؔ کے نام لکھے تھے بلکہ اسی مجموعے میں خود ذکا کے جوابات بھی ہیں۔ ان خطوط میں سے کتنے ابھی

تک غیر مطبوعہ ہیں۔ لیکن ان سب باتوں سے قطع نظر، آپ تمام اہل نظر کی دلی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اس موضوع پر اتنے مفید اور بلند پایہ مضامین یکجا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

اے کاش کہ جس درجے کے مضمون اور ترتیب تھی اسی درجے کی کتابت اور تصحیح بھی ہوتی۔ لیکن غالباً اس طرف آپ نے توجہ اس لیے نہیں دی کہ یوں ہوتا تو پھر یہ نمبر بے عیب ہو جاتا اور اس صورت میں اسے نظر لگ جانے کا اندیشہ تھا۔

(غالب نمبر پر میری رائے۔ سچ یہ ہے کہ میری رائے کی آپ کو ضرورت نہیں آپ ذکرِ غالبؔ کو ایک دفعہ غور سے پڑھیں اور پھر غالب نمبر کے بعض مضمون دیکھیں تو آپ کو میری رائے معلوم ہو جائے گی۔ تاہم ایک کاغذ پر علیحدہ چند سطریں لکھ دی ہیں) تصویر پرسوں بھیج گئی ہے۔ خدا کرے آپ مایوس نہ ہوں۔ اب عوض معاوضہ گلہ ندارد۔ اپنی تصویر بھجوا دیجیے۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۸

بغداد ۹ جون ۱۹۵۰

گرامی عزیز

آپ کا ۲۵ مئی کا پوسٹ کارڈ اسکندریہ میں مل گیا تھا لیکن چوں کہ آخری پندرہ دن بہت مشغولیت رہی اس لیے اس کا جواب وہاں سے نہ بھیجا جا سکا۔ میں ۳ جون کی سہ پہر کو جہاز پر سوار ہوا اور قبرص سے ہوتا ہوا بیروت۔ میں صرف ایک دن قیام کا خیال تھا۔ لیکن بعض دوستوں کے اصرار پر دو دن ٹھہر گیا۔ پرسوں ۷ جون کو موٹر سے دمشق آیا اور اسی دن سہ پہر کو بس کے ذریعے یہاں چلا آیا۔ بس ۱۴۔ ۱۵ گھنٹے میں یہاں پہنچتی ہے۔ کل صبح آٹھ بجے یہاں پہنچا بس اچھی فراخ اور آرام دہ ہے لیکن سڑک بہت خستہ اور ٹوٹی پھوٹی ہے۔ یہ وہی

راستہ ہے جس پر کسی زمانہ میں کارواں مشرق سے مغرب جایا کرتے تھے چوں کہ دن میں گرمی ناقابلِ برداشت ہے اس لیے کارواں کی طرح بس بھی رات ہی کو چلتی ہے۔

آپ کا مضمون مہینے بھر سے تیار پڑا ہے۔ ہوا یوں کہ اسکندریہ سے ایک دوست ہوائی جہاز سے بمبئی جانے والے تھے میں نے سوچا کہ ان کے ہاتھ مضمون بھیج دوں گا۔ وہ بمبئی سے ڈاک میں آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ اس لیے پڑا رہا۔ بوجوہ ان کا سفر ملتوی ہوتا گیا اور اب میں اسے اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ لیکن اب یہ مشکل آ پڑی ہے کہ آپ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عنقریب اپنے گاؤں میں جانے والے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ مضمون کہیں ضائع نہ ہو جائے اس لیے فرمائیں کہ کس پتے پر اسے بھیجوں کہ حفاظت سے آپ تک پہنچ جائے مضمون اچھا خاصا لمبا ہو گیا ہے اور ہوائی ڈاک سے بھیجنا مشکل ہے۔ یونہی اتنا خرچ اُٹھ جائے گا۔ عام بحری ڈاک میں تین چار ہفتے تو لگ ہی جائیں گے۔ اس وقفے کو خیال میں رکھتے ہوئے مطلع فرمائیں۔

ڈاکٹر ابو اللیثؔ[۲۶] کی کتاب لکھنؤ کا دبستانِ شاعری مجھے نہیں ملی تھی۔ اب میری غیر حاضری میں پہنچے گی۔ بہر حال تشویش کی کوئی بات نہیں۔ بیوی بچے ابھی وہیں اسکندریہ میں ہیں ـــ وہ غالباً جولائی کے اواخر تک وہیں رہیں گے وہ ساتھ لیتے آئیں گے۔ امید ہے حماسۃ البصریہ کے عکس اب تک مل گئے ہوں گے۔

اب رہا مصر میں آپ کا بطور طالب علم آنا۔ چوں کہ میں یہاں آ گیا ہوں۔ اس لیے مزید معلومات مہیا کرنا محال ہے۔ بہر حال میں ایک دوست کو قاہرہ کے سفارت خانے میں لکھ رہا ہوں۔ ان کا جواب آنے پر پھر لکھوں گا۔ آپ کا خیال درست۔ یہ کہ میرا تعلق سفارت خانے سے ہے لیکن اس کے تجارتی شعبے سے (نہیں) اسی لیے ہمارا دفتر اسکندریہ میں تھا۔ اب اسی شعبے کے مدیر کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔ قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ کہاں ذوق و غالب اور کہاں چائے

اور پٹ سن کی تجارت بہرحال شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

آپ یوں کیوں نہیں کرتے کہ حضرت العلامہ میمنی سے ایک خط فیضی صاحب کے نام لکھوائیں۔ میرے خیال میں یہ مفید رہے گا۔ میں بھی انشاءاللہ کوشش کروں گا اگر یہاں عراق میں، میں کوئی خدمت بجالا سکوں تو لکھنے میں تامل نہ کریں۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۹

۱۷، نومبر ۱۹۵۰ء

کرم فرمائے من!

یہ آپ کا دوسرا خط ہے جس پر آپ نے اپنا نام نہیں لکھا جس سے آپ کی بدحواسی ظاہر ہے۔

حماسۃ البصریہ کے عکس سے متعلق یہ گزارش ہے کہ ترکی میں ہماری سفارت میں آج کل ملحق صحافی میاں انور جمال 'قدوائی' لگے ہوئے ہیں۔ جناب قبلہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب مدظلہ، انھیں جانتے ہیں۔ انور جمال صاحب کے ... زوی وراثت احمد قدوائی' یہاں ہمارے پاس بغداد میں ملحق صحافت ہیں۔ انور جمال سے میری ذاتی ملاقات نہیں لیکن میں نے آپ کا پہلا خط ملنے پر ان کی ہمشیرہ یعنی وراثت قدوائی صاحب کی بیگم صاحبہ سے ذکر کیا تھا اور یہ تجویز پیش کی تھی کہ انور جمال مطلوبہ رقم وہاں استامبول میں ادا کردیں اور آپ اس کے برابر رقم 'ہندوستانی سکے' میں ان کے اعزہ کو ہندوستان میں پہنچادیں۔ وہ فرمانے لگیں کہ ہاں، یہ انتظام معقول اور قابل عمل ہے۔ آپ کو جو کچھ میں نے لکھا تھا، وہ اسی گفتگو کی بناء پر تھا۔ اب اتنے دن کی خاموشی کے بعد آپ نے تفصیلات طلب کی ہیں۔ وہ تو لکھ چکا ہوں۔ آپ ذاکر صاحب سے استصواب کرلیں کہ انھیں اس میں کچھ عذر تو نہیں۔ اتنی سی بات پر اب میں انھیں کیا زحمت دوں۔ آپ خود ہی ان سے دریافت کرسکتے ہیں۔

اگر وہ اس انتظام سے متفق ہوں تو فوراً لکھیے کہ کتاب کہاں ہے اور آپ نے آج تک اس کے عکس لینے سے متعلق کیا کچھ کیا ہے؟ انور جمال صاحب کس کو رقم ادا کریں گے؟ ان تفصیلات کے موصول ہونے پر میں انور جمال صاحب کو یہاں سے خط لکھوا دوں گا۔ وہ اگرچہ انقرہ سفارت سے متعلق ہیں لیکن ان کا دفتر استامبول میں ہے۔

قبلہ ذاکر حسین خاں مدظلہ، کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچا دیجیے۔ یہ ان کا کرم ہے کہ وہ مجھے بھولے نہیں۔ جن دنوں دہلی قرولباغ میں میرا قیام تھا تو چند مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تھا۔ اللہ اللہ اس بات پر بھی ۱۳ ۱۴ برس کی مدت گزر گئی۔ وقت گزرتے کیا دیر لگتی ہے۔

ذکرِ غالب' اس خط کے پہنچنے تک مطبع سے چھپ کر آچکا ہوگا۔ انشاءاللہ۔ میں نے قبلہ حامد صاحب کو ان احباب کی فہرست بھیجی ہے جن کے نام کتاب کے بھیجنے کا ارادہ ہے۔ ان میں ذاکر صاحب اور آپ کا نام بھی ہے آپ کو دو نسخے ملیں گے۔ دوسرا نسخہ جناب عبدالوحید خاں صاحب کے لیے ہے۔ خدا کرے یہ اصحابِ نظر کو پسند آجائے۔ آمین۔

میں نے اسلام اور عورت کے موضوع پر ایک بسیط مقالہ لکھا تھا۔ اس پر دس بارہ برس گزر گئے ہیں۔ اس کا آخری باب جس میں احکامِ اسلام کا موازنہ دوسری شریعتوں سے کیا گیا تھا۔ نگار کے اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۱۹۴۵ء کے تین پرچوں میں چھپ چکا ہے۔ اس سے پہلے کے پانچ ابواب میں اسلامی تعلیم پوری تفصیل سے دی تھی۔ یہی مسودہ اشاعت کے لیے نیاز صاحب کے پاس بھیجا تھا۔ وہ انھوں نے کہیں کھو دیا ہے اب اسے دوسری مرتبہ لکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ میری تحریرات خاص طور پر حوادث کا شکار ہوتی رہیں۔ ذکرِ غالب پر یہی افتاد پڑی۔ اب اسلام اور عورت کا بھی یہی حشر ہوا۔ یا اب اس سے ہاتھ اٹھا لوں اور صبر شکر کر کے بیٹھ رہوں یا پھر سے اسے لکھوں۔ میری مشغولیتیں

کچھ ایسی ہیں کہ اسے دوبارہ لکھنا بہت مشکل ہوگا۔ لکھنے والے کو اپنی ہر ایک چیز بہت پسند ہوتی ہے اور وہ اسے بہترین تصوّر کرتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ مقالہ اچھا خاصا قابلِ قدر تھا۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

میں سوچ رہا ہوں کہ "تلامذۂ غالب" کو سلسلہ وار آج کل میں چھپوادوں۔ اس کے بعد اسے غالب سے متعلق اپنے دوسرے مضامین کے ساتھ شامل کر کے کتابی صورت میں شائع کردوں۔ اُمید ہے آپ اس تجویز پر صاد کرسکیں گے۔

حبیب منزل میں یہ عبدالحیٔ صاحب کون ہیں جن کا نام آپ نے لکھا ہے کہ مجھے یاد کر رہے تھے۔ کہیں بدحواسی میں آپ عبدالوحید خاں صاحب کو تو عبدالحیٔ نہیں لکھ گئے؟ میں نے قبلہ نواب صاحب مرحوم و مغفور کی وفات پر ایک تعزیت کا خط انھیں لکھا تھا اور دوسرا جناب خان بہادر محمد عبیدالرحمٰن خاں صاحب قبلہ کی خدمت میں۔ خدا معلوم انھیں موصول ہوئے یا نہیں۔

ہاں میں آپ کا شکریہ ادا کرنا بھول گیا۔ اسکندریہ سے بیوی بچے پہنچ چکے ہیں۔ بیوی نے آپ کا مرسلہ نسخہ کتاب "لکھنؤ کا دبستانِ شاعری" دیا۔ زحمت کے لیے ممنون ہوں۔ لیکن آپ نے یہ کیا مذاق شروع کر رکھا ہے کہ میں جس کتاب کے لیے آپ کو لکھتا ہوں آپ اس پر "اس مخدوم اور بزرگ" کا نام لکھ کر ڈاک میں ڈال دیتے ہیں۔ آپ کی یہ روش مجھے آیندہ آپ کو زحمت دینے میں مانع ہوگی۔ اور پھر یہ بزرگ کی بھی ایک ہی رہی۔ خدا معلوم آپ نے اپنے ذہن میں میری کیا عمر خیال کر رکھی ہے۔ یہ تو مجھے یقین ہے کہ اب میں " ابھی تو میں جوان ہوں" کے مرحلے سے گزر چکا ہوں۔ لیکن حاشا وکلّا میں کسی کا بزرگ کہلانے کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ دو ایک برس کی زیادتی یہ حق نہیں دیتی۔

معارف کے آخری پرچے میں نواب چھتاری صاحب کی خود نوشت سوانح عمری یادِ ایّام پر تبصرہ نظر سے گزرا اگر ممکن ہو تو کسی کتب فروش

سے بھجوا دیں۔

ایک اور بات یاد آگئی۔ مدت ہوئی "ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد" نے "یادگار شعرا" (ڈاکٹر اسپرنگر) اور "دو نایاب بیاضیں اور ان کا انتخاب" (عبدالباری آسی اللدنی شائع کیے تھے۔ میں نے الہ آباد لکھا۔ صدا ئے برنخاست پھر لکھا وہی ڈھاک کے تین پات۔ احسان ہوگا اگر ڈاکٹر صدیقی صاحب کو لکھ کے یہ دونوں کتابیں خود منگوائیں اور پھر یہاں مجھے بھیج دیں۔ خریدار ہوں۔ تحفہ نہیں چاہتا۔ یہ تینوں کتابیں ضرور بھجوانے کی کوشش فرمایئے گا اور جلد۔

آپ نے آج تک مطلع نہیں فرمایا کہ اسکندریہ سے یہ الکتاب[۲۹] کے جو پارسل بھجوائے گئے تھے وہ آپ کو موصول ہوئے یا نہیں۔

کہیے غالب نمبر کے مضامین کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا کوئی ڈول بنایا نہیں؟

زیادہ کیا لکھوں۔ قلم میں روشنائی ختم ہو گئی ہے۔ اسے جھٹکتے جھٹکتے دائیں بازو میں درد ہونے لگا ہے۔ خط کا جواب جلد دیجیے گا تو مزید احسان ہوگا۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۱۰

بغداد، ۱۰، دسمبر ۱۹۵۰ء

حضرت قبلہ!

۱۵، نومبر کے پوسٹ کارڈ کا شکریہ۔ اس سے پہلے کارڈ کا جواب ۲۶، نومبر کو اسی تفصیل سے دیا گیا ہے جس کا یہ مستحق تھا۔ اس کے بعد ایک مختصر خط گزشتہ ہفتے ۳ دسمبر کو بھی لکھ چکا ہوں۔ اب اس تازہ گرامی نامے

کا جواب لکھ رہا ہوں۔

جہاں تک ترکی والے نسخے کا تعلق ہے اس سے متعلق پوری معلومات لکھ ہی چکا ہوں۔ اس لیے ان کا دُہرانا بے کار ہے۔ یہ خط اب تک لازماً مل چکا ہوگا۔ اگر آپ میرے لائق کوئی خدمت لگائیں تو مجھے اس کی تعمیل میں دریغ نہیں ہوگا۔

جہاں تک عاشر آفندی اور عاطف آفندی کے کتب خانوں سے عکس لینے کا سوال ہے، مجھے یہ کام بنتا نظر نہیں آتا۔ بات یہ ہے کہ جو کچھ میں نے جمال میاں کے متعلق سنا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایچی قسم کے انسان ہیں یعنی کوئی چستی اور گرمی کا کام ان سے نہیں ہونے کا۔ وہ تو بکی پکائی پر یاحسین کہنے والے ہیں۔ حماسۃ البصریہ کے عکس کے سلسلہ میں اگر وہ دام وہاں دے دیں اور یہ چیز آپ تک پہنچ جائے تو یہی غنیمت ہے، بات اصل میں یہ ہے کہ جب تک انسان خود کسی کام میں دل چسپی نہ لے وہ سرانجام نہیں ہوسکتا اور اس کے لیے ضرورت ہے شوق اور محبت کی۔ شوق کام سے اور محبت اس شخص سے جس کا یہ کام ہے۔

میں آپ کی بات کچھ سمجھا نہیں۔ اسکندریہ والے نسخے کے حواشی بہت مفید ہیں درست ؛ لیکن آپ لکھتے ہیں " بہرکیف کوشش کس بات کی ؟ پورے نسخے کے عکس لینے کی یا کیا ؟ آپ تفصیل سے ارشاد فرمائیں، تو میں کسی کو کچھ لکھوں جہاں تک میرا حافظہ کام دیتا ہے، کوئی ۳۰، ۴۰ صفحوں پر یہ حواشی تھے، کسی پر زیادہ کسی پر کم۔ ان میں سے زیادہ طور پر لغات کے معانی سے متعلق تھے یا اگر کسی جگہ مرتب نے کوئی شعر چھوڑ دیا ہے تو حاشیہ لکھنے والے نے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔

اردو ادب کا پہلا شمارہ موصول ہوا شکریہ۔ اس کی اطلاع میں پچھلے خط میں بھی دے چکا ہوں۔ جناب خیر بھوروی[۳۱] صاحب نے دریافت کیا ہے کہ کیا یہ پرچہ موصول ہوگیا ہے۔ اگرچہ آپ بھی ان کو اطلاع تو دے سکتے ہیں لیکن چونکہ

انھوں نے خاص طور پر لکھنے کی زحمت فرمائی ہے اس لیے خاموش رہنا بدتمیزی ہوگی انھیں بھی ایک مختصر خط آج ہی لکھ رہا ہوں. آپ سے وہ ملیں تو میرا شکریہ پہنچا دیں. کیا آپ نے میری طرف سے چندہ (ادا) کر دیا ہے یا نہیں. اب میں نے آپ کے کتنے روپے دینا ہیں؟

میں اپنے مضمون "تلامذۂ غالب" کی اُردو ادب میں اشاعت سے متعلق لکھ چکا ہوں. آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا.

خبر بھوروی صاحب کے نام سے ایک اور بات یاد آگئی. انھوں نے غالب کے کتابیات کے سلسلے میں میرے ذکرِ غالب کا بھی ذکر کیا ہے. جس خط میں میری کتاب کا ذکر ہے وہ مئی کے نگار میں چھپی تھی. یہ پرچہ کہیں نیچے اوپر ہوگیا ہے اور اس وقت نہیں مل سکا لیکن یاد پڑتا ہے کہ انھوں نے پہلے لکھا کہ "اس کتاب کی صرف یہ خوبی ہے کہ آج تک جتنی تحقیق غالب پر ہو چکی ہے یہ اس کا نچوڑ ہے" اس کے معاً بعد فرماتے ہیں "کہیں کہیں مالک رام نے اپنی تحقیق کے نتائج بھی قلم بند کیے ہیں" اگر کتاب کی خوبی صرف وہی تھی جو پہلے بیان ہوئی تو میری تحقیق اور نئی معلومات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا. اور اگر اس میں کچھ ایسی چیزیں بھی تھیں جو اور کہیں نہیں ملتیں تو یہ حرف غلط تھا. یہ میں نے یونہی لکھ دیا ہے کہ ان کے نام سے یاد آگیا. ورنہ نہ شکایت ہے اور نہ انھیں کہنے کی ضرورت ہے. کتاب، سو مختصر، مصنّف، سو گم نام. کوئی اس کی تعریف کرے تو بھلا کیوں.

میں نے پچھلے خطوں میں بعض باتوں سے متعلق دریافت کیا ہے. اگر ہو سکے تو ان کا جواب دے دیجیے گا. پھر سے لکھ دیتا ہوں.

(۱) بہارِ سخن تذکرہ مستعار بھجوا دیجیے گا (۲) تلامذۂ غالب سے متعلق سرور صاحب سے دریافت کیجیے گا. (۳) پروفیسر حمید احمد خاں کا پتہ درکار ہے. (۴) قاضی عبدالودود اور جناب ریاض حسن خاں خیال کا پتا درکار ہے. (۵) یہی بات

آپ نے پارسال یعنی ۱۹۴۸ء کے میگزین میں اشعار میر پر تبصرہ کرتے ہوئے نساخ کی ایک چیز گلشنِ تاریخ[۳۲] کا ذکر کیا تھا (نام ممکن ہے غلط لکھ رہا ہوں) جس میں مشاہیر کی تاریخ ہائے وفات ہیں۔ یہ نسخہ مستعار بھیج دیجیے (۶) ایک اور نئی بات آپ نے کسی خط میں سیاحؔ[۳۳] کی سیر کا ذکر کیا تھا اور لکھا تھا کہ آپ کے پاس اس کے دو نسخے ہیں۔ یہ دوسرا نسخہ آپ رکھ کر کیا کریں گے؟ (۷) حالیؔ نے نواب محمد علی خاں رشکیؔ[۳۴] (تلمیذ غالب) کی وفات پر قطعہ تاریخ کہا تھا۔ کیا کہیں سے تلاش کر کے یہ قطعہ مہیا کر سکتے ہیں؟

اچھا اب رخصت چاہتا ہوں۔ ڈاک کا تھیلہ بند ہونے والا ہے۔ یوں بھی کاغذ نبڑ گیا ورنہ اور ہرزہ سرائی کرتا۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۱۱

بغداد ۲۴، دسمبر ۱۹۵۰ء

مکرم بندہ! ابھی ابھی آپ کا ۱۵ ماہ حال کا نوازش نامہ باعثِ مسرت ہوا۔ آج چوں کہ سرکاری تھیلے کا دن ہے اس لیے یہ چند سطور فوری طور پر لکھ کر بھیج رہا ہوں۔

حماسہ کے عکس سے متعلق میں نے یونس صاحب[۳۵] سے پھر گفتگو کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اصولاً حکومت ترکیہ نے یہ ہدیتاً مفت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اور انھوں نے ہمارے سفارت خانہ کو اس کی اطلاع بھی دے دی ہے۔ اب وہ کب اس پر عمل کریں گے یہ عَلّامُ الغُیوب ہی بہتر جانتے ہیں۔ حکومتوں کے کام آپ جانتے ہی ہیں۔ سُرخ فینۃ، کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ اب ڈاکٹر صاحب[۳۶] نے وزارتِ خارجہ کو دہلی میں اور سفارت خانے کو انقرہ میں لکھ دیا ہے یہاں سے مزید لکھوانا بے کار ہے۔

لیکن میں خود کچھ ایسا پُر اُمید نہیں ہوں۔ یہ کام ہونے کا نہیں۔ خدا ہی آپ کی مدد کرے۔ یہ سب باتیں ذاتی دوڑ دھوپ اور اثر و رسوخ سے ہوا کرتی ہیں۔ یونس صاحب اگر وہاں رہتے تو شاید وہ کروا لیتے کیوں کہ وہ نہایت سرگرم اور عملی قسم کے انسان ہیں۔ اب جو لوگ وہاں ہیں وہ بس کرسی پر بیٹھے خط و کتابت کرنے والے ہیں۔ اس پر معاملہ ہے ایک مشرقی حکومت کے ساتھ، جہاں وقت کی کوئی قدر ہی نہیں۔ آپ تھوڑے دنوں کے بعد ڈاکٹر صاحب سے ایک اور خط لکھنے کی درخواست کریں۔ شاید کچھ ہو سکے۔

اسلام اور عورت کا مسوّدہ پھر سے تیار کرنے کا عزم کیا ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ حدیث کی تمام کتابیں اور اشارات کا مجموعہ وہاں اسکندریہ میں چھوڑ آیا ہوں۔ خیال تھا کہ اب اس نوع کا کوئی کام نہیں کروں گا۔ اور ڈیڑھ دو سو کتابیں ایک صندوق میں بند کر کے اسے ایک دوست کے مکان پر رکھوا دیا تھا۔ یہاں بغداد میں بھونی بھانگ نہیں ملتی۔ نام بڑا اور درشن چھوٹے۔ اگر آپ یہاں آئیں تو یقیناً بہت مایوس ہوں۔ یہاں سے ایک ڈھنگ کا پرچہ نہیں نکلتا سب مصری اخبار اور پرچے یہاں بکتے ہیں۔ وہی بھجوا سکتا ہوں۔

آپ نے استاد احمد محمد شاکر صاحب کا نام لکھا ہے۔ یہ تو قاہرہ کے رہنے والے ہیں۔ اس لیے انھوں نے اگر جوالیقی کی کتاب چھاپی ہو گی تو یہ وہیں قاہرہ سے ملتی ہو گی۔ یہاں کہاں۔ یا ممکن ہے کہ میں غلطی کر رہا ہوں۔ بہرحال ذرا اور تفصیل سے لکھیے۔

یادگار شعراء (اسپرنگر) اور دو بیاضیں۔ اُردو اکیڈیمی الٰہ آباد نے شائع کی تھیں میں نے ہندوستانی میں اس کا اشتہار دیکھا تھا۔ اب کہ اکیڈیمی کا سلسلہ ختم ہو گیا اس کا اسٹاک نہ معلوم کس جگہ ہے ضرور کوشش کر کے پیدا کیجیے۔

میں نے لکھا تھا کہ وہاں لائبریری میں بہارِ سخن (یا بہارستانِ سخن) جس میں ہندو شعرا کے حالات ہیں مستعار لے کر بھیج دیجیے۔ آپ نے اس کا ذکر تک نہیں

کیا۔ کیا میں نے آپ کو لکھا تھا کہ مجھے تذکرہ (مولوی محمد اسماعیل پانی پتی) چاہیے جس
میں مولانا حالی مرحوم کا ترجمہ ہے۔ یہ کتاب چھوٹے سائز کی ڈیڑھ سو صفحے کی ہے
وہاں لائبریری میں ضرور ہو گی۔ پھر میں نے کہا تھا کہ رشکؔ کی وفات پر حالی نے
جو قطعہ وفات لکھا تھا۔ وہ تلاش کر کے بھجوایئے۔

ناسخؔ نے جو مشاہیر کی وفات پر تاریخیں کہی ہیں اور ان کا مجموعۂ شائع کیا
تھا۔ اس کا کیا نام تھا؟ آپ نے اشعار میر کے تبصرے میں اس کا ذکر کیا ہے۔
یہ کتاب تو آپ کے پاس ہو گی۔ اس کے بھجوانے میں کیا امر مانع ہے؟ آپ نے
پارسال یا اس سال ہی شاید کسی خط میں لکھا تھا کہ سیر سیاح کے دو نسخے آپ کے
پاس ہیں۔ میں نے پوچھا تھا کہ یہ دوسرا نسخہ آپ کیا کریں گے؟

یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے خط غور سے پڑھتے نہیں اور پھر جب
لکھنے بیٹھتے ہیں تو پوسٹ کارڈ ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ اب آپ کی خفی نویسی
کے باوجود اس بچارے کا دامن محدود۔ وہ کب تک ساتھ دے سکتا ہے۔

جمہورؔ کا ایک آدھ پرچہ میں نے دیکھا ہے۔ اس کے لیے میں مضمون نہیں لکھ
سکوں گا۔ معافی چاہتا ہوں۔ پہلے تو میرے لیے مضمون لکھنا جوئے شیر لانے سے کم
نہیں۔ عام مشغولیتیں ایسی ہیں کہ ان کا علم و ادب سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔
پھر انسان اگر محنت کرے بھی تو کسی معقول چیز کے لیے۔ جمہور کہاں کا علی گڑھ کا
میگزین ہے۔ ہاں اگر آپ اپنا نمبر نکالیں تو وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن وہ بھی مارچ
اپریل تک۔ آپ بھی دسمبر ۱۹۵۱ء سے پہلے تو شائع کرنے سے رہے۔

ذکرِ غالبؔ کا خود مجھے بھی انتظار ہے۔ نہیں صاحب خیالؔ کا نسخہ میں قاضی
صاحب کی وساطت سے نہیں بھیج سکتا۔ یہ مجھے براہ راست بھیجنا چاہیے یہ کیا
بدتمیزی ہے کہ میں ان کی خدمت میں ایک اور صاحب کے ذریعے ہدیہ بھیجوں
آپ مہربانی فرما کر ان کا پتا معلوم کر دیجیے گا۔

قاضی صاحب کو کتاب بھجوا دوں گا لیکن آپ کا لکھا ہوا پتا کچھ ٹھیک

پڑھا نہیں گیا۔ انگریزی میں لکھیے۔

تلامذۂ غالب کا مسوّدہ تیار کرنے میں کچھ دن لگیں گے۔ یوں مضمون تیار ہے لیکن بہت ابتدائی حالت میں۔ سرورؔ صاحب سے پوچھیے تو پھر دیکھا جائے گا ہماری زبان باقاعدہ مل رہا ہے۔ شکریہ

والسلام والاکرام خاکسار : مالک رام

۱۲

بغداد۔ ۲۸ جنوری ۱۹۵۱ء

حقیر نواز

۱۸ جنوری کے گرامی نامے کا شکریہ

اب سلسلہ وار جواب سُنیئے :

استاد احمد محمد شاکر کی کتاب المعرب للجوالیقی کے لیے ایک دوست کو قاہرہ لکھ رہا ہوں لیکن یہ خیال رہے کہ وہ ادبی قسم کے انسان ہیں یعنی حد درجہ سُست۔ اگر کبھی بینک سے چونکے اور برابر میں کوئی دوکان ہوئی اور حُسن اتفاق سے انھیں یاد بھی آگیا کہ ارے، مالک رام نے ایک کتاب طلب کی تھی، تو امکان ہے کہ کتاب مل جائے۔ بہر حال اطمینان رکھیئے کہ جونہی نسخہ پہنچے گا، آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ قبلہ ڈاکٹر صدیقی صاحب کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچایئے اور انھیں اطمینان دلایئے کہ تساہل نہیں ہوگا۔

آپ کی مرسلہ کتابوں کا انتظار ہے۔ انشاء اللہ آتی ہوں گی۔

دسمبر کا معارف ابھی تک مجھے نہیں ملا۔ باقاعدہ آتا ہے۔ یہ بھی آتا ہوگا۔ بہرحال گھبراہٹ کیا ہے۔ میں نواب صاحب مرحوم و مغفور سے متعلق ایک مختصر مضمون لکھنا ضرور چاہتا ہوں، لیکن میرے مضمون لکھنے کے لیے ایک تو ماحول چاہیے اور دوسرے کوئی مضمون لکھوانے والا ہو۔

مثلاً آپ نے غالب پر مضمون لکھوالیا۔ چند دن ہوئے عبد المجید حیرت[۴۲] صاحب نے (آپ اُن سے واقف نہیں ہوں گے) لکھا کہ بیس سو کتابوں کی فہرست بنانا چاہتا ہوں۔ تم اپنی پسند کی کتابوں کے نام لکھو۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کیا سوال ہوا۔ اس پر وہ مُصر ہو گئے اب جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ان کی فرمائش کی تعمیل کرتے بنی۔ پھر خیال آیا کہ یہ تو اچھا خاصا مضمون ہو سکتا ہے چناں چہ ایک دن بیٹھا تو واقعی مضمون بن گیا۔ آج کل کے ایڈیٹر عرش صاحب بہت دن سے لکھ رہے تھے کہ مضمون لکھو۔ میں نے اس ایک تیر سے دو نشانے کیے۔ کتابوں کی فہرست حیرت کو اور مضمون عرش کو بھیج دیا۔ اسی طرح اگر کوئی معقول موقع ہو تو صدر یار جنگ مرحوم پر ایک مختصر مضمون ہو سکتا ہے۔۔ انشاء اللہ کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا۔

اسلام اور عورت، نیاز صاحب بھی دوبارہ لکھنے کے لیے اصرار کر رہے ہیں۔ دیکھیے۔ کوشش کی ہے خدا کرے پروان چڑھے۔

تلامذۂ غالب تیار تو کر دوں گا لیکن سوال اس بات کا ہے کہ سرور صاحب کتنے صفحے دینے پر تیار ہوں گے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مضمون چھاپنا پسند نہیں۔ اردو ادب کے سو صفحے سے کم تو کسی صورت میں ہونے کا نہیں۔ اگر وہ دو اشاعتوں۔ حد تین اشاعتوں میں چھاپ سکیں تو کیا ہی اچھا ہو۔ میں نے دو تین دن ہوئے یہی لکھے ہوئے نوٹ نکالے تھے۔ ایک انبار ہے اسے سمیٹنے بس کم از کم ایک مہینہ لگ جائے گا یہاں آ کے دفتری مشغولیت کچھ بڑھ گئی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔

والسلام خاکسار: مالک رام

۱۳

بغداد۔ ۱۳ر مارچ ۱۹۵۱ء

عزیز محترم

آپ کا ۲۸ر فروری کا پوسٹ کارڈ ملے تین چار روز ہوئے۔ شکریہ۔ میں نے

اس دوران میں کتنے ہی خط لکھے لیکن صدائے برنخاست اس لیے خاموش ہو رہا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

آپ کی مرسلہ کتابوں کی رسید اور دلی شکریہ لکھ چکا ہوں۔ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کیا گنجِ تواریخ (نسّاخ) آپ واپس چاہتے ہیں؟ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسے ان کے کلیات سے علیحدہ کروا کے بھیجا۔ بندۂ خدا، پورا کلیات بھیج دیا ہوتا۔ دیکھ کر واپس بھیج دیتا۔ بہرحال شکریہ ادا کرتا ہوں۔ سیر سیاح نہیں ملی۔

سرور صاحب کا بھی خط ملا ہے۔ میں تلامذۂ غالب کا پورا مسوّدہ ان کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ ۱۴۰ صفحے ہیں۔ دو بار میں شائع ہو جائے تو بہت اچھا ہوگا۔

اختر کے تذکرے سے متعلق میں کسی خط میں لکھ چکا ہوں اور اب آپ کے دوبارہ سوال سے میرا پہلا شبہ اور قوی ہو گیا ہے کہ آپ میرے خطوں کو توجہ سے نہیں پڑھتے کیوں کہ دوسری صورت صرف حافظے کی کمزوری ہے اور یہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کا حافظہ بفضلہٖ بہت مضبوط ہے۔

تو میں نے لکھا تھا کہ آفتاب عالم تاب کا نسخہ لاہور والے ذخیرے میں ضائع ہو گیا۔ اب صبر شکر کے سوائے چارہ نہیں۔ لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ غالباً اس کا نسخہ آپ کو ندوہ کے کتاب خانے میں مل سکتا ہے۔ میری شبہ کی وجہ؟ نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے پاس اس کا نسخہ تھا ان کی کتابیں ان کے صاحبزادے سید علی حسن خاں بہادر نے ندوہ کو دے دی تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی ان میں ہو۔

میری تبدیلی پھر سے اسکندریہ (مصر) ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ العزیز ہفتے عشرے میں روانگی ہوگی۔ اگر خدا نے فضل رکھا تو پندرہ اپریل تک وہاں پہنچ جانے کا قصد ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ المعرّب اب خود وہاں سے بھجوا سکوں گا۔ اس صورت میں آپ کے عزیز کے لیے مضمون کے لکھنے کا کہاں وقت ہے۔ پھر دیکھا جائے گا۔

ذکرِ غالب اب تک آپ کی خدمت میں پہنچ گیا ہوگا۔ خدا سمجھے ان کا تبوں

اور لیتھو والوں سے اب شکایت بے کار ہے۔ خدا کرے آپ کو پسند آئی ہو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ اس خط کا جواب اسکندریہ کے پتے پر دیجیے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۲۳ ، مارچ کا پوسٹ کارڈ ابھی ابھی ملا۔ ذکرِ غالب سے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کا شکریہ۔ قاضی صاحب کو کتاب بھجوادی گئی ہے لیکن آپ نے خیال کا پتا نہیں بھجوایا۔ اب کیا کہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُردو ادب اور میگزین کے پرچے کہیں میرے بعد پہنچے تو ضائع نہ ہو جائیں۔

مالک رام

۱۴

۵ ، جولائی ۱۹۵۱ء (اسکندریہ)

بھائی، آج یہاں عید ہے اس لیے عید مبارک کہتا ہوں۔ آپ کے وہاں تو غالباً کل ہو گی۔ یارِ خاطر ہوں، بارِ خاطر نہیں بننا چاہتا۔ آپ نے اتنے دن خط نہیں لکھا، میں نے بھی مخلِ صحبت ہونا پسند نہیں کیا۔

یہ تو میں نے غالباً بغداد سے روانہ ہونے سے پہلے لکھ ہی دیا تھا کہ میرا تبادلہ پھر سے اسکندریہ میں ہو گیا ہے۔

والسلام خاکسار: مالک رام

ہاں ایک بات یاد آگئی مجھے میگزین کا اکبر نمبر نہیں ملا۔ والسلام۔

۱۵

اسکندریہ ۱۴ ، مئی ۱۹۵۲ء

صدیقی العزیز

میں نے ۱۱ ، ماہ حال کو ایک مفصّل خط آپ کو لکھا ہے۔ آج آپ کا ۳ ، مئی کا

پوسٹ کارڈ ملا۔ اس میں ایک نئی بات نظر پڑی کہ آپ کو "عودِ ہندی طبع اوّل کے کچھ نسخے مِل گئے ہیں"۔ اگر یوں ہے تو مزید دو نسخے میرے لیے خرید لیے جائیں ہاں ۲۰ روپے ہی کی بات ہے۔ میں مہرؔ صاحب اور ایک اور دوست کو نذر کروں گا۔

اب سنیئے لطیفہ۔ آپ نے اپنے آخری خط پر پتا لکھا عربی میں۔ صندوق البرید ادرالاسکندریہ اور بمصر تک۔ آپ کے وہاں کے ڈاک خانے والے سمجھ نہ پائے کہ یہ کیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی افسرِ اعلیٰ سے استصواب کیا گیا اس لال بجھکڑ نے اس پر لکھ دیا۔ TRY BASRAH یعنی بصرہ بھیج کر دیکھ لو۔ وہ غالباً بمصر کو بصرہ سمجھے ہوں گے۔ چناں چہ خط بغداد پہنچ گیا۔ وہاں تو خیر سے زبان ہی عربی ہے اس لیے وہاں والوں نے اسے یہاں بھیج دیا۔ یہ وجہ ہوئی تاخیر کی۔ مجھے یقین ہے اگر آپ ریسرچ کریں تو یہ حضرت اسی قرمساق کے اخلاف میں سے ہوں گے جنھوں نے قبلۂ نیاز کپتاں کو کپتان پڑھ کر غالبؔ کو کاپیی کی فوج میں داخل کر دیا تھا۔

پس خیریت اسی میں ہے کہ آئندہ ہمیشہ پتا انگریزی میں لکھا جائے۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۱۶

اسکندریہ ۷، اگست ۱۹۵۳ء

صدیقی العزیز۔ آداب نیاز

۳۱، جولائی کے گرامی نامہ کا شکریہ۔ جو ابھی ابھی موصول ہوا۔ جواب فوری حاضرِ خدمت ہے۔

احوالِ غالب کی اشاعت کے لیے مبارک باد قبول فرمائیں۔ امید ہے آپ کی محنت ٹھکانے لگے گی اور علمی و ادبی دُنیا بھی اس کی کماحقہٗ قدر کرے گی۔ خدا معلوم آپ نے ایک نسخہ بھیجا یا دو۔ اگر ایک ہی بھیجا ہو تو عنایت ہو گی اگر مزید ایک نسخہ عنایت فرمایا جائے۔ ایسی کتابیں بہت استعمال کی جاتی ہیں۔ لوگ مانگ کے لے جاتے

ہیں اور واپس نہیں کرنے چاہتا ہوں کہ ایک نسخہ کم از کم محفوظ رہے اور پھر مفت ۔ راچہ گفت ۔ معلوم نہیں اب کے کتابت کی صحت کا کیا حال رہا ۔

مضمون سے متعلق کچھ سمجھ میں نہیں آیا ۔ دیوانِ فارسی (طبع اول) والا مضمون آپ کے پاس ہے ۔ سوالات عبدالکریم والا مضمون آج کل (فروری ۱۹۵۳ء) میں سے آپ کو ضرور لے لینا چاہیے ۔ اگر آپ رسا والا مضمون لینا چاہتے ہیں تو مجھے اس میں عذر نہیں ہے میں ایک نظر دیکھ کر اسے حاضرِ خدمت کر سکتا ہوں ۔ انشاءاللہ اگلے ہفتے بھیج دوں گا ۔ شاید اس سے پہلے ہی ۔

آپ کا عزم آکسفورڈ ، خدا اسے مبارک کرے بہت خوشی ہوئی اسے پڑھ کر ۔ آپ قاہرہ تک ہوائی جہاز سے آئیں یا بحری جہاز سے پورٹ سعید اتریں اور پھر وہاں سے ریل گاڑی سے قاہرہ آجائیں ۔ قاہرہ سے اسکندریہ تک تین چار گھنٹے کا ریل کا سفر ہے یہاں سے براہِ راست جہاز اطالیہ اور لندن جاتے ہیں ۔ اس لیے آپ جتنے دن سہولت سے یہاں قیام کر سکتے ہیں کیجیے یہاں سے بحری جہاز سے یورپ جانے کا انتظام میرے ذمّہ ۔ اس میں انشاءاللہ کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور تاخیر بھی نہیں ہو گی ۔ اگر آپ تاریخ ورود پورٹ سعید لکھ دیں تو میں اس کے مطابق دوستوں کو پورٹ سعید اور قاہرہ ہدایت دے دوں گا ۔ اگر براہِ راست ہوائی جہاز سے قاہرہ آنے کا فیصلہ کریں تو بھی لکھ دیں ۔ تاکہ قاہرہ کے قیام وغیرہ کا انتظام کر دوں ۔

بالعموم مسافروں کے جہاز جو پورٹ سعید سے گزرتے ہیں وہ اسکندریہ نہیں آتے ۔ اس لیے آپ کو زحمت ضرور ہو گی ۔ یا ہوائی جہاز سے براہِ راست قاہرہ آیئے یا بحری جہاز سے پورٹ سعید اور پھر ریل سے قاہرہ ۔

دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ بحفاظت تمام سفر طے کریں ۔ اور ہماری ملاقات بخیر و خوبی ہو ۔ آمین

والسلام والاکرام خاکسار : مالک رام

۱۷

اسکندریہ ۱۴ نومبر ۱۹۵۳ء

کرم فرمائے من! آداب نیاز

۶ نومبر کے گرامی نامے کا شکریہ۔ مجھے خیال تھا کہ ممکن ہے کہ آپ گوناگوں مشغولیتوں اور دلچسپیوں کے باعث جلد خط نہ لکھ سکیں، اس لیے میں نے ۲۲ اکتوبر کو ایک خط ہائی کمیشن لندن کی وساطت سے آپ کے نام لکھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے وہ خط آپ کو نہیں ملا۔

بہرحال یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ نئے ماحول میں آپ خوش وخرم ہیں کام سے کیا گھبرانا، یہ تو زندگی کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ کی قسمت میں ادبی کام ہے اور ہماری قسمت میں تیل بیچنا۔ یہ بھی قسمت کے کھیل ہیں۔ شکایت سے کیا فائدہ۔

جناب سید احمد صاحب[۴۵] نے ۱۵۸ قرش مصری بھیجے تھے۔ یہ بھی آپ نے خواہ مخواہ زحمت فرمائی۔ بہرحال شکریہ۔

طٰہٰ حسین کی الایام کے تین حصے ہیں۔ دوسرا اور تیسرا بھجوا رہا ہوں۔ حدیث عیسیٰ بن ہشام کا اگلے خط میں لکھوں گا۔ انشاءاللہ۔

مختصر اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں نے یہاں سے بھی ۸۴ شلنگ ہی میں خریدی تھی۔

ماجد صاحب[۴۶] نے احوالِ غالب کی تعریف کی ہے۔ بعض مضامین کا جس میں آپ کا "درحدیثِ دیگران" بھی ہے، خاص ذکر کیا ہے۔

اردو ادب کا پرچہ مل گیا۔ دو چیزیں نئی معلوم ہوئیں۔ غالب کے قیام لکھنؤ کی مدت اور ایک نیا شاگردِ غالب۔ اب تشویش ہے کہ ابنِ حسن[۴۷] خاں صاحب کا کلام ملے۔ جب تک آپ واپس نہیں آئیں یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آتی۔ کوئی ایسی

جلدی بھی نہیں۔

جناب شوکت سبزواری کا مضمون خوب رہا۔ پرچہ بحیثیت مجموعی طور قابلِ تعریف ہے۔ کاش اس کی اشاعت زیادہ باقاعدہ ہو جائے۔

میں نے اپنے گزشتہ خط میں دو تین باتیں دریافت کی تھیں۔ ان کا اعادہ کرتا ہوں۔

(۱) قادر نامہ (طبع اوّل) کے آخر میں جو اسمائے فارسی ہیں۔ ان کے مصنّف کا نام آپ نے بتایا تھا۔ وہ بھول گیا۔ لکھیے۔

(۲) کیا آپ کو معلوم ہے کہ شرح مأتہ عامل کا مصنّف کون ہے؟ مأتہ عامل کا مصنّف تو عبدالقادر جرجانی ہے۔ یہ شرح کس نے لکھی ہے۔

(۳) احوالِ غالب کے سلسلے کی اگلی دونوں کتابیں، کیا آپ کی غیر حاضری میں چھپیں گی یا یہ کام آپ کی واپسی تک ملتوی رہے گا۔ اگر پہلی صورت ہو تو کاپیوں کا پڑھنا وغیرہ کس کے ذمّے ہے۔

(۴) میں دتاسی کی فرانسیسی کتاب کا ترجمہ کرنے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ آپ کتاب کا ایک نسخہ مہیّا کریں۔ میں نے تیغِ تیز پر ایک مقالہ لکھنا شروع کیا ہے لیکن اندیشہ ہے کہ لمبا ہو جائے گا۔

خدا آپ کا حامی و ناصر ہو اور بخیر و عافیت آپ کو واپس لائے۔ آمین۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

یہ نام میں پھر آپ نے .MU لکھا۔ ال جزوِ علم۔ نام مختارالدین ہے۔ اس لیے MD لکھنا چاہیے۔ ابھی تبدیل کر لیجیے۔ بعد میں مشکل ہو گی۔

۱۸

اسکندریہ ۱۵، دسمبر ۱۹۵۳ء

برادرِ عزیز دام مجدکم! آداب نیاز

۱۰، ماہ حال کا گرامی نامہ ملا۔ شکریہ۔

آپ نے جو تسلّی آمیز کلمات لکھے ہیں ان کے لیے شکریہ. میں اتنا ناشکرا نہیں، لیکن اس اظہارِ حقیقت میں بھی غالباً کوئی گناہ نہیں کہ اے کاش ماحول موافق اُفتادِ طبیعت میسر آجاتا. لیکن اس افسوس سے کیا حاصل۔

ہمہ بر خویشتن ہمی گرییم

ہمہ بر روزگار می خندیم

اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے لیے میں نے اپنا نام یہاں دارالمعارف کے پاس درج کرادیا ہے. جب تک یہاں ہوں انشاءاللہ سب حصّے ملتے رہیں گے. جب کسی اور جگہ تبدیلی ہوگی دیکھا جائے گا۔ پوری کتاب کہیں دس برس میں مکمّل ہوگی سو

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

اجی، وہ لاکھ معمولی کلام ہو، ان کے نام کے ساتھ دو چار شعر تو لکھنا ہی پڑیں گے اسرورؔ[۴۹] کے اصلاحی کلام سے متعلق آپ نے وہ واقعہ مجھے بتایا تھا۔ آجکل میں انشاءاللہ اسے دیکھ لوں گا۔ لیکن اس وقت میں ایک بات آپ سے کہنا بھول گیا۔ ان کے جن عزیز سے یہ فتوح دستیاب ہوئی۔ انھیں سے سرورؔ صاحب کے حالات بھی دلوایئے۔ یہ بھی تو بالکل پردۂ خفا میں ہیں۔ آپ یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ میں آج کل غالبؔ کے تین شاگردوں کے عزیزوں سے خط و کتابت کر رہا ہوں، تاکہ حالات زیادہ سے زیادہ میسّر آجائیں. عبدالرزاق شاکر کے صاحبزادے ہادی مچھلی شہری، رائے بہادر شیونرائن آرامؔ کے پوتے پرتھوی ناتھ اور ہرگوبند نشاط کے پوتے سرؔیر (دیرہ دون) انشاءاللہ جب تک کتاب کے چھپنے کا سامان ہونا ہے یہ کتاب مکمّل بھی ہوجائے گی۔ اب وہ پہلی سی عجلت بھی نہیں. کیوں کہ اس وقت مُجھے اندیشہ ہے کہ اگر کہیں آفاقیؔ[۵۰] صاحب نے اسے چھاپ دیا، تو ساری محنت غارت ہوجائے گی۔

دتاتسی کی کتاب جب بھی مل جائے، میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

انشاء اللہ العظیم۔

تیغ تیز کا کام ملتوی کرنا پڑا۔ حامد بھائی کا خط ڈانٹ کا ملا کہ ذکرِ غالب جتنی جلدی ہوسکے بھیجیے۔ آج کل اس پر نظرِ ثانی کر رہا ہوں۔ انشاء اللہ اسی مہینے میں اسے بھیج کر پھر تیغ تیز والا مضمون لکھ ڈالوں گا۔ بھلا مجھے اسے آپ کی نذر کرنے میں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ عرشی صاحب سے کیا چیز لکھوائی ہے آپ نے؟ موضوع ہی لکھ دیا ہوتا۔

احوالِ غالب پر کسی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں رام پور کے تعلقات کے موضوع پر ایک مضمون ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ انھوں نے میرے دو ایک پرانے مضمونوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ میرے خیال میں واقعی اگر میرا رام پور والا مضمون شامل کرلیا جاتا تو اور کچھ نہیں تو محفوظ ہی ہوجاتا۔

شرح مائۃ عامل کے مصنّف کا نام مجھے عبدالقادر جرجانی بتایا گیا تھا۔ اب آپ نے اس کا شجرۂ نسب لکھ کے پھر مصیبت میں ڈال دیا۔ میں مصنّف کا نام ذکرِ غالب کے اس مقام پر لکھنا چاہتا ہوں جہاں غالب کی تعلیم کا ذکر ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ان کی عربی تعلیم کا یہ نقطۂ عروج تھا۔ اگر یہ صورت ہے، تو سرے سے نام دوں گا ہی نہیں۔ اور کیا!

میرے بھائی، اب تو دل کڑا کرنے کے سوائے چارہ نہیں۔ یہ دو برس تو گزارنا ہی پڑیں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ کیفیت زیادہ دیر تک رہے گی نہیں۔ جب کام کا بار پڑے گا تو سب کچھ بھول جایئے گا۔ ابھی آغاز ہے، اس لیے گھر زیادہ یاد آتا ہے۔

اور آپ نے اگلی گرمیوں میں یہاں آنے کا کچھ ذکر بھی تو کیا تھا۔ کیا واقعی کچھ اس کے امکانات ہیں؟

ہاں سید سلیمان ندوی، اللہ کو پیارے ہوگئے۔ میری ان سے ملاقات تو ایک آدھ ہوئی تھی لیکن خط و کتابت بہت دن رہی اگرچہ یہ بھی مسلسل نہیں تھی۔ یعنی

جب میں لکھنا وہ جواب دے دیتے۔ یہ بھی جب کا قصّہ ہے کہ آتش جوان تھا اور وہ ابھی تھانہ بھون نہیں پہنچے تھے۔ پچھلے چار پانچ برس میں خصوصاً جب سے وہ کراچی گئے ہیں، مکاتبت بھی نہیں رہی تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ بڑے وسیع النظر بزرگ تھے۔ اگر ان کے مذہبی خیالات میں بھی کچھ تھوڑی سی وسعت نظری ہوتی، تو کیا بتاؤں کہ وہ کیا ہوتے۔ بہر حال یہ میں اپنے تاثرات لکھ رہا ہوں آپ کو ان سے کیا کام۔

میں آپ کی دُعا پر آمین کہتا ہوں۔ خدا انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دیں آمین

آپ نے خط بند کرنے کے بعد امام حنبلؒ سے متعلق جس کتاب کا نام لکھا ہے وہ پڑھا نہیں گیا۔ ڈاک کی مُہر عین اس کے اُوپر لگی ہے۔ اس لیے آپ کی تحریر غتر بود ہو گئی۔ لیکن ایک بات کا مجھے یقین ہے کہ میں نے یہ کتاب دیکھی نہیں، اور اس یقین کا اظہار، کتاب کا نام نہ معلوم ہونے کے باوجود، اس لیے کر رہا ہوں، کہ میں نے آج تک اس موضوع پر کوئی انگریزی تصنیف دیکھی ہی نہیں۔ اگر کسی جگہ سے مل جائے، تو میرے لیے لے لیجیے گا۔

دیکھیے کتنا لمبا خط لکھ گیا ہوں۔ اب مُعافی دیجیے۔ والسلام والاکرام

خاکسار: مالک رام

صاحب وہ انتخابِ غالب[۵۲] کہیں نہیں ملا۔ ایک اور بات، آپ کا مضمون ڈاکٹر ضیاء الدین[۵۳] سے متعلق پڑھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ غالب نے یہ رقعات مولوی ضیاء الدین کی انشائے اُردو ہی کے لیے جمع کیے تھے۔

۱۹

اسکندریہ ۸ر فروری ۱۹۵۴ء

کرم فرمائے من۔ آداب نیاز

۲۹ر جنوری کا گرامی نامہ ملا۔ اس میں ایک دوسرے خط کی اطلاع

درج تھی، وہ موصول نہیں ہوا۔ بہر حال اس کا شکریہ۔
ذکرِ غالب میں نے دہلی بھیج دی ہے۔ لیکن حامد صاحب کو مناسب مقام پر چند سطریں اضافہ کرنے کو لکھ دیا ہے۔ دیکھئے لیکن کوئی ایسی بات نہیں، اگر نہ بھی ہوں تو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔
آپ نواب شمس الدین خاں کی فقیروں سے بیزاری کا حال لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن غالباً بھول گئے۔ آپ نے لکھا ہے" اور وہاں درج ہے" اور اس کے بعد کچھ جگہ خالی ہے۔ لیکن وہاں کیا درج ہے، یہ لکھنے سے رہ گیا۔
۲۵ / اکتوبر والی اطلاع ذکرِ غالب میں موجود ہے۔
کتب کے پہنچنے کی اطلاع چنداں مفید مطلب نہیں سب کتابیں ان تاریخوں سے بہت پہلے شائع ہو چکی تھیں۔ نواب شمس الدین خاں سے متعلق خود میرے پاس خاصا مسالہ موجود ہے۔ ان پر پورا مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ میرا، چوں کہ براہِ راست اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لیے ذکرِ غالب میں نہیں لکھ سکا۔ اب بھی جو واقعہ ان کی فقیر دشمنی کا لکھا ہے اس پر قاضی صاحب قبلہ نے اعتراض کیا ہے کہ بھلا اسے لکھنے کا کونسا محل و مقام تھا۔ ان کی تصویر صرف وہی دیکھی جس کا ذکر آپ سے کر چکا ہوں۔ کیا کسی جگہ آپ نے ان کی تاریخ وفات دیکھی یعنی بحساب جفر۔
حامد صاحب کو افکارِ غالب سے متعلق لکھا ہے۔ اور ڈاکٹر عبدہٗ العلیم صاحب کو دار المعارف کی فہرست اور خط بھجوا دیا ہے۔ دیکھیں کیا جواب ملتا ہے۔
اب ایک تازہ خبر۔ میری تبدیلی ہندوستان ہو گئی ہے۔ وہ تو مارچ، اپریل میں دہلی پہنچنے کو کہہ رہے تھے لیکن چوں کہ بڑی لڑکی کا امتحان (میٹریکولیشن) جون میں ختم ہوتا ہے۔ اس لیے میرے کہنے پر جولائی تک ملتوی ہو گئی ہے اب انشاءاللہ جولائی کے اوائل میں یہاں سے روانہ ہوں گا۔ سال بھر تو مرکزی دفتر میں رہنا پڑے گا۔ اس کے بعد دیکھئے کیا ہو۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ پندرہ برس کے بعد یہ ہندوستان میں پہلی تقرری ہے۔

ابھی امام احمد حنبلؒ والی کتاب رہنے دیجیے یوں یہ میری روش کے بھی خلاف ہے ۔ تمام ماخذوں کے دیکھنے کے بعد جب خود مضمون تیار کر لیتا ہوں، تو پھر یہ دیکھا کرتا ہوں کہ دوسروں نے اس موضوع پر کیا لکھا ہے. اس کتاب کو بھی سب سے آخر میں دیکھوں گا. اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک مسئلے پر اپنے ڈھنگ سے لکھتا ہوں اور آزادانہ نتائج پر پہنچتا ہوں. اگر پہلے سے دوسروں کی کتابیں دیکھی جائیں تو ان سے متاثر ہونا لابد ہے. میں آج کل حموربیؒ والا سلسلہ ختم کرنے کی فکر میں ہوں. چوتھا باب ختم کر کے بھیج چکا ہوں پانچواں انشاالله مارچ کے وسط میں اور چھٹا (آخری) جون تک تیار کر دینے کا ارادہ ہے. اس کے بعد حنبلؒ اور میں وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ۔ والسلام والاکرام ۔

خاکسار: مالک رام

۲۰

اسکندریہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۴ء

برادر مکرم۔

۱۲ کے گزارش نامے کا شکریہ. آپ کا دوسرا خط بھی مل گیا تھا جوں کہ اس میں کوئی خاص جواب طلب بات نہیں تھی، اس لیے میں نے رسید نہیں لکھی. تبدیلی بعض حالات کے پیشِ نظر ضروری تھی.. میں خود یہی چاہتا تھا. لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ زیادہ دن وہاں ٹھیرنا ممکن نہیں. یہی سال ایک. اس کے بعد پھر جہاں گردی. خدا معلوم کہاں کہاں کا دانہ پانی ابھی قسمت میں لکھا ہے ۔

افکارِ غالب سے متعلق حامد بھائی نے لکھا تھا کہ قاضی صاحب کے مضمون کا آخری حصّہ اور شروع کے صفحے انجمن سے موصول نہیں ہوئے، اس لیے اشاعت میں تاخیر ہوئی ہے. بظاہر اس میں وہ مجبورِ محض ہیں. میں نے انھیں لکھا ہے کہ جو حصّہ چھپ چکا ہو وہ مجھے بھیج دیا جائے ۔

گنجینۂ غالب۔ میں حسبِ ارشاد مضامین کی کاپیاں دیکھ لوں گا۔ میں نے کسی خط میں اطلاع دی تھی کہ قادر نامۂ پر مضمون مجھے مل گیا ہے اور اگر آپ چاہیں تو حاضرِ خدمت کر سکتا ہوں۔ تیغ تیز پر بھی مضمون مکمّل کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن چندے انتظار کیجیے۔ آخر آپ کو ایسی جلدی کیا پڑی ہے۔

مطلوبہ کتب میں سے منفلوطی کی دونوں کتابیں الگ سے بھجوا رہا ہوں۔ بیروت کے مطبوعہ تینوں رسالے یہاں اسکندریہ میں نہیں ملے۔ دو چار روز میں قاہرہ جا رہا ہوں اگر وہاں سے مل گئے تو وہ بھی حاضر خدمت ہوں گے۔ دار المعارف کے یہاں البنۃ مکتبہ صادر (بیروت) کے شائع کردہ سلسلہ مناھل الادب العربی کے چند رسالے دیکھے۔ ان میں مختلف عربی شاعروں اور ناثروں کے مختارات ہیں۔ یعنی ان کی مصنفات کے مختصر انتخابات۔

کسی رسالے میں کوئی کام کی چیز نہیں نکلی۔ آج کل (فروری) میں سرور کے متعلق کچھ نہیں چھپا تھا۔ اطمینان رہے

زیادہ کیا لکھوں۔ آج کل ایک سرکاری کام سے بہت مصروف ہوں۔ ہماری حکومت عنقریب قاہرہ میں ایک تجارتی اور صناعی معرض یعنی نمائش کر رہی ہے اس کا سارا نظم و نسق میرے ذمّے ہے۔ اس لیے متواتر سفر میں رہتا ہوں۔ ایک ٹانگ یہاں اور ایک ٹانگ وہاں۔ بتائیے ان حالات میں کوئی کیا پڑھے اور کیا لکھے۔ جب یہ مئی کے وسط میں ختم ہو گی تو رختِ سفر بندھنے لگے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۲۹

اسکندریہ ۳۰، جون ۱۹۵۴ء

میرے بھائی۔

ایسی خاموشی بھی کیا کہ مہینوں یہ تک معلوم نہ ہو کہ آپ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

میں بھی اس دوران میں بہت پریشان رہا۔ اپریل رمئی میں حکومتِ ہند کی تجارتی نمائش کے انتظامات کے سلسلے میں قاہرہ رہا۔ مئی کے اواخر میں اطلاع ملی کہ والدہ صاحبہ کا انتقال ہوگیا۔ وہ ابھی پارسال ہی ہندوستان گئی تھیں۔ میری مرضی کے خلاف اور ضد کرکے۔ وطن کی مٹی انھیں بُلا رہی تھی۔ مئی کے وسط میں تین چار دن معمولی سا بخار آیا۔ اور وہ ہم سب کو داغِ مفارقت دے گئیں۔ زیادہ قلق اس سے ہوا کہ میں عنقریب خود ہندوستان جانے والا تھا۔ خدا کے کاموں میں دخل نہیں دیا جاسکتا۔ اسے یہی منظور تھا۔ نہ آخری دیدار نصیب ہوئے۔ نہ کوئی خدمت ہی بجالاسکا۔ اِنّا للّٰہِ واِنّا الیہِ راجعون۔ آپ سے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ہم سب یہاں سے یکم اگست کے لگ بھگ روانہ ہونے والے ہیں۔ انشا اللہ

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

اگر کہیں پروفیسر حمید[56] احمد خاں صاحب سے مُلاقات ہو تو ان سے کہیے۔

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کیا یہ ممکن ہے کہ ڈاک کے ٹکٹ جو اس خط پر لگے ہوئے ہیں اُنھیں نیچے کے کاغذ سمیت پھاڑ کر واپس بھیج دیں۔ شکریہ۔

۲۲

اسکندریہ ۱۱ستمبر ۱۹۵۴ء

مکرم بندہ!

۸ رستمبر کے گرامی نامے کا شکریہ۔ اس سے پہلے کے خط ضائع ہوگئے۔ وہی پتے کی غلطی کے باعث۔

یہاں کے کتب خانے میں جو چیز ہے یعنی جعفر بن احمد بن الحسین کا ارجوزہ فی نظائر القران۔

اس کی نقل کا انتظام کروں گا۔ یعنی خواہ اپنے ہاتھ سے کرنا پڑے یا مشین سے، ہر صورت میں یہ کام ہوجائے گا۔ انشا اللہ۔ بقیہ کتابوں کا انتظام یہاں سے محال ہے۔ آپ

ہندوستانی سفارت خانے کو بغداد اور انقرہ لکھیے بلکہ اگر ممکن ہو تو وہاں لنڈن میں ہندوستانی ہائی کمشنر کے دفتر سے ایک سفارشی خط حاصل کیجیے تو شاید یہ کام ہو جائے۔ مصیبت یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص ایسے کام میں ذاتی دلچسپی نہ لے، اس طرح کامیابی مشکل ہے۔

اگر آپ کی مطلوبہ کتب قاہرہ سے دستیاب ہو گئیں تو بھجوادی جائیں گی۔

دتاسی کی جملہ کتب میرے لیے خرید لیجیے۔ اگر میں ان کا ترجمہ نہ کر سکا، تو بھی ان سے استفادہ تو کروں گا ہی۔ یہ کیا کم ہے؟

بشرطِ خیریت میں اور دس پندرہ دن میں یہاں سے روانہ ہونے والا ہوں تاریخ ابھی تک مقرر نہیں ہوئی۔ اس لیے آپ فی الحال جواب اسی پتے پر لکھیے۔

آپ کے پچھلے خط سے کچھ تشویش کا اظہار ہوتا تھا۔ اس نئے انتظام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رفع ہو گیا ہے اور بحمدہ تعالےٰ آپ کے حسب خواہش سب معاملہ طے ہو گیا ہے۔ ثم الحمدللہ۔ والسلام والاکرام

خاکسار: مالک رام

قدوائی صاحب ابھی تک اسی نواح میں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ پہلے دمشق میں تھے اب بیروت میں ہیں ان کا پتا یہ ہے Mr. V.A. KIDWAI

INDIAN INFORMATION OFFICER BEIRUT (LABNON)

میری جگہ ایک مدراسی صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ بال کرشنا نام ہے۔

۲۳

۱۶ ستمبر ۱۹۵۴ء

میرے حضرت! ایک مختصر جواب آپ کے خط کا لکھ چکا ہوں۔ اس کے بعد دو تین چکر بلدیہ کے کتب خانے کے کاٹے۔ آپ کے دیے ہوئے دونوں حوالے ناقص ہیں۔ ان سے ارجوزہ نظائر القرآن کا پتا نہیں چلا۔ مہربانی کر کے خود ملاحظہ فرما کر پورا حوالہ لکھیے تاکہ تلاش میں وقت ضائع نہ ہو۔ یعنی بلدیہ کی کس فہرست کا نمبر ۲۰۰ ہے۔

اور براکلمان کا جو حوالہ (۱ / ۳۰۳ - ۴) آپ نے لکھا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔
میں انشاءاللہ یکم اکتوبر کو یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں اس لیے اگر جواب اس سے پہلے مجھے نہ ملا، تو میرے بعد کوئی اس کام کا کرنے والا یہاں نہیں ہوگا۔ والسلام والاکرام
خاکسار: مالک رام

۲۴

۱۷ / اکتوبر ۱۹۵۴ء

میرے بھائی!

آپ یہ کاغذ دیکھ رہے ہیں۔ یہ کارنتھیا جہاز پر سے لکھ رہا ہوں۔ پرسوں ۱۵ / اکتوبر کو اسکندریہ سے روانہ ہونے سے دو گھنٹے پہلے آپ کا ۷ / ماہ حال گرامی نامہ ملا۔ دوست احباب الوداع کہنے کو جمع ہو رہے تھے۔ اب فرمایئے تعمیل حکم کا کونسا محل تھا لیکن سچ مانیے کہ میں نے خود لائبریری میں جا کے پوری کوشش اس ارجوزے کے تلاش کرنے کی کی لیکن بے سود۔ اب صبر شکر کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

بہت اچھا ہوا کہ آپ کو رسائل الصابی اور کمال البلاغۃ دونوں وہاں سے دستیاب ہو گئیں۔ آئندہ اگر آپ کو کسی کتاب کی ضرورت ہو تو مندرجہ ذیل پتے پر لکھیے۔

الاستاذ محمد بسیونی آفندی	Mr. MOHAMED BASSYOUNI
۳۰ میدان عبدہ پاشا	30, MIDAN ABDU PASHA
بالعباسیۃ۔ بالقاہرہ (بمصر)	ABBASIA (CAIRO)

میں ان سے کہہ آیا ہوں وہ حتی الوسع آپ کی مطلوبہ کتب آپ کو مہیا کرتے رہیں گے اور مجھے حساب بھیج دیں گے۔ اس کا بعد میں دیکھا جائے گا۔ یا شاید وہ خود کسی کتاب کے لیے آپ کو لکھ دیں۔ اس صورت میں ادل بدل میں حساب بے باق ہو جائے گا۔ آپ نے جن کتابوں کی اس خط میں فرمائش کی ہے انھیں لکھ کے طلب کیجیے۔ وہ انگریزی جانتے ہیں اور عربی تو ان کی مادری زبان ہے ہی۔

علم دوست ہیں۔

دتا سی کی کتابیں دہلی اس لیے منگوا رہا ہوں کہ مجھے اندیشہ تھا کہ میری روانگی سے پہلے یہاں نہیں پہنچیں گی اور اگر بعد میں آئیں تو ان کے ضائع ہو جانے کا امکان تھا۔ میں انشاءاللہ نومبر کے پہلے ہفتے میں وہاں پہنچ جاؤں گا اور کتابیں وصول کر لوں گا۔ دام وہاں سے بھجوانا آسان ہوگا۔ آپ وہاں سے کیوں خرچ کریں۔ پہلے ہی ہاتھ تنگ ہے۔ جتنا خرچ بچ سکے، بہتر رہے گا۔ جو کتابیں میں نے بھیجی ہیں۔ ان کا حساب بھی دیکھا جائے گا۔ آٹھ دس پونڈ کی تو بات ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر دو سو پونڈ کا انتظام ہو جائے تو آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ یہ رقم تو کچھ ایسی بڑی نہیں لیکن فی الحال مجھے کوئی ایسی صورت نہیں سوجھی کہ کس ذریعے سے آپ کو بھجواؤں۔ بہرحال آپ اس پہلو سے مطمئن ہو جائیں۔ انشاءاللہ اس کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ میں اگلے خط میں آپ کو زیادہ تفصیل سے لکھوں گا۔ یہ فرمائیے کہ کیا پوری رقم یکمشت درکار ہوگی یا اسے بالاقساط بھی بھیج سکتا ہوں۔ جس طرح حکم ہوگا۔ اس کی تعمیل کی کوشش کروں گا۔

عرشی صاحب غالباً رام پور ہی میں ہوں گے۔ بہت دن سے مجھے بھی کوئی اطلاع نہیں ملی لیکن ادھر پچھلے ہی ماہ سے یعنی جب سے میری روانگی کا فیصلہ ہوا ہے میں نے خود بھی کسی کو خط نہیں لکھا۔ جیسا کہ لکھ چکا ہوں۔ ۵، نومبر کے لگ بھگ دہلی پہنچوں گا۔ انشاءاللہ وہاں کا پتا یہ رہے گا۔

c/o Dr. BHARDWAJ
28, BARA KHAMBA ROAD
NEW DELHI.

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۲۵

نئی دہلی ۲۱ر نومبر ۱۹۵۴ء

صدیقی العزیز۔ ۱۱، نومبر کے گرامی نامے کا شکریہ۔

آپ نے موصل کے نسخوں کے لیے قدوائی صاحب کو جو لکھا ہے۔ وہ اتنا مفید نہیں ہوگا۔ ایک تو وہ بزرگوار بہت سہل انگار ہیں۔ دوسرے عراق ان کے حلقے سے باہر ہے۔ اس کام کے لیے برکات احمد صاحب ہی زیادہ موزوں ہیں آپ انھیں لکھیے اور ضروری تاکید کیجیے کہ جلد یہ کام کروا دیں۔ مصر کے کام کے لیے بسیونی صاحب ہر طرح کی خدمت کرنے کو تیار ہیں۔ وہ ذرا مصروف قسم کے انسان ہیں لیکن میرا وہ کام کرنے میں بالعموم چستی کا اظہار کرتے رہے ہیں اور آپ کا کام میرا ہی کام ہے۔

یہاں کے ریڈیو سے مطلوبہ فیچر کا سراغ نکالنے کی کوشش کروں گا۔ آج کل ساغر نظامی یہاں تعینات ہیں۔ اگرچہ وہ بھی شاعر قسم کے لوگوں میں سے ہیں۔ لیکن بہ نسبت بیشتر اس طبقے کے دوسرے لوگوں کے زیادہ کاروباری سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ ان سے مل کر بات کروں گا اور نتیجے سے مطلع کروں گا۔

کل بریل والوں کا خط ملا۔ اس میں بل ملفوف ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کتابیں نہیں بھیجی ہیں اور وہ قیمت پیشگی چاہتے ہیں۔ وہی بات ہوئی جو آپ نے لکھی تھی کہ انھیں اندیشہ ہے کہ بعد میں یہ رقم کون ادا کرے گا۔ اب مشکل یہ ہے کہ جب تک کتابیں یہاں نہ پہنچیں، میں ان کی قیمت نہیں بھیج سکتا۔ اس لیے اب آپ ہی تکلیف کیجیے۔ بل ایک سو اسّی گلڈرز کا ہے یہ انھیں ادا کر دیجیے اور کتابیں بھجوا دیجیے۔ (ان کے خط کا نمبر ۳۰۲۲ . ۵۴ / R/VDH ہے اور تاریخ ۱۲ / نومبر۔

سرور کا کلام جلد درکار ہوگا۔ تلامذۂ غالب، پروفیسر نجیب اشرف ندوی نے اپنی انجمن کے لیے مانگ لیا ہے۔ ان کی سرکاری گرانٹ خطرے میں ہے۔ دو برس سے انھوں نے کوئی کتاب شائع نہیں کی۔ انھوں نے کچھ ایسے انداز میں بات کی کہ میں انکار نہ کر سکا۔ مجھے تو کوئی یافت نہیں ہوگی لیکن ان کا کام نکل جائے گا۔ البتہ یہ وعدہ میں نے لے لیا کہ کتابت یہاں اپنے سامنے کراؤں گا وہ چاہیں تو بمبئی میں چھپوا لیں۔ ذکرِ غالب کا تیسرا ایڈیشن خدا چاہے تو دسمبر کے اندر اندر شائع ہو جائے۔ پروف پڑھ کے پریس کے حوالے کر چکا ہوں۔

میں آسانی سے مطلوبہ رقم مہیا کر دوں گا۔ پوری رقم یک مشت بھی آپ کے حساب میں جمع کی جا سکتی ہے اور بالاقساط بھی ادا ہو سکتی ہے۔ یہاں سے نہیں بھیجی جائے گی اور فی الواقع یہ ہے بھی محال۔ بغداد سے یہ رقم آپ کو پہنچے گی۔ ان کا حساب لنڈن میں ہے وہ آپ کے نام چیک بھی بھیج سکتے ہیں اور چاہیں تو اپنے بنک کو لکھ دیں کہ اتنی رقم آپ کے حساب میں منتقل کر دی جائے۔ آپ کا حساب کس نام سے ہے؟ کتنی کتنی رقم کب کب درکار ہو گی؟ یا یک مشت؟ تفصیل سے لکھیئے تاکہ میں انھیں ضروری ہدایات دے سکوں۔ رہی واپسی، تو بھائی، یہ کوئی ایسی بڑی رقم نہیں جس کا خیال ہو۔ چاہیں تو واپس کریں، نہ چاہیں تو نہ کریں۔ بڑی بات یہ ہے کہ آپ کو اطمینان ہو گیا اور آپ کا کام نہیں رکے گا، الحمدللہ۔ لیجیے آپ کے خط کا جواب ختم ہو گیا۔

میں ابھی کل ہی رام پور اور لکھنؤ کے سفر سے واپس آیا ہوں۔ عرشی صاحب آج کل سفیانؔ ثوری کی تفسیر کی اشاعت کی فکر میں ہیں شرف الدین وا ولادہ سے گفت و شنید ہو رہی ہے۔ نیاز صاحب نے مجھ سے وعدہ لے لیا ہے کہ اب بیدل پر کام کروں گا۔ میں نے بھی خیال کیا کہ غالب پر تو کچھ کام اب کرنے کا رہا نہیں۔ ان کا مشورہ قبول کر لیا۔ کم از کم دو سال لگیں گے بشرطیکہ ہندوستان میں رہنے کا موقع مل گیا اور لکھتا (مگر) کاغذ ختم ہو گیا۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۲۶

۱۲ر دسمبر ۱۹۵۴ء

گرامی عزیز!

۲۶ر نومبر کے نوازش نامے کا جواب تاخیر سے دے رہا ہوں۔ پچھلے دنوں ایک ناگہانی حادثے میں سر پر سخت چوٹ آ گئی تھی۔ ہفتہ عشرہ صاحبِ فراش رہا الحمدللہ کہ خیر گزری اور اتنے ہی پر ٹل گئی۔ کل بستر سے اٹھا ہوں ثم الحمدللہ۔

"تلامذۂ غالب کے سلسلے میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ پہلے سے میرے مدِّ نظر ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ پروفیسر ندوی صاحب کہاں تک اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ میں خود بھی کتابوں کی قیمتیں زیادہ رکھنے کے حق میں نہیں اور اگر کتاب اسی طرح شائع ہو، جیسا میرے ذہن میں ہے تو قیمت کے بڑھ جانے کا احتمال قوی ہے۔ بہرحال جونہی کتابوں کے صندوق بمبئی سے پہنچتے ہیں۔ چاروں قسطوں کے اوراق آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ تاکہ آپ جو مشورہ دینا چاہیں، آسانی سے دے سکیں۔ نیّرِ رخشاں کا جو دیوان ان کے صاحبزادے احمد سعید خاں طالب نے جلوۂ صحیفہ زریں کے نام سے چھاپا ہے وہی میرے پاس ہے۔ اگر آپ کو کوئی نئی غزل دستیاب ہوئی ہے تو ضرور بھیجیے۔ سرور کا کلام بھی درکار ہے۔ یہاں عرشؔ صاحب کے پاس میں نے وہ تصویریں دیکھی ہیں، جو آپ چھوڑ گئے تھے۔ یہ آئندہ فروری میں چھپ رہی ہیں۔ انھیں آپ کے مضمون کا انتظار ہے۔ ساغرؔ صاحب سے مضمون لے کر متعاقب بھیج رہا ہوں۔ اطمینان رہے۔

دو سو پچیس پونڈ عنقریب آپ کے حساب میں جمع کرا دیے جائیں گے۔ یہ پچیس زیادہ اس لیے کہ آپ کو میرے لیے کتابوں پر کچھ خرچ کرنا پڑے گا۔ حساب بعد میں دیکھا جائے گا۔ آپ کو وہاں خرچ کی تنگی نہیں ہونا چاہیے۔ اسی لیے زیادہ بھجوا رہا ہوں۔

اُمید ہے آپ نے بریل والوں کو دام ادا کر دیے ہوں گے اور دتاسی کی مطبوعات روانہ ہو گئی ہوں گی۔ ایک کام اور کیجیے۔ ونسنک کی مرتّب کردہ فہرست الفاظ احادیث (ٹھیک نام مجھے معلوم نہیں) غالباً بریل والے ہی شائع کر رہے ہیں۔ اس کے جتنے حصے چھپ چکے ہیں۔ وہ بھی بھجوا دیجیے۔ اگر کوئی اور ادارہ چھاپ رہا ہے تو ان سے کہہ کے بھجوایئے اور آئندہ کے لیے پختہ انتظام کر ڈالیے جو دام ہوں وہ ادا کیجیے۔

افکارِ غالب کا کام کھٹائی میں پڑا ہے۔ یعنی ۴۴۳ صفحے چھپے پڑے ہیں

صرف قاضی عبدالودود صاحب کے مضمون غالب بحیثیت محقق " کا انتظار ہے
وہ آج آتا ہے نہ کل۔ آخر جتنی کتاب چھپ چکی تھی وہ انجمن نے علی گڑھ منگوالی ہے
خدا معلوم ان کا کیا ارادہ ہے۔

میں پچھلے مہینے ایک کام سے علی گڑھ گیا تھا۔ قاضی عبدالغفار[۶۳] صاحب سے بھی
ملا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گنجینۂ غالب کے مضامین ان کے پاس نہیں
اور نہ انھیں معلوم ہے کہ یہ کہاں ہیں، اگر آپ کچھ بتائیں تو میں ان کی کتابت وغیرہ
کا انتظام کروں۔

ذکرِ غالب آخری مرحلوں پر ہے یعنی چھپائی شروع ہوگئی ہے۔ اب کے میں
نے فہرستِ مضامین کا اضافہ کیا ہے۔ اشاریہ بھی مرتّب کر رہا ہوں۔ ارادہ یہ ہے کہ
اب جب تک کوئی خاص بات نہ ہو آئندہ اس کتاب میں ردّ و بدل نہ کروں۔
اسی لیے یہ سب اضافے کر رہا ہوں۔ کتاب اب کے ان شاء اللہ کتابت کی غلطیوں سے
پاک ہوگی۔ یوں بے عیب ذات اللہ تعالےٰ کی ہے۔ یہ دعویٰ تو نہیں کیا جاسکتا
کہ کوئی نقص نہیں رہ گیا لیکن اپنی سی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا
والسلام علیکم ورحمۃ و برکاتہٗ

خاکسار : مالک رام

ایک ضروری بات تو بھول ہی گیا۔ امام احمد حنبلؒ والا مضمون ضرور بھجوایئے میں
کوشش کروں گا، کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کروں ان شاء اللہ۔ والسلام

۲۷

نئی دہلی ۵, مئی ۱۹۵۵ء

برادرِ عزیز۔ ۳۰, اپریل کے گرامی نامے کا شکریہ۔
رشک آتا ہے آپ پر کہ کیا کیا مواقع ملے ہیں آپ کو کام کے لیکن تاہم شکر ہے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب کس سے کیا ستم و جورِ ناخدا کہیے
مہر صاحب[۶۴] نے خطوطِ غالب چھاپ کر جو ستیاناس ــــــ غالب

کے خطوں کا کیا وہ تو ظاہر ہی ہے مجھے تو افسوس ہے کہ انھوں نے کتاب کا یہ نام رکھ کر مہیشؔ پرشاد مرحوم پر بھی ظلم کیا۔ انھیں خوب معلوم تھا کہ اس مرحوم کا مرتّبہ مجموعہ اسی نام سے موجود ہے اور دوسری جلد بھی دیر سویر ضرور شائع ہوگی۔ مہرؔ سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

عیار الشعرا اور تذکرہ سرور کی ضخامت کیا ہے اور ان کے مائکرو فلم یا فوٹو اسٹیٹ لینے میں کیا خرچ آئے گا؟ یہ لکھیے تو کچھ پوچھ گچھ کروں۔

مزید ساٹھ پونڈ کا چک لف ہذا ہے۔ اس کی رسید بھیجیے گا۔ یہ بھی بغداد سے ملا ہے چوں کہ انھیں آپ کا ڈاک کا پتا معلوم نہیں تھا اس لیے مجھے بھیج دیا۔ اب انھیں لکھ رہا ہوں تاکہ وہ آئندہ آپ سے براہِ راست خط و کتابت کر سکیں۔ میں نے جو ایک ہزار یہاں سے بھیجنے کا لکھا تھا تو مدعا یہ تھا کہ ممکن ہے بغداد سے مبلغات کے پہنچنے میں تاخیر کے باعث آپ کو تکلیف ہو رہی ہو۔ بہر حال ابھی تو آپ کو فوری ضرورت نہیں بعد میں دیکھا جائے گا۔ لیکن اگر آپ وہاں کے قیام میں مزید ایک سال کی توسیع ضروری خیال کرتے ہوں تو ضرور کوشش کیجیے۔ پھر نکلنا اور وسائل کا مہیّا ہونا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، سامان بھی اللہ تعالیٰ کچھ کر ہی دے گا۔ میں بغداد سے کچھ بھجوانے کی کوشش کروں گا۔ میں ایک بات لکھ دوں کہ محض روپیہ کی کمی کے باعث آپ کے کام میں حرج نہیں ہونا چاہیے۔

گنجینہ کے مسوّدات کا اللہ مالک ہے۔ آزاد کتاب گھر والوں سے قاضی صاحب نے منگوا لیے۔ قاضی صاحب یہاں دہلی میں ہسپتال میں سخت بیمار پڑے ہیں۔ میں نے بعض دوستوں سے سنا ہے۔ خود ابھی تک عیادت کو نہیں جا سکا۔ آج کل میں وقت نکال کر جاؤں گا۔

مرکزی دفتر کے جن بحر العلوم کا آپ نے ذکر کیا ہے اب میں کیسے کہوں کہ مسوّدے اب تک ان کے ہتھے نہیں چڑھ چکے ہیں

افکار کے جتنے فرمے چھپ چکے ہیں، وہ میں نے مکتبۂ جامعہ سے لے لیے تھے ان

کے نزدیک تو صرف قاضی عبدالودود صاحب کے مضمون کی کسر باقی تھی۔ باقی سب کے سب چھپے ہوئے فرمے، بے سلے، قاضی صاحب نے علی گڑھ منگوا لیے تھے۔ اگر قاضی صاحب سے کوئی نیکی بدی ہوگئی تو مجھے یہ کتاب آپ کی واپسی سے پہلے چھپتی نظر نہیں آتی۔ میں غالباً اس مہینے کے آخر تک ایک دن کے لیے علی گڑھ جاؤں گا وہاں سے پتا نکالوں گا۔ انشاءاللہ۔

حلیۃ الابرار[۹۶] کے مجوزہ حصے کا مائکروفلم کرائیں یا فوٹو اسٹیٹ میں نہیں جانتا جو سستا ہو اور بہتر ہو کر ڈالیے۔ عکس ہی غالباً بہتر رہے گا۔ دیکھیے صاحب کاغذ ختم ہوگیا اور دفتر کے لوگ بھی آنا شروع ہوگئے۔ والسلام والاکرام

خاکسار: مالک رام

۲۸

۲۰ر جون ۱۹۵۵ء

برادرِ مکرم!

۲ر جون کے خط کا شکریہ۔ جواب میں تاخیر کے لیے معذرت قبول فرمایئے۔ جس کی وجہ دفتری جھمیلوں میں مشغولیت ہے۔ لیکن اب ان کی شکایت بے کار ہے کہ شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن۔

بغداد والے صاحب کے حسنِ کارکردگی پر تو کسی قسم کا شبہ نہیں تھا۔ مجھے اندیشہ اس بات کا تھا کہ کسی ناگزیر مانع کے باعث تاخیر نہ ہو جائے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ سارا معاملہ خوش اسلوبی سے مکمل ہوگیا۔ اب آپ اطمینان سے اپنا کام جاری رکھیئے۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ محض پیسے کی کمی کی وجہ سے آپ کی تعلیم اور دوسری علمی سرگرمیوں میں حرج واقع نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی اور خدمت میرے لائق ہو، تو مطلع فرمایئے گا۔ انشاءاللہ تعمیل حکم کرنے کی کوشش کروں گا۔

قاضی صاحب کا اپریشن ہوا اور خدا کا لاکھ شکر ہے کہ کامیاب رہا۔ ورنہ

یہ حقیقت ہے کہ ان کی حالت کے پیشِ نظر مجھے اندیشہ تھا اور سو سو بُرے خیالات ذہن میں آتے ہیں۔ دو تین دن ہوئے ان سے ملنے کے لیے گیا تھا وہ کل منصوری پہاڑ پر تشریف لے گئے۔ یہاں گرمی اس بلا کی پڑ رہی ہے کہ توبہ ہی بھلی وہاں انھیں آرام و سکون بھی میسر آئے گا اور گرمی سے بھی نجات ملے گی۔ ان کا خیال تھا کہ کم از کم ایک مہینہ وہاں رہوں گا۔ ان کا پتا ہے کلیسا، مال روڈ مسوری MASURIE (یو پی) چاہیں تو انھیں خط لکھیں۔ مزاج پرسی کیجیے۔ صحت کے لیے دعا کیجیے۔

گنجینہ سے متعلق علی گڑھ جائے بغیر کچھ معلوم کرنا محال اور اس گرمی میں وہاں جانا ہفت خواں طے کرنے سے کم نہیں۔ میں صبح نو بجے گھر سے یہاں تک آنے میں مشکل محسوس کرتا ہوں۔ علی گڑھ جانا تو بہت دور کی بات ہے۔ دیکھیے ذرا صبر کیجیے خدا کوئی سبیل پیدا کرے گا۔ وہ جامعہ کے حضرت دل شاہجہانپوری کوئی سال بھر ہوا، خدا کو پیارے ہو گئے۔ اب کام کے کرتا دھرتا تاباںؔ صاحب ہیں۔ جنھیں کچھ معلوم نہیں کہ کونسا مسوّدہ تھا اور کس نے کتابت کرائی تھی۔ بہرحال میں نے ان سے کہا تو ہے کہ کھوج نکالیے۔ اگرچہ مایوس تو نہیں لیکن مجھے امید کم ہے۔ مکتبہ کی عام انتظامی حالت، حامدؔ صاحب کی نگرانی اور محنت کے باوجود تسلّی بخش نہیں (اور میں تاباںؔ صاحب کی مستعدی کا بھی کچھ ایسا قائل نہیں)

تلامذۂ پر نظرِ ثانی کا کام الحمدللہ کہ مکمّل ہو گیا۔ مسوّدہ آج کل میں بمبئی پروفیسر ندوی صاحب کی خدمت میں بھیجنے والا ہوں وہ اسے اشاعتی کمیٹی کے سامنے پیش کریں گے۔ جن کی اجازت چھاپنے کے لیے ضروری ہے۔ دیکھیے وہ حضرات کیا کہتے ہیں۔

اردو ادب کی دو اشاعتیں بیک وقت منظرِ عام پر آئیں انہی میں سے ایک میں شعرائے فرخ آباد[۹۸] کا تذکرہ بھی ہے۔ عرشؔ صاحب کو آپ کا سلام اور شکایت دونوں پہنچا دیے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ (۱) عیار الشعرا، (۲) تذکرۂ سرور اور (۳) تذکرہ نجراتی لال تینوں

کی نقل پر کوئی ایک ہزار خرچ آئے گا۔ اگر صورت یہ ہے کہ یہ تینوں نذر کرے اتنی رقم بس مل جائیں تو میرے لیے لے لیجیے۔ اشاعت وغیرہ کا بعد میں دیکھا جائے گا۔ کتابوں کی نکاسی اور مالی حالت کا جو حال ہے، اس کے پیشِ نظر یہ امید رکھنا کہ انجمن ترقی اردو یا انجمنِ اسلام بمبئی ان کے چھاپنے کی ہامی بھرے گی، خیال محال ہے۔ آپ بہر حال کتابیں لے آیئے۔ بقیہ مراحل کا بعد میں فیصلہ کریں گے۔ اس کے لیے روپے بھی حسب سابق بھجوانے کی تدبیر کروں گا۔ لیکن پہلے آپ لکھیے کہ معاملہ طے ہو گیا۔

وہاں افکارِ غالب کے مقدمے کے لیے عنقریب ایک مختصر تحریر (صفحہ، ڈیڑھ صفحہ) لکھ کے بھیج دوں گا۔ لیکن آپ کو اس کی عجلت کیا ہے۔ ابھی تک قاضی عبدالودود صاحب کا مضمون تو چھپا نہیں۔ والسلام والاکرام

خاکسار : مالک رام

۲۹

۱۵ ستمبر ۱۹۵۵ء

بھائی! کل شام دفتر سے واپسی پر آپ کا دوسرا خط ملا۔ میں کتنے دن سے آپ کو خط لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ لیکن کیا کہوں کہ کیا حالت ہے۔ بس ایک دفتر کا ہو کر رہ گیا ہوں۔ آپ یہاں ہوں اور میرا پروگرام دیکھیں، تو یقیناً مجھ پر رحم کریں۔ جب خود مجھے اپنے آپ پر رحم آرہا ہے تو دوسروں کو کیوں نہ آئے گا۔ شاد باید زیستن، نا شاد باید زیستن۔ اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ۔

ابھی ابھی میں نے چند سطر کا دیباچہ لکھا ہے اسے دیکھ لیجیے۔ اس میں حذف و اضافہ کر لیجیے یا پھر نیا لکھ ڈالیے۔ اور کوئی بات ذہن میں آئی نہیں۔ احوالِ غالب کے ساتھ آپ نے خدا معلوم کیا لکھا تھا۔ کتاب اس وقت سامنے نہیں بہر حال اسے جلد بھیج دیجیے گا۔

آپ کو معلوم نہیں ہو گا۔ لاہور سے خلیفہ عبدالحکیم[۴۹] صاحب نے افکارِ غالب کے

نام سے ایک کتاب لکھی ہے میں نے ابھی تک دیکھی نہیں لیکن بہر حال اب یہ نام آپ رکھ نہیں سکتے۔ اس لیے میں نے نقدِ غالب تجویز کیا ہے۔ دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک۔ 'مطالعۂ غالب' اثر لکھنوی نے ہتھیا لیا۔ افکارِ غالب' ڈاکٹر عبدالحکیم نے۔ خدا معلوم جب تک گنجینۂ غالب شائع ہو۔ کون کون اور اس میدان پر حملہ کریگا۔

میں پرسوں قاضی عبدالغفار صاحب سے ملا تھا۔ وہ دو دن کے لیے یہاں تشریف لائے تھے۔ مجھے ٹیلیفون پر بُلایا تھا، اس لیے ان سے مولانا آزاد کی کوٹھی پر ملنے گیا۔ گھنٹہ بھر باتیں ہوا کیں۔ انجمن کے حالات بہت خراب بلکہ تشویش ناک ہیں وہ اسی سلسلے میں آئے تھے۔ ڈاکٹر ذاکر صاحب نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا ہے اور اب کوئی نیا معقول صدر ملتا نہیں۔ خیال فرمائیے کہ اس بھرے مُلک میں کوئی آدمی انجمن کی صدارت کے لیے میّسر نہیں آسکتا۔ وائے بر ما و بر حالِ ما۔

تو خیر۔ نقدِ غالب کا کام ختم ہو رہا ہے۔ قاضی عبدالودود صاحب نے اپنا چھپا ہوا مضمون رد کر دیا تھا۔ خیال فرمائیے کہ ۲۰۰ صفحات کا مضمون، اس کی کتابت اور طباعت کے تمام مراحل طے ہو چکے تھے۔ گویا نئے سرے سے ایک پوری کتاب چھاپنی پڑی۔ قاضی عبدالغفار صاحب نے مجھ سے کہا کہ اب کے پروف آپ دیکھ لیجیے۔ (وہ بجا طور پر ڈرتے ہیں۔ کہ اگر پروف دوبارہ ان کے پاس گئے تو تاخیر سے قطع نظر، خدا معلوم وہ کیا فیل لائیں) میں نے آپ کی خاطر سے یہ فرض اپنے ذمّے لے لیا ہے۔ مکتبۂ جامعہ نئی دہلی پر کام کر رہا ہے۔ کل ان سے ٹیلیفون پر کہنے کا ارادہ ہے لیکن کام میں بھول گیا آج کہہ دوں گا کہ پروف میرے پاس بھیج دیں۔

میں نے قاضی صاحب سے کہا تھا کہ کتاب کا نام نقدِ غالب ہونا چاہیے۔ وہ مان گئے تھے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس سے بہتر نام ہو بھی نہیں سکتا۔

میں نے بغداد خط لکھ دیا ہے ان تینوں کتابوں کے دام ۴۵ پونڈ (اگرچہ اب کے آپ نے ۵۳ لکھے ہیں) آپ کو مل جائیں گے۔ ممکن ہے اس میں کچھ تاخیر ہو جائے لیکن مطمئن رہیے۔ لیڈن سے امام احمد حنبل' والے عکس مل گئے شکریہ۔

اب آخر میں ایک بُری خبر۔ گنجینۂ غالب کے مسودّے غائب ہیں۔ کم از کم ان کا ابھی تک سُراغ نہیں ملا۔ آزاد کتاب گھر والوں نے میرے پوچھنے پر مجھے بتایا تھا کہ قاضی صاحب کالونی پر ہاتھ رکھتے ہیں کہ حاشا مجھے کبھی نہیں دیے گئے۔ وہ بھی اس اندیشے کا اظہار کر رہے تھے کہ اگر مسوّدے آپ کے بحر العلوم کے ہاتھ پڑ گئے تو خدا معلوم ان کا کیا حشر ہو۔ میں انشاءاللہ اس اتوار کو احمد صاحب (مالک آزاد کتاب گھر) سے ملوں گا اور دوبارہ کھوج لگانے کی کوشش کروں گا۔

مدّت ہوئی، ہماری منقار زیر پر ہے، کے مصداق لکھنے بلکہ پڑھنے کا کام بھی میں نے آخرت پر ملتوی کر دیا ہے کیوں کہ اب اس زندگی میں تو اس کی فرصت ملتی نظر نہیں آتی۔

تلامذۂ غالب کا مسوّدہ کوئی دو مہینے ہوئے بمبئی بھیجا تھا اس کے بعد صدائے برنخاست۔ میری ذہنی کیفیت جو ہے اس کے پیشِ نظر میں نے بھی ان سے نہیں پوچھا۔ اور مجھے کچھ ایسی فکر بھی اس کی اشاعت کی نہیں۔ انھوں نے کتاب مانگی میں نے ان کے حوالے کر دی۔ اب وہ جانیں اور ان کا کام۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

آپ کی مُرسلہ انگریزی کتاب موصول ہو گئی تھی۔ بالاستیعاب پڑھنے کا موقع تو ملا نہیں۔ اِدھر اُدھر سے چند صفحے دیکھے دلچسپ معلوم ہوئی۔ زحمت کا شکریہ۔

۳۰

۲۹ر فروری ۱۹۵۶ء

مکرمی۔ بہت دن سے گرامی نامہ مل چکا ہے۔ میں کچھ بیمار رہا ہوں، اس لیے جواب جلد نہ دے سکا۔ یہ بھی خیال تھا کہ اگر کتابیں موصول ہو جائیں تو ان کی رسید بھی لکھ دوں۔ لیکن آج تک کتابیں نہیں ملیں۔ اس سے کچھ تشویش ہو رہی ہے۔ کیوں کہ انھیں وہاں سے روانہ ہوئے مہینا بھر ہو گیا ہے اور اتنی مدّت میں یہ پہنچ جانا چاہیے تھیں۔

طارق سلمہ کو ہر مہینے مبلغات بالالتزام بھیج رہا ہوں۔ اطمینان رہے۔ مارچ کی رقم بھی اگلے ہفتے بھیج دوں گا۔ انشاالله

قاضی صاحب بھی چل بسے۔ انجمن کا حال پہلے ہی کونسا اچھا تھا، لیکن ان کی وفات نے تو کمر توڑ کے رکھ دی ہے۔ آل احمد سرور صاحب فی الحال عارضی طور پر کام کر رہے ہیں۔ دیکھیے ارباب حل و عقد کیا مستقل انتظام کرتے ہیں۔ لیکن صاحب آثار برے ہیں، خدا خیر کرے۔

نقدِ غالب ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ میں جنوری میں وہاں گیا تھا خیال تھا کہ عنقریب سب کام ہو جائے گا۔ لیکن دس دن بعد قاضی صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ خدا معلوم اس کے بعد وہ کیا کر رہے ہیں۔ بہر حال ۹ تاریخ کو پھر جا رہا ہوں۔ دریافت کروں گا۔

میں نے لکھا ہے "قاضی صاحب بھی چل بسے"۔ یہ بھی ذرا وضاحت طلب ہے۔ پارسال کون کون سے حضرات ہم سے بچھڑ گئے۔

سعادت حسن منٹو، چراغ حسن حسرت، خواجہ حسن نظامی، اقبال سہیل بیخود دہلوی، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی، اسلم جیراجپوری، مجاز، قاضی عبدالغفار علی منظور حیدر آبادی، یگانہ لکھنوی، مخمور دہلوی، بلا مبالغہ موت نے اردو کا گھر تاک لیا ہے۔ میں نے صرف ان کے نام لیے ہیں جن سے مجھے تھوڑا بہت تعلق تھا۔ ورنہ یہ فہرست خاصی لمبی ہے۔ میں تو جوش ملیح آبادی کو بھی اسی فہرست میں گنتا ہوں کیوں کہ وہ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ بفضلہ تعالےٰ عنقریب واپس آ رہے ہیں۔ خدائے کریم آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے کہ علم و ادب، اور ملک و ملت، کی آپ سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ آمین!

میرا تبادلہ فی الحال رک گیا بلکہ میں دھرنا دے کر گھر پر بیٹھ گیا۔ یکم دسمبر سے رخصت پر ہوں، لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ بہر حال آپ کے آنے

تک انشاءاللہ بس ہوں۔ تلامذۂ غالب کا مسودہ بمبئی سے واپس منگوالیا۔ اب انشاءاللہ قاضی معز الدین احمد صاحب (آزاد کتاب گھر) اسے شائع کریں گے۔ کتابت ہفتے عشرے میں شروع ہوگی۔ یونہی آٹھ دس مہینے ضائع کر دیئے۔ بہرحال کوئی تشویش کا مقام نہیں۔

والسلام والاکرام

خاکسار: مالک رام

حواشی

لہ پروفیسر مختار الدین احمد ۱۹۴۹ء میں علی گڑھ سے ایم۔ اے فائنل کر رہے تھے، جس کے لیے انھیں ایک مقالہ پانچویں صدی ہجری کے ایک شامی مصنف و شاعر اسامہ بن منقذ الشیزدی تحریر کرنا تھا۔ اس کی ایک کتاب ''البدیع فی نقد الشعر'' کا ایک نسخہ اسکندریہ کے کتاب خانے میں موجود تھا۔ اس کتاب کے بارے میں معلومات اور اس کا عکس حاصل کرنے کے لیے انھوں نے مالک رام صاحب کو لکھا تھا۔

۲ہ مالک رام صاحب کا یہ مضمون مرزا غالب: حالات، آداب اور فضائل کے عنوان سے تھا جو علی گڑھ میگزین غالب نمبر ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا اور پھر یہ مضمون نظر ثانی کے بعد 'احوالِ غالب' میں شائع ہوا۔

۳ہ پرچہ سے مراد ہے، غالب نمبر، علی گڑھ میگزین۔

۴ہ مکتوب نگار غالب کے شاگردوں پر ایک تفصیلی مضمون لکھ رہے تھے۔ اسی مقصد کے لیے انھیں شعرائے اردو کے ان اہم تذکروں کی فہرست درکار تھی، جو مطبوعہ یا مخطوطات کی شکل میں کہیں محفوظ ہیں۔

۵ہ مکتوب نگار 'تلامذۂ غالب' کو ترتیب دے رہے تھے۔ لیکن کتابی شکل میں چھپنے سے پہلے یہ رسالہ اردو ادب میں کئی قسطوں میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ترمیم و اضافے کے ساتھ کتابی شکل میں چھپا۔ پہلا اڈیشن ۱۹۵۸ء میں نکودر (پنجاب) سے اور دوسرا اڈیشن ۱۹۸۴ء میں مکتبہ جامعہ دہلی سے شائع ہوا۔

۶ہ سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ یہ شیفتہ کے اخلاف میں تھے۔

۷ہ غالب کے یہ نادر خطوط، قاضی عبدالودود نے مرتّب کیے اور مکتوب الیہ نے 'آثارِ غالب' کے عنوان سے علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر میں بطور ضمیمہ شائع کیے۔

۸ہ وکٹوریہ میوزیم کلکتہ سے حاصل کی گئیں یہ تصویریں 'تلامذہ غالب' میں شائع ہوئیں۔

۹ے مطبوعہ خط میں شاعر لکھا ہے، جو غلط ہے۔ یہ لفظ مشاعرہ ہے۔ متن میں اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔
۱۰ے علی گڑھ میگزین، غالب نمبر ۴۸-۱۹۴۹ء۔

۱۱ے مطبوعہ خط میں کہیے کتابت کی غلطی ہے۔ یہ لفظ کیجیے ہونا چاہیے۔ متن میں اس کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

۱۲ے آفاق دہلوی صاحب نے نادراتِ غالب میں ضمناً غالب کے کچھ تلامذہ کا ذکر کیا تھا۔ ان کا اصل مقصد منشی حقیر بخش کے نام غالب کے خطوط کی اشاعت تھی۔

۱۳ے تلامذۂ مصحفی، رسالہ نگار لکھنؤ میں کئی قسطوں میں شائع ہوا۔

۱۴ے ڈاکٹر عبدالستّار صدیقی (الہ آباد) نے لطائف غیبی مرتّب کی تھی۔

۱۵ے شاکر میرٹھی، ماسٹر پیارے لال، تلمیذ شوکت میرٹھی۔ ولادت ۱۳ مارچ ۱۸۸۰ء، وفات ۲۵ فروری ۱۹۵۶ء، نئی دلی۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۶ے رسا سے مراد ہے۔ سید محمد اسماعیل رسا ہمدانی۔ انھوں نے نادراتِ غالب کے نام سے کتاب مرتّب کی تھی اور اس کو ماسٹر پیارے لال میرٹھی نے لکھنؤ سے ۱۹۳۹ء میں شائع کیا۔

۱۷ے مکتوب نگار کا مضمون علی گڑھ میگزین غالب نمبر میں شائع ہوا۔

۱۸ے 'حمور بی اور بابلی تہذیب و تمدن'، مکتوب نگار نے حمور بی کے قانون کا اردو ترجمہ کیا پہلے یہ مضمون تماہی اردو کراچی میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اس موضوع پر متعدد مضامین لکھے، جو 'تاریخ و سیاسیات' میں شائع ہوئے۔ اور پھر ان مضامین کو ۱۹۹۲ء میں کتابی شکل میں 'حمورابی اور بابلی تہذیب و تمدن کے نام سے شائع کیا۔

۱۹ے غالباً عبدالوحید خاں مراد ہیں، جو صدر یار جنگ کے برادرِ نسبتی تھے اور ایک عرصے تک حبیب منزل علی گڑھ میں مقیم رہے۔

۲۰ے مالک رام صاحب کا مضمون جو رسالہ نگار میں چھپا تھا' بعد میں فسانۂ غالب میں شامل کیا گیا۔

۲۱ے قتیل کے وطن پر مکتوب الیہ کا ایک مضمون 'نگار' میں چھپا تھا۔ اس کے بعد نظر ثانی اور اضافے کے ساتھ بعنوان قتیل دہلوی یا فرید آبادی 'نقوش لاہور کے ادب عالیہ نمبر میں چھپا۔

۲۲ے خواجہ فخرالدین حسین سخن کا دیوان تو بہت پہلے مطبع نول کشور سے ۱۸۸۶ء میں چھپا تھا۔ مکتوب نگار کی مراد غالباً شاہ باقر علی باقر بہاری (۱۸۳۱ء تا ۱۹۰۸ء) سے ہو گی جن کا فارسی دیوان ۱۳۰۰ء

میں شائع ہوا تھا۔

۲۳۔ مکتوب نگار کا مضمون 'احوالِ غالب' میں شامل کرنے کے لیے درکار تھا۔

۲۴۔ 'مآثرِ غالب' کے حواشی سے متعلق مکتوب نگار کی تحریر مکتوب الیہ نے قاضی عبدالودود کو بھیج دی تھی۔ اس وقت یعنی ۱۹۵۰ء تک مکتوب نگار اور قاضی صاحب میں سلسلہ مکاتیب نہیں تھا۔

۲۵۔ مکتوب الیہ کے زیرِ ترتیب 'گنجینۂ غالب' کے لیے مکتوب نگار 'مکاتیبِ غالب' بنام نوابانِ رام پور پر ایک تفصیلی مضمون لکھنا چاہتے تھے۔ یہ اسی کا ذکر ہے۔ یہ تحریر 'فسانۂ غالب' میں بعنوان 'دربارِ رامپور سے تعلقات'، ص ۱۴۴، دیکھی جا سکتی ہے۔

۲۶۔ ڈاکٹر ابواللیث سے مراد ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ولادت: ۱۰ر جون ۱۹۱۶ء آگرہ، (تذکرہ ماہ و سال)

۲۷۔ فیضی صاحب سے مراد ہے، آصف علی اصغر علی فیضی، موصوف ۱۹۸۱ء میں مصر میں ہندوستان کے سفیر تھے۔

۲۸۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب سے مراد ہے، سابق صدر جمہوریہ (ہند)

ولادت: حیدرآباد، ۸ر فروری ۱۸۹۷ء، وفات: ۳ر فروری ۱۹۶۹ء، نئی دہلی۔

مدفن: جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، (تذکرہ ماہ و سال)

۲۹۔ عربی کا ادبی و علمی رسالہ

۳۰۔ ضمیر بھوروی، اصل نام ابوالخیر۔

ولادت: ۱۹۰۱ء بھوروا، ضلع بلیا (یوپی)۔

وفات: بھوروا، ۱۷ر جولائی ۱۹۷۱ء (تذکرہ ماہ و سال)

۳۱۔ ریاض حسن خاں خیال، اردو و فارسی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ داغ اور عزیز لکھنوی کے شاگرد تھے اور علامہ شبلی کے دوستوں میں تھے۔ اُن کے نام شبلی کے ۲۳ مکاتیب ملتے ہیں۔ پہلا خط ۱۸۹۹ء کا تحریر کردہ ہے۔ اردو دیوان ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔

۳۲۔ نساخ کی کتاب کا نام 'گنجِ تواریخ' ہے۔

۳۳۔ 'سیرِ سیاح'، مصنفہ منشی میاں داد خاں سیاح، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ۱۸۷۲ء۔

۳۴۔ نواب محمد علی خاں رشکی کی وفات پر حالی کا قطعہ مکتوب نگار نے حاصل کر کے 'تلامذۂ غالب' میں

شامل کیا۔ یہ قطعہ 'تلامذۂ غالب' میں ص ۲۰۰ پر موجود ہے۔ بخشش زحق سے سالِ وفات ۱۳۱۷ء نکلتا ہے۔

۳۵ے محمد یونس صاحب سے مراد ہے، محمد یونس خاں، مشہور قومی کارکن عرصے تک ٹریڈ فیئر اتھارٹی کے چیئرمین رہے اور اس زمانے میں ترکیہ میں ہندوستان کے سفیر تھے۔

۳۶ے ڈاکٹر ذاکر حسین سے مراد ہے، اس وقت وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر تھے۔

۳۷ے جوالیقی کی کتاب سے مراد ہے 'المعرب'، جو استاد محمد شاکر نے قاہرہ سے شائع کی تھی۔ ڈاکٹر عبدالسّتار صدیقی کو اس کتاب کی ضرورت تھی۔ کیوں کہ اس زمانے میں وہ معرّبات پر کام کر رہے تھے۔

۳۸ے ناسخ سہو قلم ہے۔ عبدالغفور نساخ مراد ہے۔

۳۹ے 'جمہور' ایک روزہ اخبار، علی گڑھ سے نکلتا تھا۔ اس کے روحِ رواں مولانا عبدالشاہد خاں شروانی تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ مکتوب نگار اس کے لیے ایک مضمون لکھ دیں۔

۴۰ قاضی صاحب سے مراد ہے قاضی عبدالودود (بیرسٹر پٹنہ)

۴۱ے نواب صاحب سے مراد ہے۔ نواب یار جنگ۔ مکتوب نگار نے ان پر مفصّل مضمون لکھا اور شائع بھی ہوا۔

۴۲ے عبدالمجید حیرت اردو کے نغز گو شاعر تھے۔ رام پور میں مقیم تھے۔ تقسیمِ ہند کے بعد ترکِ وطن کر کے پاکستان چلے گئے۔ سندھ پاکستان میں مقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

۴۳ے اختر صاحب سے مراد ہے، قاضی محمد صادق اختر۔ ان کا تذکرہ مکتوب نگار کو درکار تھا۔ اس کے لیے انھوں نے مکتوب الیہ کو لکھا۔ اس کا نسخہ ایک ذاتی کتب خانے میں ملا اور اس پر ایک مضمون غالب نامے میں شائع ہوا۔

۴۴ے سید محمد اسماعیل رسا بھوانی سے مراد ہے۔ سید محمد اسماعیل رسا کی کتاب 'نادر خطوطِ غالب' پر مکتوب نگار کا تبصرہ، جو رسالہ جامعہ دہلی ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون مکتوب نگار کے تحقیقی مضامین 'گنجینۂ غالب' کے لیے مطلوب تھا۔

۴۵ے سید احمد صاحب سے مراد ہے، پروفیسر سید احمد پٹنہ یونیورسٹی۔ صدر شعبۂ عربی پٹنہ یونیورسٹی۔ وہ اس زمانے میں عین شمس یونیورسٹی مصر سے ڈاکٹریٹ کر رہے تھے۔

۴۶ے ماجد صاحب سے مراد ہے، مولانا عبدالماجد دریا بادی۔

۴۷ابنِ حسن خاں کے نام غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی خط جو رسالہ ' اردو ادب ' میں ۱۹۵۲ء میں مکتوب الیہ نے شائع کیا تھا، جس سے غالب کے قیام لکھنؤ کے بارے میں اس وقت تک تحقیقات کی تردید اور وہاں ان کے قیام کی مدت کا تعین ہوتا ہے۔ یہ خط مولانا آزاد لائبریری کے ایک مخطوطے میں درج تھا۔

۴۸' نقدِ غالب ' اور ' گنجینۂ غالب ' سے مراد ہے۔

۴۹۱۹۵۳ء میں مکتوب الیہ کو عبدالغفور سرور کا کچھ ایسا کلام ملا تھا، جس پر غالب کے قلم کی اصلاحیں درج تھیں۔ انھوں نے ان تحریروں کے عکس عرش ملسیانی کو دے دیئے تھے، جو رسالہ ' آجکل ' میں شائع ہوئے۔

۵۰آفاق دہلوی، مرتب ' نادراتِ غالب ' ، جو کراچی (پاکستان) سے ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی۔

۵۱سید سلیمان ندوی، تلمیذ شبلی، ولادت : دیسنہ (بہار) ۱۲ر دسمبر ۱۸۸۴ء

وفات : کراچی (پاکستان) ۲۲ر نومبر ۱۹۵۳ء۔ مدفن : میدان عامل کالونی کراچی، (تذکرہ ماہ وسال)

۵۲' انتخابِ غالب ' محمد عبدالرزاق نے حیدر آباد سے شائع کیا۔

۵۳مقالہ شمس العلما، ڈاکٹر ضیاء الدین دہلوی رسالہ ' نقوش ' لاہور میں شائع ہوا۔

۵۴ڈاکٹر عبدالعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے تھے۔

ولادت : ۲۵ر اگست ۱۹۰۵ء غازی پور

وفات : ۱۹ر فروری ۱۹۷۹ء نئی دہلی۔ مدفن : یونیورسٹی قبرستان علی گڑھ، (تذکرہ ماہ وسال)

۵۵' قادر نامے ' پر مکتوب نگار کا مضمون ان کی کتاب ' تحقیقی مضامین ' میں شامل ہے۔

۵۶پروفیسر حمید خاں وائس چانسلر لاہور یونیورسٹی، ولادت : یکم نومبر ۱۹۰۲ء

وفات : ۲۲ر مارچ ۱۹۷۴ء۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۵۷' ارجوزہ نظائر القرآن ' ابن السراج القاری (متوفی) کا منظوم عربی رسالہ۔

۵۸سید برکات ہندوستانی سفارت خانے میں افسر تھے۔ مکتوب نگار کے دوستوں میں تھے۔ مختلف ممالک میں ہندوستان کے سفیر بھی رہے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کا انتقال اندور میں ہوا۔

۵۹ساغر نظامی، اصل نام حمید یار خاں، تلمیذ سیماب اکبر آبادی۔

ولادت: ۲۱ر دسمبر ۱۹۰۵ء علی گڑھ۔ وفات: ۲۷ر فروری ۱۹۸۳ء نئی دہلی۔ مدفن: پرواڑ خاندان لوہارو، بستی نظام الدین، نئی دہلی۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۶۰ھ ہالینڈ کا مشہور دار الاشاعت

۶۱ھ پروفیسر نجیب اشرف ندوی۔ ولادت: آرموزی ضلع چاند (مہاراشٹر) ۶ر جون ۱۹۰۱ء۔ وفات: ۵ر ستمبر ۱۹۶۸ء۔ مدفن: ارلا قبرستان اندھیری، بمبئی۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۶۲ھ احمد سعید خاں، طالب نواب چھتاری۔ ولادت: ۱۱ر جنوری ۱۸۸۹ء، وفات: ۶ر جنوری ۱۹۸۲ء علی گڑھ، مدفن: چھتاری۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۶۳ھ قاضی عبدالغفار سابق سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ۔ ولادت: ۱۸۸۹ء/۱۸۹۰ء مراد آباد۔ وفات: ۱۷ر جنوری ۱۹۵۶ء۔ مدفن: یونیورسٹی قبرستان علی گڑھ۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۶۴ھ مہر صاحب سے مراد ہے مولانا غلام رسول مہر، مرتب 'خطوطِ غالب' ولادت: ۱۳ر اپریل ۱۸۹۵ء۔ وفات: ۱۶ر نومبر ۱۹۷۱ء لاہور۔ مدفن: قبرستان مسلم ٹاؤن لاہور۔

۶۵ھ مہیش پرشاد سے مراد ہے، منشی مہیش پرشاد۔ وفات: ۲۹/۳۰ر اگست ۱۹۵۱ء الہ آباد (تذکرہ ماہ وسال)

۶۶ھ 'حلیۃ الابرار' ابونعیم اصفہانی کی کتاب جس کا قلمی نسخہ لیڈن یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔

۶۷ھ دل شاہجہاں پوری، اعتبار الملک حکیم ضمیر حسن خاں (شاگرد امیر مینائی)

ولادت: شاہجہاں پور ۱۸۷۵ء۔ (تذکرہ ماہ وسال)

مکتوب نگار نے دل شاہجہاں پوری کی تاریخ وفات (اپنی تصنیف تذکرہ ماہ وسال) میں ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۹ء تحریر کی ہے۔ لیکن مکتوب الیہ کے بیان کے مطابق مالک رام صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ دل شاہجہاں پوری کی وفات ۱۹۵۹ء کے بہت بعد میں ہوئی ہے۔

۶۸ھ ولی اللہ فرخ آبادی کی تصنیف 'تاریخ فرخ آباد' (قلمی)، سے شعراء کے حالات وکلام مرتب کرکے رسالہ اردو ادب میں شائع کر رہے تھے۔

۶۹ھ خلیفہ عبدالحکیم (ڈاکٹر)

ولادت: سیالکوٹ، ۱۸۸۵ء

وفات: لاہور، ۳۰ر جنوری ۱۹۵۹ء (تذکرہ ماہ وسال)

۴۰ 'مکتبہ ہی پر کام کر رہا ہے'، اصل تحریر یہی ہے۔
۴۱ 'بہت دن سے گرامی نامہ مل چکا ہے'۔ اصل تحریر یہی ہے۔
۴۲ سعادت حسن منٹو (افسانہ نویس)
ولادت: ۱۱ مئی ۱۹۱۲ء، سمبرالہ (ضلع لدھیانہ)
وفات: ۱۸ جنوری ۱۹۵۵ء، لاہور
مدفن: قبرستان میانی صاحب۔ (تذکرۂ ماہ و سال)
۴۳ خواجہ حسن نظامی (اصل نام قاسم علی)
ولادت: ۲۵ دسمبر ۱۸۷۸ء، دلّی
وفات: ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء، دلّی
مدفن: بستی حضرت نظام الدین، نئی دلّی۔ (تذکرۂ ماہ و سال)
۴۴ اقبال سہیل، اقبال احمد خاں
ولادت: برہریا، ضلع اعظم گڑھ، ۲۸ جنوری ۱۸۸۵ء
وفات: ۷ نومبر ۱۹۵۵ء، اعظم گڑھ۔ (تذکرۂ ماہ و سال)
۴۵ بیخود دہلوی، سید وحید الدین احمد (تلمیذ داغؔ)
ولادت: ۲۱ مارچ ۱۸۶۳ء بھرت پور
وفات: ۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء
مدفن: درگاہ خواجہ باقی باللہ، دلّی۔ (تذکرۂ ماہ و سال)
۴۶ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفیؔ دہلوی (تلمیذ حالیؔ)
ولادت: دلّی، ۱۳ دسمبر ۱۸۶۶ء
وفات: یکم نومبر ۱۹۵۵ء، غازی آباد (تذکرۂ ماہ و سال)
۴۷ اسلم جیراجپوری، مولانا محمد اسلم (تلمیذ معشوق علی جوہر)
ولادت: جیراجپور (ضلع اعظم گڑھ)، ۲۷ جنوری ۱۸۸۲ء
وفات: دلّی، جامعہ نگر، ۲۸ دسمبر ۱۹۵۵ء (تذکرۂ ماہ و سال)

۷۸ے یگانہ چنگیزی لکھنوٴ (یاس عظیم آبادی، تلمیذ شاد عظیم آبادی، لاڈلے صاحب ببّاو پیارے صاحب رشید)

تاریخی نام: مرزا افضل بیگ،

ولادت: عظیم آباد، پٹنہ ۱۷؍اکتوبر ۱۸۸۴ء

وفات: لکھنوٴ، شاہ گنج ۴؍فروری ۱۹۵۶ء۔ (تذکرۂ ماہ وسال)

مدفن: کربلائے منشی فضل حسین خاں، وکٹوریا اسٹریٹ لکھنوٴ (تذکرۂ ماہ وسال)

۷۹ے مخمور دہلوی (فضل الٰہی (تلمیذ بیخود دہلوی)

ولادت: ۷؍نومبر ۱۹۰۰ء، دہلی

وفات: ۲؍فروری ۱۹۵۶ء، دہلی۔ (تذکرۂ ماہ وسال)

رشید حسن خاں

۱

برسلز۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۱ء

کرم فرمائے من ۱۷ نومبر کے گرامی نامے کا شکریہ۔

اس اثنا میں "اردو ادب" کا وہ شمارہ موصول ہوا، جس میں آپ کا مضمون ہے ماشاءاللہ بہت مفصل اور تمام امور پر حاوی رہا۔ مجھے واقعی بہت پسند آیا۔ آپ کو چاہیے تھا مقالہ شروع ہی میں، متن میں یا حاشیہ میں اس کا اظہار کر دیتے کہ "قاموس الاغلاط" کے مؤلف یا مصنف کون ہیں یہ کس مطبع میں، کس سال چھپا۔ تعجب ہوتا ہے کہ آپ نے اس امر کی طرف تو اشارہ کیا کہ اسے دو صاحبوں نے تالیف کیا، لیکن ان کے نام لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے بعض نوجوان لکھنے والوں نے نہ کبھی کتاب کا نام سنا ہوگا نہ مولفوں کا دوسری کمی یہ محسوس ہوئی کہ پوری بحث کے بعد آخر میں تمام الفاظ کی فہرست جدول کی شکل میں درج کرنا چاہیے تھی یعنی اصلی لفظ، کس زبان کا ہے اس میں اس کے اعراب، اب اردو میں شکل وغیرہ۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ قاری بیک نظر ساری بحث کے مطالب کو دیکھ سکتا تھا۔ چوں کہ مضمون طویل ہے اب کسی لفظ کی تلاش کرنا آسان نہیں۔

اس مضمون کا لہجہ بھی اچھا رہا۔ اگرچہ دو ایک جگہ بعض الفاظ۔ مثلاً "جنون" وغیرہ آ گئے ہیں، لیکن مجموعی طور پر ٹھیک ہے۔

"ہماری زبان" کے ابھی کسی شمارے میں جناب خلیل الرحمٰن اعظمی[۲] صاحب نے بھی زور صاحب[۳] کی کتاب سے متعلق لکھا ہے۔ اس کا لہجہ آپ کے مضمون سے کہیں اچھا ہے، اگرچہ انھوں نے بھی زور صاحب کو بخشا نہیں۔

رگِ جاں[۴] میری نظر سے نہیں گزرا خورشید الاسلام صاحب سے میرے تعلقات بھی نہیں، اگرچہ مجنوں صاحب سے صاحب سلامت ضرور ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں ابھی تک ادبی دیانت کا وہ معیار قائم نہیں ہوا جو ہونا چاہیے۔ رو رعایت اور دوستی یاری کے باعث لوگ مبالغہ یا غلط بیانی کر جاتے ہیں لیکن کیا کیا جائے۔ ہر ایک اپنے فعل کا مختار ہے۔ میرا مقولہ تو اب یہ ہے۔ گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش۔ میری واپسی ان شاء اللہ سالِ آئندہ پر ٹل گئی۔ دیکھیے کب تک ہوتی ہے، غالباً اکتوبر سے پہلے نہ ہو۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

حواشی

۱۔ یہ مضمون قاموس الاغلاط پر ایک نظر، رشید حسن خاں کے عنوان سے اردو ادب ۱۹۶۱ء شمارہ (۱)، انجمن ترقی اردو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ میں چھپا۔ اس وقت اس کے اڈیٹر پروفیسر آل احمد سرور تھے۔

۲۔ خلیل الرحمٰن اعظمی کا تبصرہ محی الدین قادری زور کی کتاب "اردو شاعری کے انتخاب" پر ہماری زبان، یکم دسمبر ۱۹۶۱ء شمارہ ۴۴، جلد ۲۰ میں چھپا۔

۳۔ "رگِ جاں"، پروفیسر خورشید الاسلام کا مجموعۂ کلام ہے۔ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب انجمن ترقی اردو (ہند) نے ۱۹۶۱ء میں ٹائپ میں چھاپی تھی۔

پروفیسر عبدالمغنی

۱

۲۹ مئی ۱۹۸۶ء

محب مکرم۔ گرامی نامہ ملا۔ تہنیت کا شکریہ قبول فرمایئے۔ مجھے اس سے خوشی ہے کہ اس انتخاب نے میرے متعدد دوستوں کو مسرت کا موقع مہیا کیا۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ احباب کو مجھ سے کتنی محبت ہے۔ فالحمدللّٰہ علی ذالک۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲

۲۸ ستمبر ۱۹۸۶ء

محب مکرم، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے کہ انسان کو ہمدرد اور محبت کرنے والے دوست ملیں۔ اس پہلو سے میں واقعی اس کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ فالحمدللّٰہ تعالیٰ

آپ نے جس محبت سے ایوارڈ پر مبارک باد دی ہے، سچ مانیے میرے دل پر اس کا بہت اثر ہوا ہے۔ خدا آپ کو ہمیشہ خوش اور کامران رکھے۔ آمین، ثم آمین۔

میری صحت ابھی تک تسلّی بخش نہیں۔ آنکھوں کی شکایت بھی ہنوز باقی ہے۔ نقاہت کا کچھ نہ پوچھیئے۔ دعا کی درخواست ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳

۱۵ دسمبر ۱۹۷۹ء

محبّ مکرم سہیلؔ کی اچانک اور بے وقت وفات کا کتنا صدمہ ہوا۔ بیان نہیں کر سکتا۔ خدا کے کاموں میں انسان کیا دخل دے سکتا ہے۔ ! راضی برضا رہنے ہی میں دنیا اور آخرت کی عافیت ہے۔ دعا ہے کہ وہ اس کی توفیق ارزانی فرمائے۔

میں نے ان کی بیگم کی خدمت میں آج ہی ایک تعزیتی خط لکھا ہے۔ میں خود پچھلے دنوں بہت مضمحل رہا اور اس پر افسردگی کا یہ عالم تھا کہ کچھ لکھنے پر طبیعت کسی طرح آمادہ نہیں ہوئی۔ طبیعت بہت افسردہ ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ وہاں جن رسائل و جرائد میں ان کے حالات شائع ہوں۔ ان کے تراشے مہیا کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ اپنے کسی شاگرد کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ سب چیزیں جمع کر کے مجھے بھیج دے۔ شکریہ

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

لہ 'تذکرہ معاصرین' پر مالک رام صاحب کو ۱۹۸۳ء میں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ ملا تھا۔ اُسی کا ذکر ہے۔

لہ۲ سہیل عظیم آبادی مشہور افسانہ نگار تھے اور انجمن ترقی اردو کے مجلسِ عام کے رکن تھے۔
ولادت: ۱۶ر جولائی ۱۹۱۱ء پٹنہ، وفات: ۲۰ر نومبر ۱۹۷۹ء الہ آباد، مدفن: شاہ گنج، پٹنہ۔

(تذکرہ ماہ و سال)

پروفیسر نثار احمد فاروقی

۱

نئی دہلی ۲۱، ۲، ۱۹۵۵ء

جناب بندہ! آپ نے لکھا ہے کہ آپ کل شام ½ ۷ بجے تشریف لا رہے ہیں بے شک آئیں۔ اگر کوئی خاص بات نہ ہوگئی تو میں اس وقت تک مکان پر پہنچ جاؤں گا۔ بہت دن ہوئے آپ ایک مجلّد کتاب علی محمد شاہ کے مختلف رسایل کے مجموعے لے گئے تھے اس کی ضرورت ہے۔ مہربانی فرماکر اسے ضرور ساتھ لیتے آئیں۔ شکریہ

والسلام خاکسار مالک رام

۲

۱۰ مئی۔ ۱۹۵۵ء

عزیز مکرم! آپ کا غصہ بجا۔ واقعی بہت کوتاہی ہوئی کہ آپ کے پہلے گرامی نامے یا گرامی ناموں کا جواب نہیں دے سکا۔ معافی چاہتا ہوں۔ لیکن باور فرمایئے کہ دفتری کام نے کہیں کا نہیں رکھا۔ صبح ۹ پونے ۹ بجے گھر سے نکلتا ہوں اور شام کو آٹھ بجے سے پہلے کبھی واپسی نہیں ہوتی۔ یہی سبب ہوا کہ آپ کو خط نہ لکھ سکا۔

یوں میں ایک دن آپ کے دفتر میں گیا تھا۔ جناب یونس صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ آپ چھٹی پر تھے اور آپ سے نہ مل سکا۔

خیر پچھلی کوتاہیوں کو نظر انداز کیجیے۔ آج منگل ہے جمعہ کے دن شام کے چھ بجے اگر (کناٹ پلیس) میں جاکر ایک ساتھ بیٹھیں تو کیسی رہے جواب کی ایک صورت تو خط ہے دوسرے ٹیلیفون سے میرا نمبر ۴۲۱۹۶ ہے ایک اور دو بجے کے درمیان ٹیلیفون کر سکیں تو آپ کو زیادہ سہولت رہے گی کیوں کہ دوسرے اوقات

میں ٹیلیفون بہت مشغول رہتا۔ یا پھر میں خود کل پرسوں ٹیلیفون کر لوں گا۔ انشاءاللہ
اگر آپ ٹیلیفون کریں تو میرا نام BAVEJA (بویجا) لیجیے جس سے میں یہاں معروف
ہوں۔ باقی عندالملاقات۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳

۱۵ر جولائی ۱۹۵۵ء

مکرم فرمائے بندہ۔ آپ کی دی ہوئی چیزیں ایک زمانے سے فارغ ہیں معافی
چاہتا ہوں کہ انھیں واپس نہیں کر سکا۔

آپ جناب قطبی صاحب سے طے کر کے کسی دن تشریف لے آئیں۔ قطبی صاحب
کو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ کو مکان تلاش کرنے میں زحمت نہ ہو۔ ورنہ چاہیں
تو اکیلے تشریف لے آئیں۔ شام کو ۸ر بجے تک ضرور مکان پر پہونچ جاتا ہوں
اگر ممکن ہو تو ۴۳۱۹۶ پر ٹیلیفون کر دیں اور BAVEJA کے نام سے گفتگو کریں (کیوں کہ
یہاں عام طور پر لوگ اس نام سے جانتے ہیں) تو مطلع فرما دیں کہ آپ کس دن
آئیں گے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۴

نئی دلّی ۱۶ر ۱۱ر ۱۹۵۵ء

مکرم بندہ۔ گرامی نامے کا شکریہ۔ میں آج کل دفتر سے رخصت پر ہوں
لیکن دوپہر کے بعد بالعموم کہیں نہ کہیں باہر چلا جاتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں آپ
کس جگہ کام کرتے ہیں یا نہیں۔ بہر حال کسی دن صبح کے وقت تشریف لائیں
یا پھر ہفتے کی سہ پہر کو اتوار کی صبح کو بھی انشاءاللہ مکان ہی پر رہوں گا۔

والسلام خاکسار مالک رام

۵

نئی دلّی ۲۰، ۱۱، ۱۹۵۵ء

مکرم بندہ۔ گرامی نامے کا شکریہ۔ آپ خوشی سے ہفتے کے دن تشریف لائیں۔ میں کوشش کروں گا کہ دو بجے تک مکان پر پہونچ جاؤں۔ بہر حال جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا آپ شوق سے بیٹھ کے کچھ مطالعہ کر سکتے ہیں اور میں جب بھی آؤں بات چیت ہو سکتی ہے اگر ہو سکے تو دستنبو کا قلمی نسخہ جو آپ آخری مرتبہ ساتھ لے گئے تھے لیتے آئیے گا۔ شکریہ

والسلام خاکسار مالک رام

۶

نئی دلی ۱۶، ۱، ۱۹۵۶ء

مکرمی۔

ابھی ابھی آپ کا گرامی نامہ ملا۔ شکریہ میں پرسوں بدھ کے دن ۱۸، کو ایک شادی کے سلسلے میں کرنال جا رہا ہوں۔ وہاں سے ۱۹، کو واپسی ہو گی۔ اگر چاہیں تو ۲۰، (جمعہ) کی سہ پہر کو تشریف لایئے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۷

نئی دلی ۱۱، ۴، ۱۹۵۶ء

مکرم بندہ۔ اتوار کے دن ۵ بجے تو میں یقیناً مکان پر نہیں ہوں گا۔ پیر کے دن البتہ امکان ہے کہ ملاقات ہو سکے۔ بہر حال کوشش کر کے دیکھئے۔

والسلام خاکسار مالک رام

۸

۳۱، ۵، ۱۹۵۶ء

مکرم بندہ۔ شکریہ۔

میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا۔ لیکن امکان ہے کہ ہفتے کے دن (۲۔ جون)

کی شام کے ساڑھے چھ بجے کے لگ بھگ میں گھر پر ہوں گا۔ کوشش کرکے دیکھ لیجئے اور اگر میں نہ ہوں تو تھوڑا سا انتظار کر لیجیے۔

والسلام خاکسار مالک رام

۹

نئی دلّی ۱۸/۶/۱۹۵۶ء

مکرم بندہ! میں کل شام ایک بات پوچھنا بھول گیا۔ وہاں آپ کی یونی ورسٹی میں دیوانِ غالب (اردو) کا ۱۸۴۷ء کا ایڈیشن ہے جو مطبع دارالسلام حوض قاضی دہلی میں چھپا تھا۔ کیا یہ دو تین دن کے لیے مل سکتا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو اسے اگلے ہفتے کے دن لیتے آیئے گا۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر اس کی نقل کا انتظام کیجیے گا۔ اجرت دے دوں گا اور اگر آپ خود فرصت کے اوقات میں یہ کام بھی کر دیں تو مزید شکریہ۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۰

نئی دلّی ۲۸/۷/۱۹۵۶ء

مکرمی۔ میں نے کل آپ کی خدمت میں لکھا ہے کہ اگلے منگل کی شام کو تشریف لائیں بعد میں یاد آیا کہ اس شام تو مجھے ایک جگہ جانا ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ منگل کی جگہ جمعرات (۲ راگست) کو تشریف لائیں۔ زحمت کا شکریہ

خاکسار مالک رام

۱۱

نئی دلّی ۲/۸/۱۹۵۷ء

مکرمی۔ نوازش ہو گی اگر آپ میری تمام وہ کتابیں، جو آپ کے پاس ہیں، میرے مکان پر پہنچا دیں۔ میری موجودگی وہاں ضروری نہیں۔ آپ کسی دن فرصت کے وقت چلے جائیں اور کسی بچے کے حوالے کر دیں۔ شکریہ۔

والسلام خاکسار۔ مالک رام

۱۲

نئی دلّی ۱۴/۸/۵۷ء ۱۹

جناب مکرم۔ آج پندرہ دن ہو گئے۔ جب میں نے آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ جو کتابیں آپ میرے ہاں سے مستعار لے گئے تھے انھیں واپس پہونچا دیں ابھی تک اس کا جواب نہیں ملا۔ ممنون ہوں گا اگر اس پر توجہ کی جائے شکریہ

والسلام خاکسار مالک رام

۱۳

نئی دلّی ۳۰/۸/۱۹۵۷ء

جناب بندہ۔ میں پرسوں اتوار کو صبح کے وقت آپ کا منتظر رہوں گا اگر آپ کسی صورت نہ آسکتے ہوں تو کتابیں کل ہفتے کے دن شام کو یا پیر کو کسی وقت بھی مکتبہ جامعہ جامع مسجد پران سے رسید لے کر ان کے حوالے کر دیں۔ میں خود وہاں سے منگوالوں گا۔

والسلام خاکسار مالک رام

۱۴

نئی دلّی ۱۱/۱۲/۱۹۵۷ء حضرت!

مہربانی فرما کر اتوار یعنی ۱۵/۱۲ کو گیارہ بجے کے لگ بھگ مجھ سے مل جائیں۔ کچھ کام ہے۔ شکریہ۔

خاکسار مالک رام

۱۵

نئی دلّی ۲۹/۱/۱۹۵۸ء جناب بندہ!

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ شکریہ۔

افسوس کہ آپ کو اطلاع نہیں دے سکا تھا اور آپ کو مکان پر پہنچ کے میری غیر حاضری کا علم ہوا۔

میں اس ہفتے پھر علی گڑھ جا رہا ہوں اور اتوار کی شام کو واپس آؤں گا۔ اگر ہو سکے تو پیر کے دن تشریف لے آئیں۔ میں خود آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ افسانوں کے ترجمے کا کام کس مرحلے پر ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۶

قاہرہ (مصر) ۲۱/۶/ ۱۹۵۸ء

کرم فرمائے من! گرامی نامہ ملا شکریہ۔

شکر ہے کہ سنہاؔ صاحب کی کہانیوں کا ترجمہ مکمّل ہو گیا۔ ان سے ملاقات کا وقت لے کر اصلی دونوں کتابیں اور ترجمہ ان کے حوالے کر دیجیے۔ اجرت سے متعلق میں نے ان سے سرسری طور پر ۴ر صفحہ کا ذکر کیا تھا اور وہ اس پر رضا مند تھے۔ پھر میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ممکن ہو تو اس میں کچھ اضافہ کر دیجیے۔ اب آپ جو رائے خیال فرمائیں۔ ان سے بات چیت کر لیجیے میرے خیال میں ۶ر تک وہ قبول کر لیں گے۔

قطبی صاحب کو میں نے لکھا تھا لیکن ان کے خط کا جواب میں نہیں دے سکا۔ نارنگ صاحب نے بھی لکھا تھا۔ الحمدللہ کہ سب احباب بخیر ہیں۔

قریشی صاحب سے دو بار ملاقاتیں ہوئیں آخری ملاقات پر انھوں نے فرمایا تھا کہ وہ عنقریب واپس جانے والے ہیں۔ اگر کسی چیز کی یہاں سے ضرورت ہو تو تحریر فرمائیں تاکہ بھیجی جا سکے۔

الحمدللہ کہ زندگی کے معمولات اب شروع ہو رہے ہیں یہ دو مہینے تقریباً بالکل ضائع گئے۔ کچھ کر نہیں سکا لیکن مجبوری تھی، کر بھی نہیں سکتا تھا۔

احباب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۱۷

۷/ ۱۲/ ۱۹۵۸ء بندہ نواز۔

آج آپ کا دوسرا خط ملا جس سے یہ معلوم کرکے تعجب ہوا کہ میں نے آپ کے گزشتہ خط کا جو جواب لکھا ہے، وہ آپ کو موصول نہیں ہوا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کا پتا غیر محفوظ ہے۔ میں نے اس خط میں لکھا تھا کہ المنجد ۴۲/ روپے دام کی ہے۔ اس کا ایک نیا ایڈیشن کوئی سال بھر ہوا، چھپا تھا۔ کتاب اچھی ضخیم اور وزنی ہے۔ اس لیے اسے ڈاک میں بھیجنے سے بہت خرچ آجائے گا۔ غالباً مہینے ایک تک یہاں سے ایک صاحب دلّی جا رہے ہیں، ان کے ہاتھ ایک نسخہ بھیج دوں گا۔

یہاں بفضلہ تعالیٰ کم و بیش سب تندرست ہیں معمولی شکایت تو لازمۂ بشریت ہے۔ اس سے مفر نہیں۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

سب پُرسانِ حال سے سلام کہیے گا۔ والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

ہاں ایک اور بات بھی اس میں لکھی تھی کہ عنایت علی ماہ، حاتم علی مہر کے چھوٹے بھائی تھے، نہ کہ بیٹے، جیسا کہ آپ نے برہان کے ایک مضمون میں لکھا تھا۔ یہ آتش کے شاگرد تھے۔ مہر نے ناسخ سے اصلاح لی۔

۱۸

قاہرہ یکم فروری ۱۹۵۹ء

کرم فرمائے من ۱/۱۸ کے گرامی نامے کا شکریہ۔

آپ نے مصحفی کے دیوان سے متعلق اتنی تفصیل سے لکھنے کی بے کار زحمت فرمائی میں نے صرف اتنا دریافت کیا تھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی مطبوعہ چیز ہے۔ بات صرف اتنی تھی کہ میں عمدۂ منتخبہ دیکھ رہا تھا۔ خیال یہ ہے کہ اسے شائع کرا دیا جائے لیکن پورے پورے انتخاب شائع کرنے کی نہ گنجائش، نہ ضرورت، بالخصوص

جب مطبوعہ دیوان موجود ہوں، تو بہتر یہ ہوگا کہ صرف وہ شعر لیے جائیں، جو مطبوعہ دیوان میں نہیں۔ مثلاً مصحفی کا انتخاب پندرہ سطری مسطر کے ۴۸ صفحہ کو محیط ہے۔ شعروں کی تعداد ۲۰۷۔ اسی طرح بعض اور مشہور شاعروں کے بہت طویل انتخاب ہیں۔

میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کیا المنجد بھیج دوں۔ آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔

غالباً یہ بھی پوچھا تھا کہ میں ممنون اور حکیم عیش کے دیوانوں کی تلاش میں ہوں۔ کیا یہ کہیں آپ کی نظر سے گزرے ہیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

پس نوشت ۔ ذکرِ غالب، اب نیا ایڈیشن تیار کرنا ہوگا۔ کیوں کہ ۱۹۵۵ء والا ایڈیشن ختم ہوگیا ہے۔ مکتبہ نے میری روانگی سے قبل ہی مجھ سے مطالبہ کیا تھا۔ اس تین چار برس کے دوران میں کئی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اس لیے وہ پورا ترجمہ نئی ایڈیشن کی روشنی میں نظر ثانی کا محتاج ہوگا۔ آخر کیا جلدی ہے۔ واپسی پر ان شاء اللہ دیکھا جائے گا۔

یاد آیا، ذکرِ میرؔ کے ترجمہ میں بہت سی اغلاط کی خبر ملی ہے۔ خدا معلوم یہ کہاں تک صحیح ہے۔ میرے پاس یہاں نہ اصل، نہ ترجمہ، کہ اس کا فیصلہ کرسکوں میں نے تو صرف شروع کے لگ بھگ بیس صفحے تک ہی دیکھا تھا۔ آپ چراغِ ہدایت کی روشنی میں اس پر نظر ثانی کرلیں۔ آپ نے ساحر کی آخری اشاعت میں جناب قاضی صاحب قبلہ کا مضمون مولوی عبدالحق صاحب سے متعلق دیکھا ہوگا۔ اس کی ابھی دو اور قسطیں شائع ہوں گی۔

وہاں ایک صاحب تھے۔ فرخ جلالی علی گڑھ لائبریری سے آکے ہمدرد دواخانہ کے کتاب خانہ میں ملازم ہوئے تھے۔ میں نے یہاں پہنچنے کے بعد ایک خط انہیں لکھا تھا۔ لیکن ان کا جواب نہ ملنے سے خیال ہوتا ہے کہ شاید وہ وہاں

سے کہیں اور چلے گئے ہیں۔ سیلانی آدمی ہیں اور اپنی مرضی کے مالک ان کا پتا لگائیے اور میرا سلام پہنچائیے۔

۱۹

یکم مارچ ۱۹۵۹ء

مکرمی ۲۰,۲ کے گرامی نامے کا شکریہ

میرا خیال ہے کہ جیونؔ لال صاحب کے روزنامچہ میں جو سکہ ہے وہ بھی غالب کا کہا ہوا نہیں۔ رہا یہ کہ اگر ویرانؔ اور ان کے قماش کے شعراء سکے کہہ رہے تھے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ غالبؔ نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا ہو، یہ کوئی دلیل نہیں۔ غالب تو ۱۸۳۷ء میں ظفرؔ کی تخت نشینی کے وقت بھی دربار میں موجود تھے اور اس وقت ذوقؔ نے سکے کہے تھے، انھوں نے اس وقت سکہ کیوں نہ کہا؟

لیکن جناب ڈاکٹر فاروقیؔ صاحب کے مضمون سے یہ نہیں کھلتا کہ جیون لال کا روزنامچہ کہاں ہے اس کا مسودہ دہلی یونی ورسٹی لائبریری میں ہوگا، لیکن انھیں اس کا صراحت سے ذکر کرنا چاہیے تھا۔ قلمی کتابوں کے حوالے کے وقت ان کا اتا پتا بتانا چاہیے تاکہ اگر کوئی شخص چاہے، تو اس کی تصدیق کرلے۔

المنجد کا ایک نسخہ عنقریب آپ کے لیے بھیج رہا ہوں۔ بھیجنے کے بعد آپ کو لکھوں گا کہ آپ اسے کہاں سے وصول کرسکتے ہیں۔

اگر آپ کوئی کتاب بھیجنا چاہیں تو مندرجہ صدر پتے ہی سے بھیجی جاسکتی ہے لیکن "کسی اور شے کا پارسل" یہ اس شے پر منحصر ہے۔ کتابیں سہولت سے آسکتی ہیں، اور چیزوں پر بعض پابندیاں ہیں۔

اب کے یہاں بھی سردی بہت شدید رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے میں اور پھر بیوی بیمار ہو گئے۔ میں مجبور تھا کہ نوکری کا معاملہ ٹھہرا، دو چار دن میں اٹھ کھڑا ہوا۔ بیوی کو بھلا ایسی کونسی مصیبت تھی۔ چناں چہ آج تین ہفتے کے لگ بھگ ہو گئے ہیں وہ بیمار چلی آرہی ہے۔ بہر حال اب اسے بھی ٹھیک ہونا ہی پڑے گا، کیوں کہ تنگ آکر ہم نے

علاج بند کر دیا ہے۔ یہاں مجھے کام کے لیے بہت کم وقت ملا ہے۔ سارا دن دفتر میں غارت ہو جاتا ہے شام کے ۸ بجے کے قریب مکان پر پہنچتا ہوں۔ بمشکل سے اخبار اور رسائل کی ورق گردانی کر پاتا ہوں کہ سونے کا وقت ہو جاتا ہے۔

والسلام خاکسار مالک رام

۲۰

۶ ر ۵ ۱۹۵۹ء

جناب بندہ۔ بہت دن سے آپ کا خط نہیں ملا۔ خدا کرے مانع بخیر ہو۔
آپ کے لیے المنجد کا ایک نسخہ مندرجہ ذیل پتے پر پہنچ چکا ہے۔

DWARKA DAS
C/O M/S. NARAIN DAS WHOLESALE DRUGGIST,
BEHIND RESERVE BANK OF INDIA,
CHANDNI CHOWK

نمبر ٹیلیفون: ۲۵۳۸۴ ، بہتر ہو کہ آپ لالہ دوارکا داس صاحب کو ٹیلیفون کریں اور ان سے وقت مقرر کر لیں اور انھیں بتا دیں کہ آپ المنجد لینے کے لیے آ رہے ہیں تاکہ اگر کتاب ان کے مکان پر ہو تو ساتھ لیتے آئیں۔

اس کی قیمت کے بیالیس روپے اگر زحمت نہ ہو تو، میری طرف سے ندوۃ المصنفین کے دفتر میں جمع کرا دیے جائیں۔ ان کا دو برس کا چندہ میرے ذمے بقایا ہے۔ یہ ادا ہو جائے گا۔ تھے یہ ہی دو حساب سو یوں پاک ہو گئے۔

والسلام خاکسار مالک رام

۲۱

قاہرہ، ۶ جولائی ۱۹۵۹ء

بندہ نواز ۲۸ر جون کا خط ملا جو آپ نے حیدر آباد سے لکھا ہے۔ مجھے آپ کا وہ خط بھی ملا تھا، جو آپ نے حیدر آباد جانے سے پہلے دہلی سے لکھا ہے۔

حیدر آباد میں واقعی اُردو فارسی کا بے نظیر سرمایہ موجود ہے۔ اور یہ ہونا بھی چاہیے تھا۔ سلطنت آصف جاہی کے زمانے میں ملک کے بیشتر اصحابِ علم و فن کا یہ خطّہ

ملجا و ماوا بن گیا تھا۔ ضروری تھا کہ کتابیں بھی وہاں جمع ہو جاتیں افسوس اس امر کا ہے کہ اب ان سے کام لینے اور استفادہ کرنے والے اٹھتے جاتے ہیں۔ آپ نے خوب کیا کہ حتی الوسع ان پر ایک نظر ڈال لی۔ خدا مبارک کرے۔

امید ہے کہ المنجد کا نسخہ آپ نے حاصل کر لیا ہوگا۔ اگر نہ ملا ہو تو لکھیئے۔ میں دوسرا نہ بھیج دوں گا۔

"پگڈنڈی" کے سلسلے میں آپ نے پہلے بھی لکھا اور اب پھر اسی کا اعادہ کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ تیر میرا موضوع نہیں۔ اس صورت میں میرا کچھ لکھنا دخل در معقولات کا مصداق ہوگا۔ محض اپنا نام چھپا ہوا دیکھنا۔ بحمد اللہ اس کی ہوس نہیں رہی۔ آپ کو ضد نہیں کرنی چاہیے اور مجھے معاف کر دینا چاہیے یوں آپ کو معلوم نہیں کہ جو کام آج کل میرے ہاتھ میں ہیں۔ اگر یہاں کے قیام کے دوران میں انھیں کو مکمل کر سکا تو سمجھوں گا گنگا نہائے۔

نقوش میں آپ کا مضمون دیکھا تھا۔ یہ بات پسند آئی کہ آپ نے اس سلسلے میں

تمام اہم چیزوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن آپ کا اسلوبِ تحریر پسند نہیں آیا۔ بات یہ ہے کہ میں بعض باتوں کو کسی عنوان پسند نہیں کرتا۔ ممکن ہے یہ میری غلطی ہو یا کم نظری، لیکن ان باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص تنقیدی مضامین میں افسانوی یا رومانوی زبان استعمال کرے۔ جہاں تہاں دوسروں کی عبارتوں کے ٹکڑے، یا مصرعے لکھتے جانا۔ خاص طور پر تنقیدی مضامین میں مجھے پسند نہیں اس سے غالباً عبارت رنگین تو ہو جاتی ہے اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ مضمون لکھنے والے نے ان مصنّفوں اور شاعروں کی تحریریں دیکھی اور مطالعہ کی ہیں لیکن اس کے مضمون کی سنجیدگی مجروح ہو جاتی ہے آخر یہ کیا ضرور ہے کہ آپ محمد حسین آزاد یا ابو الکلام آزاد یا خواجہ احمد فاروقی بننے کی کوشش کریں آپ نثار احمد فاروقی ہی کیوں نہ بنیں کہ یہ آسان تر بھی ہے اور باوقار بھی۔ پھر دوسری بات اس مضمون میں یہ کھٹکی کہ آپ نے بہت سے مضامین اور مصنّفین سے متعلق ایک ہی طرح کے تعریفی کلمے استعمال کئے ہیں۔ یاد رکھیے کہ تنقید میں تفضیل کل کا استعمال بہت سوچ سمجھ کے کرنا

چاہیے۔ چوں کہ یہ پرچہ ایک صاحب دیکھنے کو لے گئے ہیں۔ اس لیے میں متعلقہ مقامات کی نشان دہی کرنے سے قاصر ہوں۔ بہرحال جب آپ خود اسے ایک نظر دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا، کہ میرا اشارہ کون سے حصوں کی طرف ہے۔

ذکرِ مصحفی کی دونوں قسطیں بُرہان میں نظر سے گزری ہیں۔ دوسری قسط میں کلال پر جس تفصیل سے لکھا ہے، یہ غیر ضروری ہے۔ صرف معنی دے دینا کافی تھا اگر کوئی شخص اس سے مطمئن نہیں، تو وہ خود لغات کی طرف رجوع کرے۔ آپ کو اس طول نویسی کی کیا ضرورت پڑی ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

اور ہاں، یہ تو آپ نے لکھا ہی نہیں کہ وہ جناب سنہا صاحب کے کام کا کیا حشر ہوا۔ اس سے متعلق ضرور مطلع کیجیے گا۔ والسلام

۲۲

قاہرہ ٦/۷/۱۹۵۹ء

جنابِ مکرم ۔ گرامی نامہ ملا۔ میں نے اس کا جواب حسبِ ہدایت دہلی کے پتے پر لکھا تھا کہ پھر خیال آیا کہ آپ کم از کم اس مہینے کے وسط تک تو ضرور حیدر آباد میں ہوں گے۔ اس لیے کیوں نہ ایک اور کام کے لئے آپ کو لکھ دوں نواب سالار جنگ میوزیم کی جو ٹرسٹ کمیٹی ہے۔ اس کے سکرّ جناب محمد عبدالوہاب صاحب تھے۔ ان سے ملیئے۔ ان کے پاس میری بعض تصاویر ہیں وہ لے لیجئے۔ مزید ان سے کہیے کہ اگر جنابِ نصیر الدین ہاشمی صاحب نے دیوانِ معروف کا نسخہ مہیا کر لیا ہو، تو ان سے کہیے کہ وہ جناب عبدالحی صاحب سے دو کتابیں جو ان کے پاس میرے لیے پڑی ہیں۔ لا کے دے دیں اگر ممکن ہو تو ان دونوں کی قیمت (جو غالباً ایک ڈیڑھ روپیہ سے زیادہ نہیں) عبدالحی صاحب کو آپ خود اپنے پاس سے ادا کر دیں۔

پھر دیکھئے :۔ (۱) تصاویر جناب عبدالوہاب صاحب سے۔ (۲) دیوانِ معروف جناب نصیرالدین ہاشمی صاحب سے (۳) دو کتابیں جناب عبد الحی صاحب سے (قیمت ادا کر کے) یہ سب چیزیں آپ دہلی ساتھ لے جائیں اور جناب لالہ دوارکا داس شعلہ صاحب کے حوالے کر دیں (نام دوارکا داس ہے بھگوان داس نہیں) آپ کے خط کا جواب آپ کو دہلی پہنچنے کے بعد موصول ہو جائے گا انشاء اللہ

والسلام خاکسار مالک رام

۲۳

قاہرہ۔ ۳۰ ؍ ۷ ؍ ۱۹۵۹ء

جناب عالی آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۱۶؍۷ ملا۔ شکریہ

المنجد آپ براہِ کرم خود جا کے لالہ دوارکا داس سے لے آئیں۔ وہ کہاں آپ کے پاس بھیج سکیں گے۔ ان کا پتا پہلے لکھ چکا ہوں۔ احتیاطاً پھر لکھ دیتا ہوں۔

DWARKA DAS
C/O M/S. NARAINDAS WHOLESALE DRUGGIST
BEHIND RESERVE BANK OF INDIA
CHANDNI CHOWK

ان کا ٹیلیفون کا نمبر ۲۵۳۸۴ ہے

امید ہے اس دوران میں میرا مفصّل خط آپ کو مل گیا ہو گا۔ میرؔ کے متعلق اس میں لکھ چکا ہوں۔ مضامین سے متعلق کوئی فیصلہ ابھی نہیں کر سکا۔ یہ لکھیے کہ آپ کون سے مضمون شائع کرنا چاہتے ہیں؟ یہ بھی لکھیے کہ ۲۰ × ۳۰ / ۱۶ (ذکر غالب کا سائز) پر کتاب کی ضخامت کیا ہو گی۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

ہاں یاد آیا کہ اگر آپ کے حیدر آبادی دوست وہ چیزیں وہاں سے بھیج دیں تو کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ وغیرہ منہا کر کے صرف باقی رقم برہان والوں کے حساب میں جمع کرائی جائے۔ شکریہ

۲۴

قاهرہ ۱۷۔ دسمبر ۱۹۵۹ء

کرم فرمائے من ۳ / ۱۲ کے گرامی نامے کا شکریہ۔ آپ کی پریشانیوں کا حال پڑھ کے افسوس ہوا۔ خدا کرے اب آپ کو اطمینان حاصل ہو گیا ہو۔

سنہا صاحب کا کام بہت معلق ہو گیا۔ خدا معلوم، وہ کیا خیال کرتے ہوں گے میں یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ آپ نے اسے مکمل کر کے ان کے حوالے کر دیا ہو گا چوں کہ یہاں آنے کے بعد ہماری خط و کتابت نہیں رہی، اس لیے انھوں نے بھی نہیں لکھا۔

بہر حال جتنی جلد یہ کام ہو جائے، اچھا ہے، تاکہ ایک ذمّہ داری جو لی گئی ہے۔ اس سے گلو خلاصی ہو۔ ہاں ان کی کہانیوں میں جان ہونا، یا نہ ہونا، یہ ان کا اپنا معاملہ ہے آپ ترجمہ کر کے ان کے حوالے کر دیجیے۔ بقیہ سے ہمیں سروکار نہیں۔ تلامذۂ غالبؔ بازار میں ہے۔ ہر ایک شخص اس پر گفتگو اور جرح کرنے میں آزاد ہے۔ اگر آپ کو بھی اس سے اختلاف ہے، تو آپ بھی اپنی رائے کے اظہار میں پوری طرح آزاد ہیں جب مضمون شائع ہو گا تو دیکھوں گا۔ انشاءاللہ

"میرؔ کی آپ بیتی" پر انعام کی خبر سے خوشی ہوئی۔ مبارک ہو اور دعا ہے کہ خداوند کریم اسے مزید ترقیات اور فتوحات کا پیش خیمہ ثابت کرے۔ آمین

پگڈنڈی کا پرچہ نہیں ملا۔ یہاں بحمدہٖ تعالیٰ تمام افراد قافلہ بخیر ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک، سب احباب سے سلام کہیے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۵

قاہرہ ۳ / ۳ / ۶۰ ۱۹ء

کرم فرمائے من۔ ۱۲ / ۲ کے گرامی نامے کا شکریہ

اگر آپ کے خیال میں وہ مضمون "خرافات" کی قسم سے تھا تو اسے شائع نہیں ہونا چاہیے تھا اور اگر یہ سنجیدہ چیز تھی، تو آپ کو اس کے لیے بار بار معذرت

پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ رہی آپ کی اس پر آمادگی کہ اگر مجھے اس کے مندرجات سے کہیں اختلاف ہو، تو آپ تلافی کر دیں گے، تو جہاں اس کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں، وہیں یہ بھی کہنے سے نہیں رک سکتا کہ اب اس کا کون سا موقع ہے۔ مضمون چھپ گیا اور اگر اس میں کوئی اغلاط ہیں (اور واقعی ہیں بھی) تو اب تلافی کیسے ہو سکتی ہے۔ بہر حال آپ نے جن اغلاط اور میرے مسامحات کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کا شکریہ۔ اگر کبھی کتاب کی طبع ثانی کا موقع آیا تو انھیں میں نظر میں رکھوں گا۔

خدا کرے۔ جناب اشک[۱۷] صاحب نے پورا غور کر لیا ہو کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔

پگڈنڈی کا مرسلہ پرچہ مجھے نہیں ملا۔

میرے مضامین کی اشاعت کا مسئلہ ابھی قبل از وقت ہے۔ جب وقت آئے گا۔ دیکھا جائے گا۔

دلؔ کی جو تاریخ وفات ان کے صاحبزادے نے لکھی ہے، طبعاً وہی درست ہے اور اس میں مزید تردّد کی ضرورت نہیں۔

آپ نے سنہا صاحب کی کتاب اور اس کے ترجمے سے متعلق پھر کچھ جواب نہیں دیا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲۶

۱۴ مارچ ۱۹۶۵ء

مکرمی ۲۰ فروری کے گرامی نامے کا شکریہ۔

میں نے ملاقات کے موقع پر عرض کر دیا تھا کہ میرؔ کی آپ بیتی کا نسخہ فی الحال میرے لیے سہل الحصول نہیں۔ کتابیں ہنوز صندوقوں میں بند پڑی ہیں اور خدا معلوم کب تک یوں ہی پڑی رہیں۔ جب تک مکان میں انھیں ٹھیک سے رکھنے کی جگہ

نہ ہو صندوقوں کا کھولنا بیکار ہے۔

اس لیے اس مقدمے پر اضافہ ممکن نہیں، کیوں کہ اس کے لیے بھی ایک مرتبہ پھر کتاب کو دیکھنا چاہیے چوں کہ یہ ممکن نہیں۔ آپ اسی طرح اسے شامل کتاب کر سکتے ہیں۔ اور بے شک حذف بھی کر ڈالیے۔ آخر فائدہ؟ اگر آپ چاہیں گے تو میں اسے واپس بھیج دوں گا۔

والسلام خاکسار مالک رام

۲۷

۲۵، ستمبر ۱۹۷۰ء

مکرمی جناب نثار احمد صاحب، آداب۔

میں ابھی ابھی ڈائری دیکھ رہا تھا، تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ میں نے آپ کو آئندہ ہفتے کے دن سہ پہر ۴ بجے آنے کے لیے کہا ہے، حالانکہ ہفتے کے دن ہمارا دفتر صرف ۲ بجے تک ہوتا ہے۔

براہِ کرم پیر کے دن ۴ بجے تشریف لائیے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر ٹیلیفون پر بتائیے کہ کس دن آسکیں گے؟

خاکسار مالک رام

اگر ممکن ہو، تو صبا کا آزاد نمبر بھی تلاش کیجیے۔

۲۸

نئی دلّی ۲۳، اکتوبر ۱۹۷۰ء

مکرمی آداب۔

امید ہے آپ موعودہ مضامین تیار کر رہے ہوں گے۔ جس حد تک ممکن ہے اس میں تاخیر نہیں ہونا چاہیے۔

مدائح الشعرا سے متعلق انھیں اپنی ہدایت یاد نہیں آرہی ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ ان کے خط اس سلسلے میں ہنوز آپ کے پاس محفوظ ہیں۔ نیز مشفق[۱۸] خواجہ کی رسید بھی کیا آپ یہ دونوں خط ساتھ لا سکتے ہیں؟

کہیے "تحریر" کی توسیع اشاعت کے لیے آپ کی مساعی کس حد تک کامیاب رہیں؟

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

پس نوشت کیا کسی پرچہ نے اپنا شکیل نمبر شائع کیا ہے؟ پاکستان سے ایک صاحب نے دریافت کیا ہے۔

حواشی

۱ه یونس صاحب سے مراد ہے، یونس دہلوی (شمع ماہنامہ کے اڈیٹر)

۲ه قطبی صاحب سے مراد رحمت قطبی ہے، جو پرانی کتابوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ رہائش بلیماران میں ہے۔ دلی کی حضرت فاطمہ بی سام کی درگاہ کے متولّی ہیں۔

۳ه 'دیوانِ غالب' اردو کا دوسرا اڈیشن جو ۱۹۴۷ء میں چھپا تھا۔ دلی یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ یہ نسخہ وہاں سے غائب ہو چکا ہے۔ یہ نسخہ نور الدین احمد لکھنوی کے زیر اہتمام چھپا تھا۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے نسخہ عرشی میں اس اڈیشن کا تفصیلی تعارف کرایا ہے۔

۴ه سنہا صاحب مالک رام صاحب کے دفتر میں چیف کنٹرولر تھے۔

۵ه نارنگ صاحب سے مراد گوپی چند نارنگ ہے۔

۶ه 'المنجد' عربی لغت

۷ه 'ذکر میر' کا ترجمہ پروفیسر نثار احمد فاروقی نے کیا تھا، یہ اسی کا ذکر ہے۔

۸ه قاضی صاحب سے مراد قاضی عبدالودود ہے۔

۹ه فرخ جلالی صاحب آزاد لائبریری علی گڑھ میں ملازم تھے۔

۱۰ه جیون لال غالب کے عہد میں انگریزوں کا ایک مخبر تھا۔

۱۱ه حافظ ویران شاعر تھے اور ذوق کے شاگرد تھے۔

۱۲ه ظفر سے مراد، بہادر شاہ ظفر ہے۔

۱۳ه ڈاکٹر فاروقی، خواجہ احمد فاروقی (صدر شعبہ اردو دلّی یونیورسٹی) جن کا ۳۱ دسمبر ۱۹۹۵ء کو انتقال ہو گیا۔ مدفن:- علی گڑھ

۱۴ه لالہ دوارکا داس سے مراد، لالہ دوارکا داس شعلہ ہے۔ تلمیذ حفیظ جالندھری۔
ولادت: ۱۳ اگست ۱۹۱۰ء لاہور، وفات: ۹/۱۰ اپریل ۱۹۸۳ء نئی دلّی (تذکرہ ماہ و سال)

۱۵؎ نصیرالدین ہاشمی، ولادت: ۱۵؍مارچ ۱۸۹۵ء حیدر آباد،
وفات ۲۶؍ستمبر ۱۹۶۴ حیدر آباد (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۶؎ آپ کا گرامی نامہ مورخہ، ــــ میں تاریخ نہیں ہے۔

۱۷؎ اشک صاحب سے مراد، اپندر ناتھ اشک ہے۔
ولادت: ۱۴؍دسمبر ۱۹۱۰ء (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۸؎ مشفق خواجہ، خواجہ عبدالحئی، ولادت: ۱۹؍دسمبر ۱۹۳۵ء، محلہ محمد نگر، میور روڈ لاہور
(تذکرۂ ماہ و سال)

پروفیسر گوپی چند نارنگ

قاہرہ ۲۵/ ۵/ ۱۹۵۸ء

کرم فرمائے من

گرامی نامے کا دلی شکریہ۔

میں جس دن یہاں پہنچا۔ اسی دن بیمار ہو گیا۔ ہوا یہ کہ ہندوستان میں موسم گرم تھا اس لیے ہم سب لوگ بہت ہلکے کپڑے پہنے تھے۔ جہاز پورٹ سعید رات کے ایک بجے کے لگ بھگ پہنچا اور ہم لگ علی الصباح تین بجے اترے۔ سردی بہت سخت تھی، اس پر سمندر کی ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیمار ہو گیا۔ چرک دھانس تو ابھی تک چلی جاتی ہے۔ لیکن طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ الحمد للہ۔

میں جگرؔ[1] صاحب کو خط نہیں لکھ سکا لیکن یہ خوش خبری آپ نے سنائی کہ بے خبرؔ[2] کا دیوان وغیرہ مل گیا۔ خوب ہوا۔ تفصیلات کا بے صبری سے انتظار ہے۔ آپ نے تمام معلومات پچھلے خط ہی میں لکھ دی ہوتیں۔ بہر حال اب لکھ دیجیے۔ میں آج ہی ایک خط جگر صاحب کو بھی لکھ رہا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ اس کی قیمت ادا کرنے کی کیا صورت ہے اور معاملہ کتنے میں طے ہوا۔ شاید انھوں نے آپ سے کچھ کہا ہو۔

میں نے یہاں سے ایک خط سرور صاحب کو لکھا تھا اور اس میں انہیں اطلاع دے دی تھی کہ خطوطِ غالبؔ[3] (۱) کی کاپیاں مکمل ہو گئی ہیں اور آپ انہیں بھجوا دیں گے میں نے ابھی تک بل انہیں نہیں بھیجا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بل کہیں کاغذوں میں

مل گیا ہے اور اسے تلاش کرنا پڑے گا۔ وہاں کے حالات سے مطلع کرتے رہا کیجیے۔
اور کون حضرات میرے خط کے منتظر ہیں؟ جناب خواجہ احمد فاروقی صاحب کی
خدمت میں شکریہ کا خط لکھ ہی چکا ہوں۔ پرسندگانِ حال سے سلام کہیے۔

والسلام والاکرام خاکسار : مالک رام

پس نوشت ــ آپ کے مقالے کا کیا ہوا؟

۲

قاہرہ ۷ / ۳ / ۱۹۵۹ء

مکرم بندہ! تسلیمات

دونوں گرامی نامے ملے۔ پہلے میں آپ نے بے صبر کے دیوان سے مطلوبہ چیزیں نقل کر کے بھیجنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ اس کے لیے شکریہ قبول فرمائیے۔

منشی جیون لال صاحب نے جو سکّہ غالب سے منسوب کیا ہے۔ اس سے متعلق یقین سے کچھ لکھنا تو ناممکن ہے۔ لیکن ایک بات ہے کہ منشی صاحب موصوف دربار میں حاضر نہیں ہوں گے۔ وہ کمشنر دہلی کے دفتر میں ملازم تھے۔ شورش کے بعد وہ سانڈرس کمشنر کے منشی تھے۔ غالب کی ان سے ملاقات تھی اور ان کے ایک خط میں جو انہوں نے میر مہدی مجروحؔ کے نام لکھا ہے، ان کا نام آیا ہے۔ تو خیر، مدعا یہ کہ انگریزی ملازم ہونے کی وجہ سے غدر کے ایّام میں ان کا ظفرؔ کے دربار میں جانا آنا مشکل معلوم ہوتا ہے اگر یہ سکّہ انہوں نے غالب سے منسوب کیا ہے تو ظاہر ہے کہ کسی نے ان سے یوں کہا ہوگا۔ اب اس دوسرے شخص کی روایت کہاں تک صحیح ہوسکتی ہیں۔ اس کا اندازہ گوری شنکر کی روایت ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ اسی سے میرا خیال ہوتا ہے کہ غالباً یہ سکّہ بھی غالب نے ہی لکھا تھا۔ خود غالب بھی کسی سکّہ کے لکھنے سے انکاری نہیں۔ واللہ اعلم

انشار کا دیوان کون سے مطبع اور کس سنہ کا ہے؟ کیا قائمؔ کا دیوان وہی ہے جو حسرتؔ موہانی نے کسی زمانے میں شائع کیا تھا یا کوئی اور نسخہ؟ کیا میرؔ کا کلیات بازار میں ملتا ہے؟ اس کا ناشر کون ہے اور کیا دام ہیں؟

والسلام والاکرام خاکسار : مالک رام

۳

قاہرہ (مصر) ۲۴/۵/۱۹۵۹ء

مکرم بندہ - افسوس ہے کہ میں آپ کے پچھلے خط کا جواب نہیں دے سکا۔ آج آپ کا دوسرا خط ۱۸/۵ کا ملا۔ شکریہ

آپ تینوں دیوان جناب دوارکا داس صاحب شعلہ کے حوالے کر دیجیے۔

NARAINDAS BHAGWANDAS
WHOLESALE DRUGGEST
BEHIND STATE BANK OF INDIA
CHANDNI CHOWK

وہ دوسری چیزوں کے ساتھ انہیں بھجوا دیں گے۔ شکریہ۔ آج سرور صاحب کا ایک خط ملا جس سے معلوم ہوا کہ خطوطِ غالب کی بعض کاپیاں پتھر سے اڑ گئی ہیں۔ اب یہی صورت ہے کہ انہیں دوبارہ لکھوایا جائے جس کاتب نے انہیں لکھا تھا، وہ بدخط اور احمق ہے لیکن اب اگر یہ اس سے نہ لکھوائی جائیں تو ایک کتاب میں دو خط ہو جائیں گے۔ اس لیے طوعاً و کرہاً اسی سے لکھوانا پڑیں گی اس کا نام قیصر ہے اور وہ بُرہان (ماہنامہ) کی گلی میں رہتا ہے۔ جناب قاضی معزالدین احمد (آزاد کتاب گھر) یا خالد میاں سے اس کے مکان کا پتا مل جائے گا۔

لیکن اس سے ملنے سے پیشتر سرور صاحب سے دریافت کیجیے کہ کونسی کاپیاں لکھوانے کی ضرورت ہے۔ اور کیا وہ اس سے لکھوانا چاہتے ہیں۔ میں نے سرور صاحب کو لکھا ہے کہ پروف وہ آپ کے پاس بھیجیں۔ آپ اس کتاب کی کتابت کی خصوصیات سے واقف ہیں۔ اس صورت میں مسودہ آپ اپنے پاس رکھیئے۔ لیکن اگر وہ یہ نہ مانیں تو پھر یہ ان کے پاس بھیجنا ہی پڑے گا۔ اس صورت میں کوشش کیجیے کہ اسے ان سے واپس لے لیں۔ اس پر متعدد باتیں ڈاکٹر صدیقی صاحب نے میرے لیے لکھی تھیں۔ میں اسے ان باتوں کی وجہ سے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔

کاتب سے رسید پانچ سو بہتر (۵۷۲/-) روپے کی لی گئی تھی۔ اس میں ۵ روپے نادراتِ

غالب کی قیمت بھی تھی۔ آپ کاتب سے دریافت کیجیے کہ تفصیل کیا تھی۔

آفتاب کے داخلے سے متعلق دوار کا داس صاحب تگ و دو کر رہے ہیں۔ ان سے پوچھیے اور معاملہ سمجھ لینے کے بعد اگر کوئی بات آپ کے بس کی ہو، تو ان کی مدد کیجیے۔ شکریہ

جناب منوہر سہائے انور کی خدمت میں میرا اسلام نیاز مندانہ عرض کیجیے۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۴

قاہرہ ۵/ ۱۱/ ۱۹۵۹ء

جناب عالی۔ میں نے ادھر دو تین خط لکھے ہیں۔ جواب کسی کا نہیں ملا۔ اس کی وجہ کثرتِ کار ہی ہو گی۔

میں نے دلّی کالج میگزین کے خاص "دلّی نمبر" کا ذکر پڑھا ہے مہربانی فرما کر اس کا ایک نسخہ بھیج دیجیے۔ رسالہ رجسٹری سے بھیجا جائے۔ شکریہ۔

امید ہے آپ نے خطوطِ غالب کا مسوّدہ سرور صاحب کو بھیج دیا ہوگا۔

والسلام خاکسار: مالک رام

یہ خط لکھ چکا تھا کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔

اچھا ہوا کہ خطوطِ غالب کا مسوّدہ آپ نے سرور صاحب کو بھیج دیا۔ ہوا یہ کہ انہوں نے خط میں لکھا کہ کاپیاں خراب ہو گئی ہیں، کیوں کہ باوجود متواتر مطالبات کے نارنگ صاحب نے مسوّدہ آج تک نہیں بھیجا؟ اس لیے چھپائی کا کام رکا پڑا ہے کتابت بہت خراب ہوئی ہے اور کاتب معلوم ہوتا ہے کوئی مبتدی تھا۔ اس میں بے شمار اغلاط ہیں۔ غرض کچھ اس طرح کا خط تھا۔ میں کیا کہتا کہ اس کتاب کے لکھوانے میں اور اس کی کابیاں دیکھنے میں کاتب نے جتنا مجھے پریشان کیا تھا، وہ میں ہی جانتا ہوں جہاں تک خوشخطی کا سوال ہے ان کی شکایت بجا تھی اور اگر وہ اتنا ہی لکھتے تو مجھے ان کی مان لینے میں عُذر نہ ہوتا۔ لیکن انہوں نے یہ جو لکھا کہ اُجرت

بہت دی گئی ہے اور کا پیوں میں بے شمار غلطیاں ہیں، تو میرا دل جل گیا کہ یہ اچھا صلہ ساری زحمت کا ملا۔ اسی لیے میں نے انھیں لکھا کہ ان کاپیوں کو دریا برد کر دیجیے۔ اور کتاب نئے سرے کسی اچھے کاتب سے لکھوا لیجیے۔ آپ کو یہ معلوم ہی ہے کہ بہتر روپئے جو ان کی طرف تھے، وہ انھوں نے آج تک ادا نہیں کیے۔ پانچ سو انھوں نے دیئے تھے، یہ میں واپس کروں گا۔ بھائی، آخر تجربہ اور عقل مفت میں تو نہیں مل سکتے۔

'کلیاتِ بے صبر' سے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا، اسے سن کر افسوس تو ضرور ہوا، لیکن سچ مانیے، تعجب بالکل نہیں ہوا۔ میں نے ان کے اخلاق کا ایک ایسا مظاہرہ دیکھا ہے کہ اس کے دیکھنے کے بعد، وہ جو بھی کر گزریں، مجھے اس سے قطعاً کوئی تعجب نہیں ہوگا۔

میری واپسی ۱۹۶۱ء کے آغاز سے قبل مشکل ہے۔ تین برس تو پورا کرنا ہی پڑیں گے۔ اس صورت میں مارچ / اپریل ۱۹۶۱ء تک واپسی کی توقع ہو سکتی ہے۔ انشاءاللہ۔

آپ کی تینوں کتابیں مل گئیں۔ یہ خاتمؔ خاندان تیموریہ کے ایک شاہزادے تھے وہ چاندپوری بزرگ نہیں۔

عرشؔ، انورؔ، آزادؔ اور دوسرے سب احباب کی خدمت میں بھی میرا آداب پہنچایئے

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۵

برسلز ۵۔ اپریل ۱۹۶۱ء

جناب بندہ

میرا پچھلا خط ملا ہوگا۔ اس کے دو تین دن بعد آپ کی مرسلہ کتاب موصول ہوئی تھی لیکن جیسا کہ میں اپنے گزشتہ خط میں لکھ چکا ہوں، یہ کتاب مجھے یہاں سفارت خانے کے کتاب خانے سے مل گئی تھی؟ اس لیے غیر ضروری تھی۔ چناں چہ میں نے

اسے آزاد صاحب ہی کے نام واپس بھیج دیا تھا۔ امید ہے انھوں نے اسے آپ کے حوالے کر دیا ہوگا۔ بہر حال آپ کی اور آزاد صاحب کی زحمت اور ہمدردی کا شکریہ کہ آپ لوگوں نے رد کرنے کی سعی فرمائی۔ یوں یہ کتاب میرے مطلب کی بھی نہیں تھی۔ بہر حال وہ ضرورت اب رفع ہو گئی، مزید تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔

انتخاب یادگار (امیر مینائی) میں جہاں غالب کا تذکرہ ہے وہاں انہوں نے مرزا غالب کے حالات میں ان سے مہاراجہ جے پور کی ملازمت اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے۔ دیکھ کے لکھیئے کہ ان کا حوالہ ص (۲۴۰) ہی ہے یا کچھ اور۔ میں نے جہاں اس کی یاد داشت قلم بند کر رکھی ہے وہاں صفحہ کا حوالہ ٹھیک سے پڑھا نہیں گیا غالباً (۲۴۰) ہی ہے لیکن اس کی تصدیق چاہتا ہوں ذکرِ غالب ختم ہو گیا اور مکتبہ جامعہ والے اسے پھر سے شائع کرنا چاہتے ہیں اس پر نظرِ ثانی کر رہا ہوں اس لیے میں یہ اطلاع دے رہا ہوں۔ بلکہ انتخاب یادگار سے یہ سطریں نقل کر کے بھیج دیجیے ۔ وہ خطوطِ غالب کا مقدمہ شائع ہوا یا نہیں؟ اس کا مقدّمہ چھپنا باقی تھا۔ اور سرور صاحب نے لکھا تھا کہ مارچ کے آخر تک یہ کام ضرور مکمّل ہو جائے گا

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

ڈاکٹر انور سے بعد ملاقات میرا آداب کہیے گا۔

۶

برسلز ۱۸ اپریل ۱۹۶۱ء

مکرم بندہ

امداد اللہ صابری کی کتاب 'تاریخ صحافت اردو' میں جہاں انھوں نے نواب شمس الدین احمد خاں کی پھانسی کا واقعہ کا بیان کیا ہے وہاں دلّی اردو اخبار کا حوالہ بھی دیا ہے۔ لکھیئے کہ اس اخبار کی اشاعت کی تاریخ وغیرہ کیا تھی۔ خاص طور پر وہ مقام درکار ہے جہاں ان کی نماز جنازہ اور مولانا محمد اسحاقؒ کی امامت کا ذکر ہے۔ محض حافظے سے لکھ رہا ہوں، ممکن ہے، دلّی اردو اخبار کی جگہ ماخذ کوئی اور اخبار ہو

امداد صابری صاحب کی کتاب کا صفحہ بھی لکھیے گا۔

خاکسار : مالک رام

۷

برسلز ۳۱ مئی ۱۹۶۱ء

کرم فرمائے من

۱۵ مئی کے گرامی نامے اور اس میں مندرجات دونوں کا شکریہ

ارجن دیو ۱۷ کو یہاں شام کے وقت پہنچا۔ اسی دن سہ پہر کو میں نے خط لکھا تھا کہ ابھی تک اس کے لندن سے پہنچنے کی کوئی خبر نہیں ملی۔ اس کے دو تین گھنٹے بعد وہ آگیا تھا۔ دو ایک دن ٹھہر کر واپس جرمنی چلا گیا۔ ماشاءاللہ بہت ہونہار اور ذہین بچہ ہے۔ اب سنیئے کام کی باتیں۔

(۱) مولانا محمد حسین آزادؔ کے خطوط کا مجموعہ محمد طاہر مرحوم نے چھاپا تھا۔ نام ہے: مکتوباتِ آزادؔ۔ اس کے آخر میں ایک ضمیمہ ہے جس میں مرزا غالب کا ایک خط ٹانک دیا گیا ہے۔ اس خط کی نقل بقیدِ صفحہ درکار ہے۔ کتاب کا سال اشاعت اور مطبع کا نام بھی۔

(۲) کرنیل سلیمان کی کتاب RAMBLES AND RECOLLECTION OF AN INDIAN OFFICIAL کے سالِ طباعت اور مطبع کا نام درکار ہے۔ یہ کتابیات کے لیے ہے۔ کوئی سا ایڈیشن ہو مضایقہ نہیں۔ میں نے صفحہ کا حوالہ نہیں دیا، صرف باب '۱۲' لکھا ہے۔ ہاں میرے ذخیرے میں اس کا وہ ایڈیشن ہے، جو دو حصوں میں طبع ہوا تھا۔ اگر آپ کی نظر سے ایک جلدی ایڈیشن گزرے اور اس کی معلومات مہیا کریں، تو اس امر کی صراحت کر دیجیے گا۔ (دیکھیئے ذکرِ غالب، ص ۵۷ حاشیہ)

(۳) غدر کی کوئی تاریخ دیکھیے مثلاً COL. G.B. MALLESON کی کتاب HISTORY OF THE INDIANJ MUTINY (۳ جلد) ہے یا SIR JOHN KAYE کی A HISTORY OF THE SEPOY WAR IN INDIA میں بھی ہے۔ ان میں سے انڈکس میں سے ایک شخص BUNR کا

پورا نام معلوم کیجیے۔ اندر بھی دیکھ لیجیے۔ سر حرف HP ہیں یعنی COL. H. P.
BURN یہ دوبارہ قبضے کے بعد دلّی کا فوجی گورنر مقرر ہوا تھا۔ میں HP کی
جگہ پورا نام چاہتا ہوں۔ اگر ان دونوں کتابوں سے پتا نہ چلے تو کہیں اور دیکھیے
اس عہد کی کتابیں بہت ہیں کسی نہ کسی میں ضرور نکل آئے گا۔ لیکن خیال
رہے کہ سر حرف H. P. ہیں۔ کسی اور کا نام نہیں چاہیے۔ حوالہ جب بھی لکھیں، مطبع
کا نام اور سالِ طباعت ہونا چاہیے۔ شرح طبا طبائی میں یہ التزام نہیں کیا گیا۔

(۴) سب رس کا حوالہ اب ضروری نہیں رہا! مجھے میرا مضمون کاغذوں سے دستیاب
ہو گیا ہے۔

(۵) حاتم علی بیگ مہر کے دیوان سے متعلق اتنی کاوش کی ضرورت نہیں۔ اگر آسانی
سے مل جاتا تو اچھا تھا لیکن اب علی گڑھ لکھنا دردِ سر ہے۔ آپ نے دلّی کالج میں بھی
یقیناً دیکھ لیا ہوگا۔

ذرا یہ معلومات جلد جلد بھیجنے کی زحمت گوارا فرمایئے کام نصف کے قریب
ہو چکا ہے۔

اُردوئے معلّٰی ابھی تک نہیں ملا کل ڈاک آنے والی ہے شاید اس میں آجائے۔
ذکرِ غالب کا کام ٹھیک ہو رہا ہے، پہلا باب لکھ چکا ہوں۔ اس میں کوئی دس صفحے
کا اضافہ ہوا یہ کام تھا دلّی میں کرنے کا نہ کہ یہاں، جہاں نہ کتاب ہے۔ نہ کوئی اور مرجع۔
بہرحال اگر پھر کوئی ایڈیشن شائع ہوا، تو رہی سہی کمی پوری کر دوں گا۔ ڈاکٹر انور
صاحب سے سلام کہیے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۸

برسلز: ۱۲/ جولائی ۱۹۶۱ء

مکرمی لیجیے یہ مسوّدہ ذکرِ غالب کا حاضر ہے۔ آپ تاباں صاحب کے حوالے
کرنے سے پہلے ایک نظر دیکھ کر مندرجہ ذیل باتوں کی تصدیق کر لیجیے۔

۱ ۔ ص ۵۲۔ حاشیے میں احوالِ غالب P 30 کے صفحے کا حوالہ نہیں لکھا گیا۔ کتاب یہاں نہیں اس میں سے خواجہ قمرالدین خاں راقم کا مضمون دیکھ کر ص کا نمبر لکھ دیجیے۔

۲ ۔ ص ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ یہاں سبد باغ دو در سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ اس قلمی نسخے پر مبنی ہے۔ جو سید وزیر حسن عابدی کے اصلی نسخے کی نقل ہے اور میرے پاس ہے کسی نے لکھا تھا کہ انھوں نے اس کا منظوم حصہ اورینٹل کالج میگزین لاہور کے اگست ۱۹۶۰ء کے شمارے میں شائع کر دیا ہے۔ میں نے لاہور اور کراچی بعض صاحبوں کو اس کے لیے لکھا، لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ آپ اسے پڑھ کر اور شعروں کو گن کر دیکھ لیں کہ کہیں غلطی تو نہیں ہو گئی بلکہ یہ حصہ بہت دور ہے اگر یہ شمارہ نہ بھیج سکیں تو روانہ کر دیجیے تاکہ میں اسے دیکھ لوں۔

۳ ۔ ص ۷۵، ۱۴۷، ۱۵۳ وغیرہ میں لکھا ہے دیکھیے اوپر، یہ سب جگہیں آپ کی نظر میں رہنا چاہیں، تاکہ ان صفحات کا نمبر ٹھیک اضافہ ہو سکے۔

۴ ۔ اضافہ نمبر ۴۲ (ص ۲۵۹) یہاں ایک دو شعر کا قطعہ لکھا ہے۔ اس قطعہ کا دوسرا مصرع میری نظر میں ٹھیک نہیں۔ لیکن جو نقل میرے پاس ہے۔ اس میں یہ اسی طرح لکھا ہے۔ آپ اورینٹل کالج میگزین کا یہ شمارہ دیکھ کر اسے صحیح کر لیجیے۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اس صورت میں اس کے بعد علامت استفہامیہ (؟) غیر ضروری ہو جائے گی، اسے حذف کر دیجیے۔

۵ ۔ کتاب کے شروع میں تفصیلی فہرست مضامین اور آخر میں اشاریہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں موجودہ کتابت کی رو سے ہیں۔ بہتر ہو اگر کاتب فہرست سب سے آخر میں لکھے۔ یعنی آپ جب کاپیاں دیکھیں، تو خطوط وحدانی کے اندر نئے نمبر لکھتے رہیں اور یہ سب سے آخر میں لکھوالیں۔ یہی صورت اشاریے سے متعلق ہے۔ کاپیاں دیکھتے وقت نئے صفحات کی یادداشت ناموں کے آگے لکھتے رہیے اور پھر اسے لکھوا لیجیے، غالباً کسی نئے نام کا اضافہ تو نہیں کرنا پڑے گا

کیوں کہ میں نے اس کا خیال رکھا ہے۔ تاہم اس پہلو سے بھی آپ دیکھ لیجیے گا؛ ممکن ہے کوئی نام سہواً رہ گیا ہو۔

۶ ۔ میں نے کاتب کے لیے تفصیلی ہدایات قلم بند کر دی ہیں۔ آپ بھی انھیں بغور مطالعہ کر لیجیے گا۔ میں چاہتا ہوں، کتابت ان اصولوں پر ہو۔ یہ کاغذ کاتب کے حوالے کر دیجیے۔

۷ ۔ تاباںؔ صاحب کے لیے بھی خط ملفوف ہے۔

۸ ۔ کتابیات میں بھی بعض کتابوں سے متعلق تفصیلات مکمّل کر لیجیے گا۔

آپ کو اس سلسلے میں جو زحمت ہو گی، مجھے اس کا اندازہ ہے۔ بہرطور اب آپ نے یہ مصیبت خود ہی مول لی ہے اسے نبھائیے۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۹

برسلز ۹۔ اگست ۱۹۶۱ء

بندہ نواز

امید ہے میرا گزشتہ ہفتے کا خط ملا ہو گا۔

ابھی مسودّے میں ایک جگہ تبدیلی کی ضرورت ہے، اور یہ سبد باغ دو در کا مضمون ہے، لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک میگزین کا وہ شمارہ میں دیکھ نہ لوں، جس میں یہ شائع ہوا ہے۔ اس لیے مہربانی فرما کر اسے جلد بھجوانے کی کوشش کیجیے گا۔

کیا اس کے بعد انھوں نے اس کا نثری حصہ شائع نہیں کیا؟ اگر یہ بھی شائع ہو گیا ہو تو وہ شمارہ بھی بھجوا دیجیے گا۔

یہاں بفضلہٖ تعالےٰ سب افراد قافلہ بخیر ہیں اور دعاگو

والسلام والاکرام

کتابیات میں چند اضافے کرنا تھے۔ امید ہے کہ کر دیے گئے ہوں گے۔

۱۰

برسلز: بلجیم ۱۳/اگست ۱۹۶۱

مکرمی

میں پچھلے ہفتے ایک کام سے سویٹزرلینڈ[19] چلا گیا تھا۔ اس لیے خط نہ لکھ سکا لیکن پرسوں جمعہ کے دن واپس آیا، تو معلوم ہوا کہ اس ہفتے آپ نے بھی خط نہیں لکھا۔ بہرحال اس اثنا میں ڈاکٹر سید عبداللہ[20] صاحب نے کرم فرمایا اور اورینٹل کالج میگزین کے پچھلے تین برس کے تمام شمارے روانہ کردیئے۔ انہی میں اگست ۱۹۶۰ء کا وہ شمارہ بھی تھا۔ جس میں عابدی[21] صاحب کے مرتبہ 'باغ ودودر' کا منظوم حصہ شائع ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میں نے دو لفظ زائد لکھ دیئے ہیں۔ مہربانی فرما کر مسودے میں یہ تصحیح کردیجیے۔

(۱) ۱۵۹ یہاں سید باغ ودودر' کے عنوان کے بعد نام سید وزیر حسن عابدی' لکھا ہے یہ سید وزیرالحسن عابدی ہونا چاہیئے۔ یہ عبارت اس طرح لکھیئے "سید وزیرالحسن عابدی ایم۔اے (ریڈر) اورینٹل کالج لاہور"

(۲) ص ۱۶۰۔ یہاں میں نے اسی عنوان کے تحت آخر میں کچھ اضافہ کیا ہے اور لکھا ہے: "اس نظم کا حصہ حواشی سمیت شائع کردیا ہے" اس میں سے دو لفظ 'حواشی سمیت' حذف کردیجیے۔ جو حصہ اگست ۱۹۶۰ء کے شمارے میں چھپا ہے' اس میں صرف متن ہے' حاشیہ کوئی نہیں۔ یہ غالباً آخر میں نثر کے بعد ہوگا۔

اس اگست ۱۹۶۰ء کے شمارے کے ص ۲۸ پر وہ قطعہ ہے جو میں نے مسودے کے ص ۲۵۹ پر اضافہ کیا ہے۔ اس کا مصرع ثانی لفظ 'ھجیر' پر ختم ہوا ہے۔ خدا معلوم اس کا یہاں کیا مصرف ہے۔ میں نے بہت خیال کیا لیکن کوئی معنی سمجھ میں نہیں آئے۔ خیال یہ تھا کہ باغ ودودر کی جو نقل میرے پاس ہے' اس میں شاید یہ لفظ غلط لکھا گیا ہے اور اصل میں لازماً صحیح ہوگا۔ اب اس شائع شدہ قطعے سے معلوم ہوا کہ نقل مطابق اصل ہے اور دونوں جگہ کلمہ 'ھجیر' ہی ہے۔ آپ اسی طرح رہنے دیں' جیسا میں نے لکھا ہے۔

گویا جس طرح مسودہ آپ کے پاس پہنچا ہے اس میں ان دو ترمیموں کے علاوہ اور ردّو بدل کی ضرورت نہیں۔ امید ہے، کتابت شروع ہو چکی ہو گی۔ خدا کرے تاباں صاحب نے کسی خوش خط کاتب کا انتخاب کیا ہو۔ پچھلا ایڈیشن اس پہلو سے کمزور تھا۔

آپ نے لکھا تھا کہ میں نے مسودہ بھیجنے میں بہت تاخیر کر دی مجھے اس کا اعتراف ہے۔ لیکن کیا کروں! دفتری کام سے فرصت نہیں ملتی، ہر رات تھوڑا تھوڑا لکھتا رہا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک ایک لفظ پڑھا گیا ہے۔ حوالے مکمّل کیے گئے ہیں، نئے مضامین کا اضافہ ہے خود آپ نے بعض حوالے وغیرہ دیر سے بھیجے، یہ بھی کچھ تاخیر کا باعث ہوا۔ بہر حال مضی ما مضٰی! اب شکایت و معذرت کی ضرورت نہیں۔ خدا کرے، محنت مقبول ہو۔ میری خواہش یہ ہے کہ اب اس میں حذف و اضافہ نہ کیا جائے انشا اللہ

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۱۶/ ۸/ ۱۹۶۱ء

یہ خط آج جا رہا ہے۔ دوبارہ سوچنے کے بعد خیال آیا کہ ابھی سبد باغ دو در والے حصے میں تبدیلی نہ کیجیے۔ شاید مئی کے شمارے میں نثر کا حصہ اور تعلیقات چھپ جائیں اس صورت میں تبدیلی کی اور صورت ہو گی۔ نام البتہ بہر حال درست کرنا ہو گا۔ کیا مئی کا شمارہ وہاں پہنچ گیا ہے؟ مالک رام

۱۱

برسلز ۱۸/ اکتوبر ۱۹۶۱ء

جناب بندہ۔ ۲ اکتوبر کے گرامی نامے کا شکریہ

خوشی ہوئی کہ ذکرِ غالب کی کتابت شروع ہو گئی ہے۔ خدا کرے انھوں نے کاتب کوئی ڈھنگ کا اس کام پر لگایا ہو۔ پچھلی مرتبہ کی کتابت مجھے پسند نہیں تھی۔ لیکن میں ان ایّام میں مصروف تھا، جب تیسرا ایڈیشن لکھا گیا ہے! اگرچہ اس کی کابیاں میں نے دیکھ لی تھیں کیوں کہ اس وقت تک میں دہلی پہنچ گیا تھا۔ اب کے یہ بھی ممکن نہیں۔

آپ نے کسی خط میں لکھا تھا کہ آخری پروف آپ میرے پاس بھیجنا چاہتے ہیں بے کار جھنجٹ کے علاوہ، یہ غیر ضروری بھی ہے مسودّہ صاف ہے۔ اگر پہلے کاپیاں احتیاط سے دیکھ لی جائیں اور بعد کو پروف، تو غلطی کا امکان کم رہ جائے گا۔ کاپی میں اصلاح ہو جائے، تو اس سے یہ فائدہ ہے کہ پتھر پر کام بہت کم ہوگا۔ قاضی صاحب نے لکھا تھا کہ انھوں نے اپنے آخری سفر دہلی کے دوران میں معاصر ۱۶ کا ایک شمارہ آپ کو دیا کہ مجھے بھجوا دیا جائے۔ یا آپ نے خود ان سے یہ کہہ کر لیا کہ اسے میرے پاس بھیج دیں گے۔ یہ بھیج دیجیے گا۔ اس میں ایک مضمون 'خاش و خماش' سے متعلق ہے اس میں سے مطبع اور سنہ اشاعت دیکھ کر ذکرِ غالب کے کتابیات میں مناسب جگہ پر اضافہ کر لیجیے۔ کتاب کا نام پہلے سے وہاں موجود ہے۔ مطبع کا نام اور سالِ اشاعت معاصر سے دیکھ کر درج کر لیجیے۔ شکریہ

(مطبع اخبار آصفی حیدر آباد (دکن) ۱۳۰۲ھ)

گھڑی سے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا، یہ غالباً ممکن نہیں ہوگا۔ یہاں جو کوئی بھی آتا ہے، گھڑی ضرور ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔ پچھلے مہینے یہ لوگ سوئٹزرلینڈ گئے تھے اور وہاں سے دو دو گھڑیاں خرید لائے ہیں۔ حالاں کہ انھیں ساتھ صرف ایک فالتو گھڑی لے جانے کی اجازت ہے، ورنہ بمبئی میں محصول داخلہ دینا پڑے گا اور یہ گھڑی کی قیمت کے برابر ہے۔ اس صورت میں قیمت بہت بڑھ جائے گی۔ میں گھڑی کے بھیجنے کا ان شاء اللہ کچھ اور انتظام کروں گا۔ آپ یہ لکھیے کہ آپ کو کونسی گھڑی درکار ہے ہیجر سے متعلق پھر لکھوں گا۔ بظاہر پہلوان کے معنی کچھ ٹھیک معلوم نہیں ہوتے۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

آپ نے ریڈرشپ کی جگہ سے متعلق کچھ نہیں لکھا کہ تقرری سے متعلق کیا فیصلہ ہوا۔ حالاں کہ پہلے آپ نے لکھا تھا کہ اس کے بارے میں عنقریب اعلان ہونے والا ہے۔

۱۲

برسلز ۲۹ نومبر ۱۹۶۱ء

جناب ڈاکٹر صاحب قبلہ! امید ہے ـــ میرا پچھلے ہفتے کا خط ملا ہوگا۔
معاصر ۱۶ کا مرسلہ شمارہ دیکھ رہا تھا، تو معاً خیال آیا کہ ایک جگہ چند ضروری الفاظ لکھنا بھول گیا۔ ذکا کی لکھی ہوئی تاریخ وفات پچھلی اشاعت کے ص ۱۳۰ کے حاشیے میں درج ہے۔ اس کے نیچے یہ الفاظ لکھنا چاہییں :۔

" ریاض جناں " کا اول و آخر یعنی (۲۰۰) اور
ن (۵۰) لے کر اس میں غالب کے اعداد (۱۰۳۳)
جمع کرنے سے مطلوبہ تاریخ (۱۲۸۳) حاصل ہوتی
ہے۔

میں نے تاباں صاحب کو اس کی اطلاع دے دی ہے، کیوں کہ ممکن ہے، ابھی تک کتابت اس مقام تک نہیں پہنچی ہو۔ وہ آسانی سے اسے مسوّدے میں درج کروا سکیں گے۔ لیکن اگر کتابت یہاں تک ہو چکی ہے اور یہ کاپی آپ کے پاس آگئی ہے، تو یہ فقرہ اضافہ کر دیجیے گا۔

والسلام والاکرام خاکسار : مالک رام

۱۳

برسلز ۳ جنوری ۱۹۶۲ء

مکرمی ۱۷ دسمبر کے گرامی نامے کا شکریہ
ذکرِ غالب کی کتابت سے متعلق مجھے واقعی تشویش ہو رہی ہے، تاباں صاحب کا خط ملا تھا اور میں نے اس کا جواب بھی انھیں پچھلے ہفتے لکھ دیا تھا۔ آج ایک اور خط لکھ رہا ہوں آپ بھی ان سے ملیے اور ان سے کہیے کہ وہ اس طرف توجہ کریں۔
اگر آپ آزاد کتاب گھر سے دریافت کریں کہ تلامذۂ غالب کی کتابت کس نے کی تھی (ان صاحب کا نام غالباً محمد شفیع تھا) تو پتا لگائیے کہ کیا وہ ذکرِ غالب کی کتابت کر سکتے ہیں۔ لیکن ان سے طے کر لیجیے کہ وہ اس کام کو مہینے ایک میں ختم کر لیں گے۔

یوں ان کانوں کا دیں ایمان کوئی نہیں اور وہ ایک ہی وقت میں چار چار جگہ سے کام لے لیتے ہیں اور سب کو دھوکا دیتے رہتے ہیں۔ بہر حال آپ، تاباں صاحب سے مشورہ کرکے محمد شفیع صاحب سے ملیئے۔

خدا کرے سہگل صاحب والی چیزیں آپ لے آئے ہوں۔ سہگل صاحب عنقریب سیلون جانے والے ہیں۔ میں نے اس معاملے کی لالہ دوار کا داس کو اطلاع نہیں دی تھی، ذرا عجلت سے کام لیجیے۔ اوشا[۲۲] واپس چلی گئی ہیں گھڑی جلد نہیں بھیجی جاسکتی۔ آپ کا خط بھی کرسمس کے بعد ملا اور مجھے علم بھی نہیں کہ کرسمس کے ایام میں کوئی اس طرح کی خاص رعایت ہوتی ہے۔

وزارت کے ذریعے سے اب چیزیں مسٹر زریش گھوشال کے حوالے سے بھیجی جاسکتی ہیں یہ وزارت خارجہ P.C.SECTION میں کام کرتے ہیں ان سے مل کر طے کرنے کی کوشش کیجیے۔ یہ خط بہت عجلت میں لکھا ہے۔ ڈاک بند ہو رہی ہے اس لیے میں نے چند سطریں جلدی میں گھسیٹ ڈالی ہیں۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۱۴

برسلز ۲۴ جولائی ۱۹۶۲ء

مکرم بندہ ۱۴ جولائی کے گرامی نامے کا شکریہ۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذکرِ غالب کے لیے ابھی کچھ اور انتظار کرنا پڑے گا۔ میں خیال کر رہا تھا کہ مطبوعہ نسخے اب آتے ہی ہوں گے۔ اگرچہ کوئی بے چینی نہیں تھی تاہم یہ کہوں کہ اشتیاق اور انتظار نہیں تھا، تو یہ بھی غلط بیانی ہوگی۔ بہر حال جلد یا بدیر آہی جائیں گے۔ سوانح کے باب میں کچھ اور اضافے بھی ہوسکتے ہیں۔ اگرچہ بہت اہم نہیں، لیکن بعض تفصیلات نئی معلوم ہوئی ہیں۔ اب ان شا اللہ ان سے متعلق ایک مضمون لکھ کر عرشی[۲۳] کو بھیج دوں گا کہ فروری ۱۹۶۳ء میں شائع کر دیں۔

عرشی بھائی[۲۴] کے مرتبہ مکاتیبِ غالب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں میرے

پاس ۱۹۴۷ء کا نسخہ ہے۔ اس کے بعد بھی اس کے اور دو ایڈیشن چھپے ہیں۔ مجھے یہ معلوم کرنے کی کاوش ہے کہ کیا میرے نسخے سے کچھ زیادہ تو بعد کے چھاپے میں نہیں۔ بتایئے کس طرح آپ یہ اطلاع مہیّا کر سکتے ہیں؟ اگر کچھ زائد ہو تو تاباں صاحب کو ایک نسخے کے لیے لکھوں، ورنہ خواہ مخواہ رقم کیوں غارت کروں!

بیل کی کتاب کا نام DICTIONARY OF ORIENTAL BIOGRAPHIES ہے۔ اس میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کے حالات ٹائپ کروا کے بھیج دیجیے، لیکن یہ کام نسبتاً جلدی کا ہے۔ ان کے سوانح فارسی دیوان کے حواشی کے سلسلے میں درکار ہیں آپ کو یہ معلوم کر کے خوشی ہو گی کہ یہ کام بھی اب ختم ہونے کے قریب ہے۔ اگر کام اسی رفتار سے جاری رہا تو ان شاء اللہ اکتوبر تک ختم ہو جائے گا۔

آزاد صاحب لنڈن ضرور پہنچ گئے ہوں گے، لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ میں یہاں مشاعرے کا انتظام کر رہا ہوں۔ یورپ میں یہ غالباً پہلا مشاعرہ ہو گا اور اگر یہ رسم چل پڑی تو ممکن ہے کہ ہم سال بسال کچھ شاعروں کو بھی ملک سے برآمد کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ایک پنتھ دو کاج۔ اس سے بہت سے ناکارہ آدمیوں سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

حالات مندرجہ ذیل نو آدمیوں کے درکار ہیں:
ہر ایک کے ساتھ کتاب کے صفحے کا حوالہ بھی لکھوا دیا جائے۔

(1) SIR FRANCIS HAWKINS
(2) ABDREW STIRLING
(3) HERBERT MADDOCK
(4) MAJOR JOHN JACOB
(5) CHARLES SAUNDERS (DC DELHI IN 1857)
6. HENRY EGERTON
7. COL GEORGE WILLIAM HAMILTON
8. GEORGE SWINTON
9. JAMES LUMEDON (Lt. GOVR AGRA)

جگن ناتھ آزاد صاحب نے لکھا تھا کہ آپ بھی لنڈن آنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔ یہ کہاں تک صحیح ہے۔؟

والسلام والاکرام

خاکسار: مالک رام

۱۵

برسلز، ۱۷ راکتوبر ۱۹۶۲ء

جناب بندہ۔ گرامی نامے کا شکریہ۔

اگر دو کاپیوں کی دوبارہ کتابت ہو رہی ہے، تو اس سے باقی کاپیوں کی طباعت تو نہیں رکنا چاہیے۔ میرے اس خط کے پہنچنے تک یقیناً کتاب مطبع میں جا چکی ہوگی۔

آپ نے فہرست مضامین اور اشاریہ میں حسبِ ضرورت صفحات کے نشان ضرور بدل دیئے ہوں گے۔ خدا کرے، کتاب آپ کی موجودگی میں وہاں پوری چھپ جائے کیوں کہ اگر آپ نے اس کے پروف نہیں دیکھے تو مجھے کبھی اطمینان نہیں ہوگا۔ کاپیاں خواہ لاکھ احتیاط سے دیکھی گئی ہوں، پھر بھی پروفوں کے دیکھنے کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

آپ نے کسی خط میں اطلاع دی تھی کہ کتاب "خطوطِ غالب" (منشی مہیش پرشاد) امسال شائع ہو جائے گی۔ پھر صدائے برنخاست کہ کیا ہوا۔ کتاب دو برس سے چھپی رکھی ہے اور اسے بازار میں نہیں لاتے۔ خدا معلوم مانع کیا ہے۔

جگن ناتھ آزاد صاحب چار پانچ دن کے لیے تشریف لائے تھے۔ میں نے ایک مختصر سی نشست کا انتظام کیا تھا اور برسلز میں مختصر سے زیادہ کی گنجائش بھی نہیں تھی، کیوں کہ ہماری سفارت اور پاکستان والوں کے سوائے یہاں اُردو سمجھنے والا اور ہے کون؟ کوئی بیس[۲۵] ایک آدمی تھے۔ آدھی رات تک خوب رونق رہی تھی۔ میں نے پوری روداد ریکارڈ کر لی تھی، تاکہ سند رہے۔

وہ اب پیرس جانے کے لیے پر تول رہے ہیں، اس صورت میں ممکن ہے کہ اسی راستے سے جائیں۔ اگر ممکن ہوا تو انھیں دو ایک دن کے لیے پھر ٹھہرا لوں گا۔ اور ایک اور نشست کا انتظام کر لوں گا۔ وہ کہتے تھے کہ غالباً فیض[۲۶] صاحب بھی عنقریب ولایت آنے والے ہیں۔ میرے ان سے مراسم نہیں اگر دونوں ایک ساتھ آ سکیں تو بہت مزا رہے۔ لیکن یہ مشکل نظر آتا ہے۔

تعجب ہے کہ ان حضرات کے حالات بیکل کے وہاں نہیں۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ اور کیا کیا جائے۔ ان میں سے بعض حضرات تو خاصے اہم ہیں، بیکل نے انھیں کیوں نظر انداز کر دیا؟ بات یہ ہے کہ یہ سب وہ لوگ ہیں، جن کی مدح میں غالب نے کچھ نہ کچھ کہا ہے۔ فارسی دیوان جو زیر ترتیب ہے، اس کے حواشی کے لیے حالات کی ضرورت ہے، یہاں تو خیر محض دو ایک سطروں کی بات ہے، لیکن میرا مضمون "ممدوحینِ غالب" تو ہے ہی۔ وہاں زیادہ مفصل حالات درکار ہوں گے۔

کیا آپ کے لنڈن آنے کا طے ہو گیا؟ کب تک پہنچنے کا پروگرام ہے؟ ہوائی جہاز سے آئیں گے یا بحری راستے سے؟

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

پس نوشت — یہ آپ نے لسانیات نمبر کیا شائع کیا ہے اُردوئے معلیٰ کا وہ میرؔ کا کیا شعر ہے جس کا دوسرا مصرع ہے: عشق بن یہ ہنر نہیں آتا

دور بیٹھا غبار میرؔ اس سے

لیجیے ابھی ابھی آزادؔ صاحب کا لنڈن سے خط ملا ہے۔ لکھتے ہیں کہ آپ ۱۷ کو لنڈن آ رہے ہیں۔ اس سے ۱۷ ستمبر مراد ہے یا ۱۷ اگست آپ نے کچھ لکھا نہیں۔

۱۶

برسلز: ۱۳، ۱۲، ۶۲ ۱۹ء

صاحب! تاباںؔ کا خط ملا ہے۔ لکھتے ہیں کہ کاتب مسوّدے سے بہت پریشان ہے۔ بہت کتا چھٹا ہے اور دو چار صفحوں کی کتابت کے بعد اس کا سر چکرانے لگتا ہے لاحول ولا قوۃ۔ کیا آپ کو تلامذۂ غالب کا مسودہ یاد ہے؟ اسی کاتب کی تلاش کیجیے۔ آزاد کتاب گھر والوں نے تلامذہ کی کتابت کروائی تھی۔

آج مجھے آپ کے خط کا انتظار تھا۔ لیکن ملا نہیں۔ میں نے لکھا تھا کہ مسٹر سہگل سے مل کر مرسلہ چیزیں وصول کر لیجیے۔ اور دوارکا داس کے ہاں پہنچا دیں۔ خدا معلوم آپ نے کیا کیا۔

خاکسار: مالک رام

حواشی

۱ے جگر صاحب سے مراد جگر بریلوی ہے۔

۲ے بے صبر سکندر آبادی۔ اصل نام منشی بال مکند (تلمیذ غالب)
ولادت: ۱۸۱۲ - ۱۸۱۳ء، وفات: میرٹھ ۱۳ر فروری ۱۸۸۵ء (تذکرۂ ماہ و سال)

۳ے 'خطوطِ غالب'، مرتبہ مالک رام، ۱۹۵۷ء، یہ خطوطِ غالب مرتبہ مولوی مہیش پرشاد کا ذکر ہے۔
مالک رام صاحب نے اس کے دوسرے اڈیشن پر نظر ثانی کر کے مرتّب کی حیثیت سے اپنا نام ڈال کر شائع کیا تھا۔ مالک رام صاحب کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی کتابوں کی چھپائی اور اس سے متعلق کاموں کے نگراں نارنگ صاحب تھے۔

۴ے ظفر سے مراد بہادر شاہ ظفر ہے۔

۵ے قائم' خاندان تیموریہ کا شہزادہ۔

۶ے حسرت سے مراد ہے حسرت موہانی، اصل نام سید فضل الحسن (تلمیذ امیر اللہ تسلیم لکھنوی)
ولادت: موہان ضلع اناؤ ۱۸۸۰ء، وفات: ۱۳ر مئی ۱۹۵۱ء، مدفن باغ ملا انوار فرنگی محل رکاب گنج، لکھنؤ۔ (تذکرہ ماہ و سال)

۷ے دوارکا داس شعلہ (تلمیذ حفیظ جالندھری) ولادت: ۱۳ر اگست ۱۹۱۰ء لاہور۔
وفات: ۹/۱۰ر اپریل ۱۹۸۳ء کی درمیانی شب، نئی دلّی۔ (تذکرہ ماہ و سال)

۸ے پروفیسر آل احمد سرور سے مراد ہے۔

۹ے آفتاب سے مراد مکتوب نگار کے بڑے بیٹے جو امریکہ میں مقیم ہیں۔

۱۰ے منوہر سہائے انور اصل نام گوند سروپ، شاگرد مولانا حاؔلی
ولادت: یکم جنوری ۱۹۰۱ء، وفات: ۱۷ر فروری ۱۹۷۴ء، نئی دلّی۔ (تذکرہ ماہ و سال)

۱۱ے امداد صابری، اصل نام امداد الرشید، ولادت: ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۴ء، محلہ ٹوکری والان۔
وفات: ۱۳ر اکتوبر ۱۹۸۸ء۔ (تذکرہ ماہ و سال)

۱۲ے نواب شمس الدین احمد خاں (فیروز پور جھرکہ) ولادت: ۱۸۰۹ء۔
وفات: ۸ر اکتوبر ۱۸۳۵ء میں پھانسی ہوئی۔ (تذکرۂ ماہ و سال)

۱۳ھ محمد اسحاق دہلوی (مولانا ابوسلمان) ہجرت مکہ معظمہ ۱۸۴۰ء — ۱۸۴۱ء۔
وفات: ۱۸۴۵۔ ۱۸۴۶ء مکۂ معظمہ۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۱۴ھ ارجن دیو، پروفیسر گوپی چند نارنگ کے چھوٹے بھائی۔

۱۵ھ محمد طاہر سے مراد ہے محمد طاہر آغا نبیرۂ آزاد (محمد حسین دہلوی)
ولادت: ۱۴ر ستمبر ۱۹۰۵ء رامپور۔ وفات: ۲۳ر جون، ۱۹۵۷ء۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۱۶ھ تاباں صاحب سے مراد ہے غلام ربّانی تاباں۔ ولادت: ۱۴ر فروری ۱۹۱۶ء ۔(تذکرۂ ماہ وسال)

۱۷ھ خواجہ قمرالدین راقم سے مراد ہے راقم دہلوی۔ پورا نام خواجہ مرزا قمرالدین (تلمیذ غالب)
ولادت: ۱۸۳۲ء، دلّی۔ وفات: ۱۹۱۰ء جے پور۔ مدفن: احاطہ قدم رسول جے پور (تذکرہ ماہ وسال)

۱۸ھ اصل خط میں یہی تحریر ہے۔ "یہ حصّہ بہت دور ہے۔"

۱۹ھ "میں پچھلے ہفتے ایک کام سے زمورخہ — سوئزرلینڈ" اصل خط میں یہی تحریر ہے۔

۲۰ھ ڈاکٹر سید عبداللہ، ولادت: ۱۵ر اپریل ۱۹۰۶ء منگلور (ضلع مانسرہ پاکستان)
وفات: ۱۴ر اگست ۱۹۸۶ء لاہور۔ مدفن: میانی صاحب لاہور (تذکرہ ماہ وسال)

۲۱ھ عابدی صاحب سے مراد ہے سید وزیرالحسن عابدی، ریڈر اورینٹل کالج لاہور۔

۲۲ھ اوشا، مالک رام صاحب کی بڑی صاحبزادی۔

۲۳ھ عرش صاحب سے مراد ہے عرش ملسیانی اصل نام بال مکند ابن وتلمیذ جوش ملسیانی۔
ولادت ملسیان، ضلع جالندھر ۲۰ر ستمبر ۱۹۰۸ء۔ وفات: ۲۵ر ستمبر ۱۹۷۹ء (تذکرہ ماہ وسال)

۲۴ھ عرشی بھائی، مولانا امتیاز علی خاں عرشی۔ ولادت: ۸ر دسمبر ۱۹۰۴ء لاہور
وفات: ۲۱ر فروری ۱۹۸۱ء رامپور۔ مدفن: احاطہ رضا لائبریری رامپور۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۲۵ھ آزاد صاحب، پروفیسر جگن ناتھ آزاد

۲۶ھ فیض صاحب سے مراد ہے فیض احمد فیض۔ اصل نام فیض احمد خاں۔
ولادت: ۱۳ر فروری ۱۹۱۱ء (کالا قدر ضلع سیالکوٹ پاکستان)
وفات: ۲۰ر نومبر ۱۹۸۴ء مدفن: ماڈل ٹاؤن لاہور۔ (تذکرہ ماہ وسال)

ڈاکٹر خلیق انجم

۱

یکم اگست ۱۹۸۳ء

جناب ڈاکٹر خلیق انجم صاحب

(۱) گوڑ صاحب[1] کا حیدر آباد سے خط ملا ہے کہ انھیں دستور[2] کے وہ کاغذات نہیں ملے، جو پہلے ڈرافٹ پر میں نے تیار کیے تھے۔ یہ انھیں دینا چاہیے تھے۔
مہربانی کر کے یہ آج ہی رجسٹری سے ان کے پاس بھیج دیے جائیں تاکہ وہ دلّی واپسی سے قبل ان پر غور کر کے ڈرافٹ تیار کر سکیں۔

(۲) ابھی تک بجٹ[3] جو مجلسِ عام کے پیش کرنا ہے، میرے پاس نہیں پہنچا۔

(۳) میرا ٹیلیفون پھر کئی دن سے خراب پڑا ہے۔ شکایت کر کے اسے درست کروا دیجیے۔
شکریہ۔

مالک رام

۲

نئی دلّی

۲۵ر نومبر ۱۹۸۳ء

ڈاکٹر خلیق انجم سکتر عام
انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دلّی

مکرمی،

میں پورے ٹھنڈے[4] دل سے بہت دن کے غور وخوض کے بعد ۱۵ر نومبر کے واقعے سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس دن آپ نے جو رویّہ اختیار کیا، یعنی انجمن کے سرکاری کاغذ (چک، نوٹ، بل وغیرہ) پھاڑ کر زمین پر پھینک دیئے۔ اور کھڑے ہو گئے اور چیخ چیخ کر جس لب و لہجہ

میں مجھے مخاطب کیا اور گفتگو کی، وہ کسی طرح نہ انجمن کے ایک ذمے دار عہدیدار بالخصوص اس کے سکتّر عام کے لیے زیبا تھی نہ اس کے صدر کے لیے۔ زیادہ افسوس اس لیے ہے کہ میں بار بار آپ کو متنبہّ کرتا رہا کہ آپ اتنی اونچی آواز میں بات نہ کیجیے اور نہ مجھے یوں مخاطب کیجیے کیونکہ میں اس طرح سے خطاب کیے جانے کا عادی نہیں ہوں۔ آپ نے اس کی پروا نہ کی اور پورے دفتر کے سامنے میری ہتک کی۔ یہ میری قوتِ برداشت سے سوا ہے اور میں اس پر سخت احتجاج کرتا ہوں۔

میں نے اس چک پر دستخط نہ کرنے میں بالکل صحیح رویّہ اختیار کیا تھا۔ چوں کہ آپ نے میری بات سننے سے پہلے ہی زور زور سے بولنا شروع کر دیا، اس لیے آپ کو معلوم ہی نہیں کہ مجھے اس چک پر کیا اعتراض تھا۔

آپ نے اس دن تین دعوے کیے:

(۱) آپ مستقل سکتّر ہیں اور کوئی شخص آپ کو اس جگہ سے ہٹا نہیں سکتا۔

(۲) آپ نے مجھے چیلنج کیا کہ جائیے جو چاہتے ہیں کر لیجیے۔

(۳) میں غیر ضروری طور پر انجمن کے (اور آپ کے) کاموں میں دخل دیتا ہوں اور آپ کو دبانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

میں ان تینوں باتوں پر پُرزور احتجاج اور ان کی صحت سے انکار کرتا ہوں۔

میں یہ معاملہ اُسی دن مجلسِ عاملہ کی میٹنگ میں اٹھا سکتا تھا۔ لیکن بات بالکل تازہ تھی۔ اس لیے میں طیش کی حالت میں کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی باعث میں اس دن خاموش رہا۔

بہر حال میں اس خط کی نقل مجلسِ عاملہ کے تمام اراکین کو بھیجنے والا ہوں تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ آپ انجمن کے کاروبار میں کس غیر معتدل حد تک جا سکتے ہیں اور گئے ہیں اور وہ اگلی میٹنگ میں اس مسئلے پر گفتگو کے لیے تیار ہو کر آئیں۔ فقط

والسلام

خاکسار

بالک رام

۳

۳ر جولائی ۱۹۸۵ء

ڈاکٹر صاحب

میں دو دن سے ٹیلیفون کر رہا ہوں، مل نہیں رہا ہے۔ غالباً خراب ہے۔

(۱) مہرالنساء کے داخلے کا کیا ہوا۔ اگر سان سٹیفنس میں نہیں تو ہندو کالج میں کوشش کی جائے۔ غالباً آج آخری تاریخ ہے۔

(۲) اس دن "ایکشن کمیٹی" کے جلسے میں کیا طے ہوا؟

(۳) ملّا صاحب کا ٹیلیفون نمبر غالباً تبدیل ہوگیا ہے۔ نیا نمبر کیا ہے؟

۴ ۱۲ کے جلسے کا دعوت نامہ چلا گیا ہوگا۔ مجھے اطلاع نہیں ملی۔ کل کتنے اصحاب آرہے ہیں؟

والسلام خاکسار مالک رام

۴

۲۹، ۸، ۱۹۸۵ء

ڈاکٹر صاحب

مسوّدے کے بعض صفحات پر استفہامیہ علامت (؟) بنی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں کوئی لفظ لکھنے سے رہ گیا ہے، یا کوئی لفظ ٹھیک سے پڑھا نہیں گیا۔ انجمن کے کتاب خانے میں سید سلیمان ندویؒ مرحوم کی کتاب "خیام" ضرور ہوگی۔ اسے نکلوا کر ان مقامات کی عبارت دیکھی جائے اور مسوّدہ ٹھیک کرلیا جائے۔ یہ بہت ضروری ہے اگر مضمون نصف رہ گیا تو قاری اعتراض کریں گے اور انجمن پر حرف آئے گا۔

والسلام خاکسار مالک رام

۵

۱۵ر نومبر ۱۹۸۵ء

سکریٹری صاحب

۱۔ مخمور سعیدی صاحب سے درخواست لیجیے۔

۲۔ ہماری زبان کے صفحہ اول پر جو سُرخ جدول چھپتی ہے، اسے اڑا دیجیے۔
اس طرح بچت ہو جائے گی۔ ہمارا پرچہ کاؤنٹر پر تو بکتا نہیں، لہٰذا یہ
بے مصرف ہے اور خرچ بیکار ہے۔

مالک رام

۶

۲۶ر جون ۱۹۸۶ء

آپ اقبال کی سوانح عمری "زندہ رود" کی تین جلد لے گئے تھے۔ پہلی
جلد کی ضرورت ہے۔ اگر ممکن ہو تو یہ بھجوا دیجیے۔

شکریہ!

مالک رام

۲۶ر جون ۱۹۸۶ء

(۱) بیگم حبیبہ بانو کا چک بھجوا دیجیے۔

(۲) آپ اقبال کی سوانح عمری 'زندہ رود' کی تین جلدیں لے گئے تھے۔ پہلی جلد کی
ضرورت ہے۔ اگر ممکن ہو تو یہ بھجوا دیجیے۔

شکریہ!

مالک رام

۸

ڈاکٹر خلیق انجم صاحب ۔ آداب

دسنوی صاحب کی کتاب کے لیے ڈاکٹر آئین سٹائین کی تصویر درکار ہے۔ معلوم کیجیے کہ کہاں سے ملے گی۔

میرے خیال میں امریکن سفارت خانے سے مل جائے گی۔ اس کے لیے پہلے ٹیلیفون کرکے دریافت کیا جائے۔ اگر وہ اثبات میں جواب دیں تو وہاں سے منگوا لیجیے۔ یا کسی کو ان کے وہاں بھیج دیجیے۔

شکریہ۔

والسلام خاکسار مالک رام

حواشی

۱ گوڑ صاحب سے مراد ہے ڈاکٹر راج بہادر گوڑ، نائب صدرِ انجمن ترقی اُردو (ہند)
ولادت: ۲۱ جولائی ۱۹۱۸ء حیدر آباد۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۲ انجمن ترقی اردو (ہند) کے دستور کے ڈرافٹ کا ذکر ہے۔

۳ انجمن ترقی اردو کے بجٹ کا ذکر ہے۔

۴ دفتر کے ہی ایک صاحب مالک رام صاحب کو ڈاکٹر خلیق انجم کے بارے میں کچھ غلط رپورٹیں دیتے رہے، جس کی وجہ سے یہ تلخ واقعہ پیش آیا۔

۵ مہر النسا سے مراد ہے مالک رام صاحب کی نواسی۔

۶ انجمن ترقی اردو شاخ اتر پردیش کے خلاف بہت سی شکایتیں تھیں۔ مرکزی انجمن کی مجلسِ عاملہ نے ایک کمیٹی ایکشن کمیٹی کے نام سے تشکیل دی تاکہ یہ کمیٹی لکھنؤ شاخ کی کارکردگی کا جائزہ لے کر رپورٹ دے۔ اسی کمیٹی کا ذکر ہے۔

۷ انجمن کے دستور کے مسودّہ کا ذکر ہے۔

۸ انجمن ترقی اردو (ہند) کے زیر اہتمام مارچ ۱۹۸۵ء میں سید سلیمان ندوی پر سمینار منعقد کیا گیا تھا اور ۱۹۸۶ء میں سمینار کے مضامین کتابی صورت میں شائع کیے گئے۔ اس کتاب میں مالک رام صاحب کا مضمون بھی شامل کیا گیا تھا۔ یہ اسی مضمون کا ذکر ہے۔

۹ مخمور سعیدی، اصل نام سلطان محمد خاں (تلمیذ بسمل سعیدی)
ولادت: ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء ٹونک (تذکرہ ماہ وسال)

۱۰ ہماری زبان، انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار ادبی اخبار، جنوری ۱۹۵۰ء سے تاحال۔

۱۱ بیگم جیبہ بانو ایک اُردو ناول نگار، ولادت: ۱۷ ستمبر ۱۹۴۰ء، پٹنہ۔ (تذکرہ ماہ وسال)

۱۲ سید شہاب الدین دسنوی صاحب 'آئین اسٹائن کی کہانی' کے نام سے کتاب مرتّب کر رہے تھے، جو ۱۹۸۶ء میں انجمن سے شائع ہوئی۔ تصویر اسی کتاب کے لیے درکار تھی۔

شمس الرحمٰن فاروقی

۱

۲۴ر فروری ۱۹۸۸ء

حضرت،[۱] ابھی ابھی گرامی نامہ ملا۔ دلی شکریہ۔

بہت دیر کی مہرباں آتے آتے، مہینوں انتظار کرایا۔ خیر، اطلاعاً عرض ہے کہ مجموعۂ مکمل ہو کر دو دن ہوئے مطبع گیا۔ اب انشاءاللہ مطبوعہ کتاب حاضرِ خدمت کروں گا۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ آپ نے کتنا مایوس کیا۔ میری قسمت!

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

(۱) مجموعۂ سے مراد 'نذرِ مختار' ہے، جس کے لیے مکتوب نگار نے شمس الرحمٰن فاروقی صاحب سے مضمون مانگا تھا۔

پروفیسر مونس رضا

۲۶، نومبر ۱۹۸۷ء

محب مکرّم آداب و تسلیمات!

انجمن ترقی اردو (ہند) نے مشہور شاعر تلوک چند محروم مرحوم کی سوانح عمری طبع کی ہے۔ اس کے مصنّف انھیں کے صاحبزادے پروفیسر جگن ناتھ آزاد سلمہٗ ہیں۔ ہم اس کا جلسۂ اجرا منعقد کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم[1] اس سلسلے میں آپ کے پاس حاضر ہو رہے ہیں۔

میری دلی خواہش ہے کہ آپ اس جلسے کی صدارت فرمائیں۔ ڈاکٹر خلیق انجم آپ کی سہولت کے مطابق دن اور وقت کا تعین آپ کے مشورے سے کرلیں گے۔ مجھے آپ کی مصروفیتوں کا احساس ہے۔ اسی لیے یہ ذاتی طور پر آپ سے گفتگو کے بعد پروگرام بنائیں گے۔ خدا کرے، آپ ہر طرح بخیر و عافیت ہوں!

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

---

(۱) انجمن ترقی اردو (ہند) کے جنرل سکریٹری

دل شاہجہاں پوری

۱

نئی دہلی ۴ر دسمبر ۱۹۵۴ء

میرے مخدوم آداب قبول فرمایئے

ابھی پچھلے ہفتہ لکھنؤ گیا تھا اور وہاں جناب نیاز فتحپوری کا مہمان ہوا۔ دوران گفتگو میں آپ کے شاہجہانپور کے ایک مرحوم شاعر کا ذکر آیا اور میں نے مولانا نیاز سے دریافت کیا کہ ان کے متعلق مزید معلومات کہاں سے مل سکتی ہیں۔ انھوں نے آپ کا نام اور پتا دیا کہ ان (کے) حوالہ سے آپ کو لکھ کر استمداد کروں چنانچہ حاضر ہو رہا ہوں۔

جناب معشوق علی خاں نام تھا اور جوہر تخلص کرتے تھے بھوپال اور حیدرآباد ریاستوں میں کچھ ملازمت وغیرہ کا سلسلہ تھا۔ ان کے خاندان کے لوگ ضرور ابھی تک شاہجہانپور میں ہوں گے۔ ان سے مندرجہ ذیل کوائف پوچھے جا سکتے ہیں:

۱۔ حالات خاندانی و ذاتی (حتی الوسع تفصیل کے ساتھ)

۲۔ کب وفات پائی؟ ٹھیک تاریخ اور عارضۂ موت وغیرہ لکھیں۔

۳۔ کس قبرستان میں دفن ہوئے؟

۴۔ دیوان چھپا تھا؟ اگر نہ چھپا ہو تو بیاض ضرور خاندان میں ہو گی۔ آپ ان سے مستعار لے کر اس میں سے پچاس شعر کے لگ بھگ انتخاب کر کے بھیجنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

۵۔ کیا ان کی کوئی تصویر موجود نہیں؟

دیکھیے جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام۔ کس قدر بے تکلفی اور گستاخی سے فرمائش کر رہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں تلامذۂ غالب کا ایک تذکرہ مرتب کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں یہ معلومات درکار ہیں کیوں کہ جوہر مرحوم بھی غالب کے شاگرد تھے۔

خدا کرے آپ کا مزاج بخیر ہو اور اس خط کا جواب باصواب مرحمت ہو۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۲

۱۲ر دسمبر ۱۹۵۴ء

مکرمی حضرت دلؔ مدظلکم اللہ تعالیٰ آداب و تسلیمات

۱۵ر دسمبر کے گرامی نامہ کے لیے شکریہ قبول فرمائیں۔

جوہرؔ کے حالات خوب لکھے اگر کلام بھی دستیاب ہو جائے تو کیا کہنا فرمایئے کیا ان کی کوئی تصویر بھی ان کے خاندان میں ہے اگر یہ بھی مہیا ہو سکے تو نورٌ علیٰ نور۔

آپ کی شاعری کا ایک زمانے سے معترف ہوں خدا آپ کو تا دیر سلامت رکھے کہ آپ کے بعد فن کی شاعری کا خاتمہ ہے خدا جانتا ہے کہ جب ان آج کل کے گمرہوں اور جاہلوں کا کلام دیکھتا ہوں تو اتنی کوفت ہوتی ہے کہ میں نے ایک مدت سے نظم پڑھنا چھوڑ دیا ہے اور صرف نثر دیکھتا ہوں۔

جب کلام والا مقام کا نیا ایڈیشن چھپ جائے تو اس کا ایک نسخہ دستخط خاص سے مزین فرما کر عنایت فرمایئے گا۔ یہ میرے کتب خانے کی قیمتی متاع رہے گی۔ انشاءاللہ۔

میرا قیام تا اطلاع ثانی یہیں رہے گا اور خط و کتابت سے بھی اسی پتے پر سرفراز فرمایا جاؤں۔

والسلام والاکرام

خاکسار: مالک رام

۳

نئی دہلی ۶ / جنوری ۱۹۵۵ء

میرے مخدوم خدا آپ کو تا دیر سلامت رکھے۔ سلام نیاز مندانہ قبول فرمایئے۔

۱۸ / دسمبر کا گرامی نامہ باعث صد سپاس ہوا آپ نے جو نوازش فرمائی ہے اس نے بندۂ بے دام بنالیا کس منہ سے شکریہ ادا کروں۔ دونوں مخدوم زادوں کو بھی بعد سلام جذبات تشکر کا حقیر ہدیہ پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اتنی زحمت سے انتخاب فرمایا۔ جزاہم اللہ والجزا الجزا۔

میں عنقریب اپنی دو تالیف کردہ کتابیں حاضر خدمت کروں گا ایک تو ذکرِ غالب ہے جس کا تیسرا ایڈیشن آج کل مطبع میں ہے جو نہی یہ تیار ہو جاتا ہے اسے دوسری کتاب دعوت اور اسلامی تعلیم) کے ساتھ بھجواؤں گا خدا کرے یہ پسند خاطر ہوں۔

میں کیا اور میری رائے کیا آفتاب آمد دلیل آفتاب آپ کا کلام مجھ ایسے ہیچمدانوں اور نو واردان کوچۂ ادب کی ستائش سے بے نیاز ہے۔ اگر اس کے باوجود آپ خیال فرماتے ہیں کہ میں ضروری چند سطریں لکھ کر بھیج دوں تو اسے اپنی عین عزت افزائی خیال کرتا ہوں۔

جو تذکرہ (تلامذۂ غالب) زیر ترتیب ہے اور جس کے لیے جوہر مرحوم کے حالات اور کلام آپ سے طلب کیے تھے اس میں التزام یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے سب اصحاب کی تصویریں شامل کتاب کی جائیں۔ جن اصحاب کی تصویریں دستیاب نہ ہو سکیں ان کی تحریروں کے عکس، جہاں ان کے دستخط بھی ثبت ہوں، دیدیے جائیں اس لیے گزارش ہے کہ جہاں تک ممکن ہو تصویر ضرور تلاش کرائی جائے کیوں کہ تحریر کے عکس میں خرچ زیادہ اٹھ جاتا ہے اور ناشر شاید اس پر آمادہ نہ ہو۔

آپ نے فارسی کلام کا انتخاب نہیں بھجوایا اردو کلام کا انتخاب بہت سیر حاصل ہے اگرچہ کیا اچھا ہوتا کہ اس میں بھی قصائد سے زیادہ غزلیات پر توجہ کی جاتی بہرحال جو کچھ ہو گیا وہ بھی غنیمت،

ہے اور اس کے لیے شکر گزار ہوں۔

ایک تجویز پیش کرتا ہوں اگر صاحبِ کتاب اجازت دیں تو جس مجلّد میں فارسی کلام ہو۔ وہ رجسٹری کر کے مجھے بھیج نہ دیجیے؟ بس اسے ایک نظر دیکھ کے اور اس سے استفادہ کر کے واپس بھیج دوں گا۔ اگر وہ منظور نہ فرمائیں تو بہر حال ایک مختصر انتخاب تو آپ بھجوا ہی دیں گے۔

میری اپنی صحت بہت دنوں سے قابلِ اطمینان نہیں۔ میں کوئی پندرہ برس کے بعد ہندوستان واپس آیا ہوں۔ یہاں کی آب و ہوا شاید راس نہیں آئی۔ زکام اور نزلہ اور کھانسی کچھ ایسے گلے پڑے ہیں کہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔

آپ اپنی صحت کا خیال رکھیے آپ کا دم غنیمت ہے خدا آپ کا ہر حال میں حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

صاحبزادگان والاکرام کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۴

۲۲ اپریل ۱۹۵۵ء

مخدومی حضرت دام ظلکم۔ آداب و تسلیمات

۱۹ کے گرامی نامے نے سراپا سپاس بنا دیا واقعی مجھے بھی اس کا بہت افسوس رہا کہ میں دوبارہ آپ سے نہ مل سکا حالانکہ اس سے بہتر اور کون سا موقع مل سکتا تھا لیکن اس میں کچھ شائبہ خوبیٔ (سومیٔ) تقدیر بھی تھا۔ ۱۳ اپریل کو دفتر میں بیساکھی کی چھٹی تھی۔ مجھے پیام ملا کہ آپ اس دن کہیں باہر نہیں جائیں گے اور اسی لیے میں دوپہر کو دو مرتبہ مکان پر حاضر ہوا سوئے اتفاق کہ دونوں مرتبہ آپ باہر تشریف لے گئے تھے اور یوں بھی قدم بوسی کی سعادت حاصل نہ کر سکا خدا کرے جلد کوئی تقریب پھر پیدا ہو اور آپ یہاں تشریف لا سکیں۔

کیا مراد آباد میں آپ کے ملنے والے کوئی صاحب ہیں اس کا جواب ضرور دیجیے گا شکریہ۔

مخدوم زادگان سلام نیاز قبول فرمائیں۔

خاکسار: مالک رام

لہ نیاز فتحپوری، اصل نام نیاز محمد خاں (اڈیٹر نگار) تاریخی نام لیاقت علی خاں۔
ولادت: ۱۸۸۴ء، وفات: ۲۴ مئی ۱۹۶۶ء، مدفن: قبرستان پاپوش نگر، کراچی۔
(تذکرۂ ماہ وسال)

۲ہ جوہر شاہجہانپوری، حکیم محمد معشوق خاں، (تلمیذ غالب)
ولادت: شاہجہاں پور ۱۸۵۲ء
وفات: شاہجہانپور، اگست ۱۹۲۸ء
مدفن: محلہ گاڑی پورہ شاہجہاں پور (تذکرۂ ماہ وسال)

پروفیسر حنیف نقوی

۱

۱۲، نومبر ۷۴ء۱۹

مکرم بندہ آداب

۱۰، نومبر کے گرامی نامے کا شکریہ۔

تذکرہ[1] مل گیا تھا اور آپ کے شاید دو خط بھی ملے۔ جواب نہ دے سکا اور شرمسار ہوں۔ میری مصروفیتیں جو ہیں، اب ان سے تو مفر نہیں ہے لیکن اس طرف میں ایک حادثے کا شکار ہو گیا تھا جس سے داہنی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اتنے دن تک کہنی سے لے کر نصف پنجے تک پلاسٹر میں رہا یہی کوتاہ قلمی کا باعث ہوا۔ الحمدللہ پلاسٹر کھل گیا ہے اور ہڈی جڑ گئی ہے۔ ابھی تک لکھنے میں البتہ تکلیف ہوتی ہے۔

آپ مہربانی فرما کر اپنے سوالات پھر لکھیے۔ تلاش سے خط مل تو جائیں گے لیکن اس میں وقت ضائع ہو گا۔ اور آپ کے لکھنے سے یک جا معلوم ہو جائے گا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

میں جے پور نہیں جا سکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ منصبی کام میرے ذمّے اس نوعیت کے ہیں کہ چھٹی لینے کو جی نہیں چاہتا، کیوں کہ واپسی پر کام کی وہ بھرمار ہوتی ہے کہ پھر پندرہ دن کا وہ بقایا پورا کرنے کے لیے دفتر میں دیر تک بیٹھنا پڑتا ہے۔ والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲

۳۱ جنوری ۱۹۶۵ء

صاحب میں آپ کا قصوروار ہوں آپ کے کتنے خطوں کا جواب میرے ذمّے ہے اور آج کل کرنے میں مہینوں گزر گئے ہیں، معافی چاہتا ہوں۔ اسی دوران میں آپ کا پہلا خط بھی کاغذوں میں سے دستیاب ہوگیا دونوں کا جواب ملاحظہ ہو۔

واقعی تذکرے کا متن پڑھنے میں بہت دقّت ہوئی۔ خود مجھے بعض مقامات سے متعلق اطمینان نہیں۔ لیکن ایک بات کا یقین ہے کہ ان الفاظ کے واضح نہ ہونے سے کسی شاعر سے متعلق کوئی اہم معلومات ضائع ہوجانے کا اندیشہ نہیں زیادہ عبارت آرائی ہے، اور اس کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے۔ (۱) میں سالِ رواں میں اسے شائع کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں انشاء اللہ۔ وما توفیقِ الا باللہ العظیم

(۲) شرف الدین مسرور کا تذکرہ میری نظر سے نہیں گزرا اور مجھے یہ بھی علم نہیں کہ اس کا کوئی نسخہ کسی جگہ محفوظ ہے یا نہیں۔

(۳) میرے خیال میں یہ بے جگر کا اپنا نسخہ ہے! اگرچہ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس پر نظرِ ثانی بعض اور اصحاب نے کی ہے۔ اس پر کم از کم دو اور اصحاب کی تحریریں ہیں۔

(۴) "عمدۂ منتخبہ" کے لنڈن اور پیرس کے نسخوں کے عکس میرے پاس ہیں۔

میں نے آپ کا مضمون دیکھا تھا۔ اچھا ہے۔ لیکن آپ نے مطبوعہ نسخے کا اس طرح تبصرہ نہیں کیا جس کا وہ مستحق ہے۔

(۵) "عیار الشعرا" کا کوئی اور نسخہ میرے علم میں نہیں۔

میری صحت اب بفضلہ تعالےٰ بہتر ہے۔ عمر کے تقاضے سے کچھ پیچرک دھانس تو رہتی ہی ہے اس کی شکایت کیا!

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل شاملِ حال رکھے! آپ کا مقالہ تو اب ختم

ہونے والا ہوگا۔ میں تاخیرِ جواب کے لیے پھر معافی خواہ ہوں۔

والسلام خاکسار مالک رام

---

(۱) تذکرے سے مراد خیراتی لال بے جگر کے تذکرے سے ہے، جو مالک رام صاحب مرتّب کر رہے تھے، لیکن یہ کام مکمّل نہیں ہو سکا۔

(۲) 'عمدۃ منتخبہ' دلی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے شائع ہوا تھا۔

(۳) 'عیار الشعرا' خوب چند ذکا کا تذکرہ، اس کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی لائبریری میں موجود ہے۔

نصیرالدین ہاشمی

۱

۱۱ / اکتوبر ۱۹۵۵ء

مکرم بندہ - ۱۸ / اکتوبر کے عطوفت نامے کا شکریہ قبول فرمائیں۔ آپ نے بغیر سابقہ تعارف کے کرم فرمایا۔ اس کا دوہرا شکریہ۔

جو کچھ آپ نے اس حقیر سے متعلق لکھا وہ محض ذرہ نوازی اور حوصلہ افزائی کے خیال سے ہوگا۔ ورنہ میں نے آج تک کوئی ایسا کام کیا ہی نہیں جو کسی کے لیے استفادے کا سبب ہوسکے۔

میں آپ سے بہت دن سے واقف ہوں یعنی جب آپ کی تالیف "دکن میں اُردو" پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہے تو یہ میری طالب علمی کا زمانہ تھا اور میں نے انھیں آیام میں اسے پڑھا اور اس سے لطف اندوز اور مستفید ہوا اگرچہ اس کے بعد اسے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن اس کا جو نقش ان دِنوں دماغ پر مُرتسم ہوا تھا وہ آج تک محو نہیں ہوا اور میں اسے اپنی زبان کی بہترین کتابوں میں شمار کرتا ہوں۔ یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ اس کا پوتھا ایڈیشن شائع ہوا۔

کتب خانہ آصفیہ اور سالار جنگ سے متعلق آپ کے بعض مضامین میں نے نوائے ادب (بمبئی) اور دوسرے رسائل میں دیکھے ہیں۔ ماشاءاللہ۔ اس سلسلے میں ایک بات یاد آئی۔ سالارِ جنگ کے کتب خانے میں پُرانے اخباروں کا بہت بڑا ذخیرہ ہونا چاہیے۔ اگر گمان صحیح ہے تو کیا آپ ان اخباروں کے نام

مع قید سنین، لکھ سکیں گے۔

امید ہے مزاج گرامی بہمہ وجوہ بخیر ہوگا۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

میری مصروفیتوں کا یہ عالم ہے کہ یہ خط میں نے ۱۱ر کو شروع کیا تھا لیکن اس کے بعد بھیجنے کی فرصت نہ ملی۔ اس تاخیر کے لیے میں معافی چاہتا ہوں۔ فقط۔

۲

نئی دہلی ۳ر نومبر ۱۹۵۵ء

مخدومی حضرت

گرامی نامہ بہت دن سے نظر افروز ہو چکا ہے۔ کام کاج کی مصروفیت میں جلد جواب نہ دے سکا۔ اس تصدیعہ کے لیے معافی چاہتا ہوں۔

آپ نے پھر جس حسنِ ظن سے کام لیا ہے، اس کے لیے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں میں پرانے اخبارات محض اطلاعاً دیکھنا چاہتا ہوں۔ بعض اوقات ان میں بڑی دلچسپ چیز مل جاتی ہے۔ اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن پھر بھی کیا آپ اخباروں کے نام اور ان کے زمانے کی فہرست بھجوا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ مشکل تو اپنی جگہ رہے گی کہ وہ دیکھے کیسے جائیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ محض اخبار دیکھنے کے لیے میں حیدر آباد آؤں۔ نہ یہاں سے نکل ہی سکتا ہوں اور نہ زیادہ مدت تک کسی ایک جگہ ٹھیرنا ممکن ہے۔ آپ تو یورپ ہو آئے ہیں۔ وہاں کے کتب خانے کیسی سہولتیں مہیا کرتے ہیں۔ کاش ہمارے ہاں بھی اس طرح کے تعاون کی رسم رائج ہو جائے۔

میں آخری مرتبہ ۱۹۳۸ء میں حیدر آباد گیا تھا۔ سترہ برس ہو گئے۔ کتنی خواہش ہے کہ پھر ایک مرتبہ اس عروس البلاد کو دیکھوں۔ خدا معلوم یہ آرزو کبھی پوری ہو گی یا نہیں۔ واللہ علیٰ کلّ شیءٍ قدیر۔ آپ حضرات پر رشک آتا ہے کہ آپ کو لکھنے پڑھنے

کے کتنے مواقع میسر ہیں۔ ہم ہیں کہ لکھنا تو درکنار، پڑھنے تک کی فرصت نہیں ملتی۔

والسلام والاکرام خاکسار: مالک رام

۳

نئی دہلی ۱۴ اگست ۱۹۵۶ء

کرم فرمائے من۔

گرامی نامے کا شکریہ۔ میں انشاءاللہ عنقریب "دکن میں اردو" کا نسخہ بازار سے منگوا لوں گا۔ اور اس سے استفادہ کروں گا۔

یہ دیوانِ غالب اس لیے بھیج رہا ہوں کہ آپ کے وہاں جو نسخہ مطبع احمدی (۱۸۶۱ء) والا ہے جس پر خود غالب کے ہاتھ کی تصحیحات ہیں جو گویا مطبع نظامی والے ایڈیشن (۱۸۶۲ء) کا مسودہ تھا۔ اسے دیکھ کر تمام اختلافات اس پر درج فرمائیں۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس نسخے اور اس میں کس حد تک تفاوت ہے۔ اگر تفاوت نہ ہو تو اس صورت میں نشان دہی کر کے اسے واپس بھیج دیں کہ کہاں کہاں غالب نے کوئی لفظ بدلا تھا۔

آپ کو زحمت دے رہا ہوں، لیکن امید ہے آپ اسے گوارا فرمائیں گے۔ اور اس کام کو جلد کر کے یہ نسخہ ہفتے عشرے میں میرے پاس واپس بھیج دیں گے۔

زحمت کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں والسلام والاکرام

والسلام علیکم

خاکسار: مالک رام

سلیم تمنّائی

۱

۱۵ اگست ۱۹۷۳ء

مکرم بندہ جناب تمنائی صاحب، آداب

اپنی شامتِ اعمال سے میں آپ کے ۳۰ مئی گزشتہ کے گرامی نامے کا آج تک جواب نہ دے سکا۔ جس کے ساتھ آپ نے ممتاز شیریں کے کچھ حالات بھیجے تھے۔ اس تاخیر کے لیے معافی چاہتا ہوں۔ کام کاج کی کثرت نے میری خط و کتابت میں بہت ابتری پیدا کر دی ہے۔ میرے جاننے والے میری مجبوریوں کو جانتے ہیں۔ آپ بھی درگزر فرمایئے۔

آپ کا پہلا خط یا تو ملا نہیں اور اگر ملا، تو کہیں کاغذات کے انبار میں کھو گیا۔ مجھے اس کا مضمون بھی یاد نہیں آرہا ہے۔ وہ شعر پھر لکھیے اور اپنا سوال بھی تاکہ حتی الوسع اس کا جواب لکھنے کی کوشش کروں۔

آپ کی کتاب کا مسودہ کتنے صفحات پر مشتمل ہے؟ تصاویر کتنی ہیں؟ خرچ کا اندازہ کیا ہے؟

سائل دہلوی کی اصلاحوں والا مضمون شوق سے بھیج دیجیے۔ تحریر میں شامل کر لیا جائے گا۔

تحریر کا پرچہ بھجوا دیا جائیگا۔ سال بھر کا چندہ صرف پندرہ روپے ہے اور ہم ۵۰۰ صفحات کا مواد ضرور پیش کر دیتے ہیں۔ وہاں کچھ اور دوستوں کو بھی متوجہ کیجیے۔

اس وقت میسور میں صرف ڈاکٹر آمنہ خاتون اس کی خریدار ہیں۔

ممتاز نمبر میں کے حالات بہت تاخیر سے موصول ہوئے' اس لیے ان سے استفادہ نہ کر سکا۔ لیکن جو کچھ نقوش کے افسانہ نمبر میں چھپا تھا اس سے کچھ زیادہ فرق بھی نہیں ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲

۲۷ اکتوبر ۱۹۷۳ء

مکرمی آداب

میں چند ہفتے کے لیے ہندوستان سے باہر چلا گیا تھا واپسی پر آپ کا ۲۲ ستمبر کا گرامی نامہ ملا۔ اس میں لفافہ ملفوف کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ خطوں کا جواب دینا تو اخلاقی فرض ہے اور انسان اتنا خرچ تو برداشت کر ہی لیتا ہے آپ کو کیا معلوم کہ میرا ڈاک کا خرچ کتنا ہے۔

اقبال کے شعر میں "حرفِ شیریں" سے میرے خیال میں قرآن مراد ہے خدا معلوم شارحین نے کیا کیا لکھا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ آپ کی کتاب آپ کے حسب دلخواہ شائع ہو جائے، ہے یہ کہ آج کل اُردو میں کتابوں کا چھاپنا ہے بڑے دل گردے کا کام۔ ایک ہزار کا اڈیشن دس برس میں بھی نہیں بکتا۔ ایسے حوصلہ شکن حالات میں کوئی کیا چھاپے۔

تاہم تحریر کے چکر" میں گرفتار ہوں۔ پچھلے سات برس سے دو ہزار سالانہ کا خسارہ مسلسل برداشت کر رہا ہوں۔ سب دوست کہتے ہیں کہ تم پاگل ہو۔ اس میں واقعی کچھ شبہہ نہیں کہ ایسا کام کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ سالِ رواں میں تحریر کے دو شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ تیسرا اور ہفتے عشرے میں شائع ہو جائے گا۔ فرمایئے

کہ آپ کی خریداری جنوری ۱۹۷۳ء سے محسوب کی جائے یا کس شمارے سے۔ اس کے مطابق دفتر میں ہدایت دے دوں گا خریداری قبول کرنے کا شکریہ۔

اور اس کا شکریہ بھی کہ آپ نے توسیع اشاعت میں ہاتھ بٹانے کا وعدہ کیا ہے۔

والسلام والاکرام

خاکسار

مالک رام

ڈاکٹر آمنہ خاتون

۱

یکم جولائی ۱۹۶۶ء۔
عزیزہ ڈاکٹر آمنہ خاتون و مکرم پروفیسر محمد خاں صاحب، آداب۔
کوئی تین ہفتے ہوئے آپ کا مرسلہ نسخہ "ریاست میسور میں اُردو" موصول ہوا تھا، جس کا شکریہ آج تک ادا نہ کر سکا۔
اس طرف مصروفیت اس بلا کی رہی، کچھ ناگہانی سفر بھی درپیش رہے کہ سکون سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا، اور اسی لیے کئی کام وقت پر نہ ہو سکے، انھیں میں خط و کتابت بھی تھی۔
آپ نے جس مفید کام کی بنیاد ڈالی ہے، اس کی اہمیت سے انکار نہیں ہو سکتا دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کو اس کے جاری رکھنے کی توفیق اور وسائل مہیا فرمائے
دیباچے میں شباب کی تصویر کا ذکر ہے لیکن کتاب کے جو اجزا ملے، ان میں تصویر شامل نہیں شاید وہیں رہ گئی۔
پچھلے دنوں ہم نے برادر مکرم عرشی صاحب کی خدمت میں ایک مجموعہ پیش کیا تھا، اس کا نسخہ الگ سے دو چار دن میں پہنچے گا، خدا کرے پسند آئے۔
والسلام والاکرام خاکسار مالک رام
آپ کو انشا کی مفصل سوانح عمری اور ان کے کلام پر بھرپور تبصرہ اور اردو ادب میں ان کے مقام کے تعین سے متعلق اپنی کتاب شائع کرنا چاہیے۔
مالک رام

۲

۲۵، نومبر ۱۹۶۶ء

عزیزہ بہن آمنہ خاتون سلامت باشید، آداب

بہت دن ہوئے آپ نے اطلاع دی تھی کہ آپ بھی "نذر ذاکر" کے لیے مقالہ لکھیں گی اور موضوع لکھا تھا: "سعادت علی خاں کی بولی"۔ فرمایئے کہ مقالہ کب تک پہنچے گا؟۔

کیا آپ نے مجلّہ کا کوئی اور شمارہ بھی شائع کیا ہے؟

پروفیسر مولوی محمد خاں میرا سلام قبول فرمائیں،

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳

۸، فروری ۱۹۶۷ء

عزیزہ آمنہ سلمکم اللہ تعالیٰ، دعوات

آپ کا خط بہت دن سے جواب طلب پڑا ہے۔ اگرچہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس کا جواب فوری طور پر دینا۔

کہیئے وہ مقالہ کس مرحلہ پر ہے؟ اور کب تک بھیجیں گی؟

مجلّہ (رودادِ مشاعرہ) مجھے ابھی تک نہیں ملا یہ صرف اطلاعاً عرض ہے۔

پروفیسر مولوی محمد خاں صاحب سلام قبول فرمائیں۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۴

۲۳، اپریل ۱۹۶۸ء

عزیزہ آمنہ خاتون سلمکم اللہ تعالےٰ، آداب

میں کل شام علی گڑھ کے پنج روزہ قیام کے بعد واپس دلّی آیا تو آپ کا تار ملا۔ میں نے فوراً میسور ہاؤس ٹیلی فون کیا، تو پتا چلا کہ جناب محمد رحمت اللہ صاحب (آئی اے ایس) کل ہی واپس میسور تشریف لے گئے ہیں، بہت افسوس ہوا کہ میں آپ

کے ارشاد کی تعمیل نہ کر سکا۔ میری طرف سے عدم ملاقات کا افسوس اور عذر ان تک پہنچائیے۔ کہیں وہ اسے میری کوتاہی پر محمول نہ کریں۔

اب اگر وہ دوبارہ تشریف لانے والے ہوں، تو دو چار دن پہلے سے مطلع فرمائیے تاکہ دوبارہ یہ حادثہ نہ پیش آئے۔

ضرور کوئی ایسی ہی بات ہوگی کہ آپ نے تار بھیجا۔ اب کہیں تشویش ہو رہی ہے کہ کیا بات تھی۔ کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکتی ہیں!

فرمائیے، علمی کام آج کل کون سا آپ کے ہاتھ میں ہے کیا آپ کے مجلّے کا دوسرا شمارہ شائع ہوا یا نہیں؟

محمد خاں صاحب قبلہ سلام نیاز قبول فرمائیں۔

والسلام والاکرام۔ خاکسار مالک رام

---

(۱) پروفیسر محمد خاں سے مراد ہے مشہور ناول نگار ڈاکٹر آمنہ خاتون کے شوہر۔

(۲) ڈاکٹر آمنہ خاتون نے ایک مجلہ 'رودادِ مشاعرہ' کے نام سے جاری کیا تھا، یہ اسی کا ذکر ہے۔

(۳) 'نذرِ عرشی' مرتّبہ مالک رام اور مختار الدین احمد سے مراد ہے، 'نذرِ عرشی' ۱۹۶۵ء میں مولانا امتیاز علی خاں عرشی کی ادبی خدمات کے اعتراف میں مرتّب کی گئی۔

(۴) 'نذرِ ذاکر' اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں ۱۹۶۷ء میں مکتوب نگار نے مرتّب کی۔

ایم۔ حبیب خاں

۱

۱۳/ ۹/ ۱۹۷۲ء

مکرمی حبیب خان صاحب، آداب

۹/۱۲ کے گرامی نامے کا شکریہ

واقعی یہی وہ کتاب ہے جس سے متعلق میں پوچھ رہا تھا۔ آپ نے کتاب کا نام 'بھوگول ہستا ملک' لکھا ہے یہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کا دوسرا جزو 'ہستا ملک' سمجھ میں نہیں آیا۔ بھوگول کے معنی ہیں، جغرافیہ۔

ذرا براہِ کرم ٹھیک سے نام دیکھ کر ایک مرتبہ پھر لکھ دیجیے۔ کیا یہ لفظ 'ہستا ملک' ہے۔ میں مضمون میں نام تو یہ لکھ دوں گا کیوں کہ اس سے مفر نہیں، لیکن اس کا یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ اس کے نقل کرنے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی اور اس کا املا یہی ہے۔

والسلام والاکرام خاکسار۔ مالک رام

سید منظور احمد

۱

نئی دلّی ۳۰ ؍جون ۱۹۸۹ء

کرم گستر! آداب

۲۴ ؍جون کے گرامی نامے کا شکریہ۔ اس سے پہلے آپ نے ڈاکٹر آمنہ خاتون مرحومہ سے متعلق معلومات نہیں بھیجی تھیں۔ یا ممکن ہے کہ آپ نے لکھی ہوں اور وہ خط عرضِ راہ میں کہیں گم ہوگیا۔ ڈاک کا انتظام بھی تو تسلّی بخش نہیں ہے۔ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ ان کی تدفین کہاں عمل میں آئی۔ یہ بھی لکھ دیجیے تو حالات مکمّل ہو جائیں۔

ایوارڈ کی تاریخ ابھی تک مقرّر نہیں ہوئی۔ یہ صرف عمومی خدمات کے اعتراف میں ایک طلائی تمغے پر مشتمل ہے۔ اگرچہ میں کیا۔ اور میری خدمات ہی کیا!

بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کسی درجے میں جو بھلا بُرا کام کیا، وہ میرے احباب کو پسند آیا، اما بحمد اللہ۔

خدا کرے آپ ہر طرح بخیر و عافیت ہوں۔ آمین

پس نوشت:۔ اگر ممکن ہو تو ان کی زندگی پر بھی کچھ روشنی ڈالیے۔

شکریہ والسّلام والاکرام خاکسار۔ مالک رام

۲

نئی دلّی ۴ ؍جون ۱۹۹۱ء

مکرمی، آداب

آپ نے کسی زمانے میں میری ایک غلطی کی تصحیح کی تھی۔ میں نے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ صادقین مرحوم نے سلطان ٹیپو شہید کے مزار پر کچھ عبارت لکھی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ

یہ اِطلاع غلط ہے۔

میں اس کی تصدیق چاہتا ہوں۔ اگرچہ اب مجھے یہ بھی ٹھیک سا یاد نہیں کہ کیا آپ ہی نے یہ نشاندہی کی تھی۔

بہر حال اس سے متعلق مطلع فرمائیے۔

میں یہ مضمون ایک مجموعہ میں شامل کرنا چاہتا ہوں اور یہ نامناسب ہوگا کہ اس میں کوئی غلط بات شامل ہو جائے۔ اسی کی اصلاح منظور ہے۔

خدا کرے آپ ہر طرح بخیر ہوں۔ آمین!

والسلام والاکرام خاکسار۔ مالک رام

---

(۱) ڈاکٹر آمنہ خاتون، مشہور محقق تھیں۔

ظفر ادیب

۱

برسلز ۲۵ ستمبر ۱۹۶۲ء

جناب ظفر صاحب ۔ آداب،

کے گرامی نامے کا شکریہ

میں نے کیفیؔ صاحب کی زندگی میں ان کی مثنوی 'جگ بیتی' (یہی نام ہے نا؟) سے متعلق ایک خاصا مفصل مضمون لکھا تھا۔ یہ بمبئی کے سہ ماہی رسالے 'نوائے ادب' میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی وفات کے بعد میرا ایک مضمون (یا شاید دو مضمون) متلؔ صاحب کے پرچہ 'تحریک' میں بھی چھپے تھے۔ اگر آپ چاہیں، تو انہی میں سے کوئی مضمون شاملِ مجموعہ کر لیجیے۔ اس پر نظرِ ثانی کر دوں گا۔ حالات اور میری مصروفیات کچھ اس نوع کی ہیں کہ شاید فوری طور پر تازہ مضمون لکھنا ممکن نہ ہو۔

مرحوم کی سالگرہ پر جو مضمون لکھے گئے تھے، وہ میرے علم کے مطابق جناب دھرم پال گپتا صاحب کے پاس تھے۔ آخر ان کے ضائع ہونے کا کیا سبب ہو سکتا ہے! ان سے دریافت کیا آپ نے؟ اور کون اصحاب اس تقریب کے کارفرما تھے۔ ان سے پوچھ گچھ کی جائے میرے مضمون کا مسودہ میرے پاس نہیں۔ یہ ان کی دونوں تحقیقی نثری کتابوں منشورات اور کیفیہ ۔ سے متعلق تھا۔ میں بالعموم اپنے مضامین کے مسودے نہیں رکھتا۔ اگر وہ مضمون دستیاب نہ ہو سکے، تو نیا مضمون اس وقت تک نہیں لکھا جا سکتا، جب تک یہ دونوں کتابیں میرے

پاس نہ ہوں۔ اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔ مانخر صاحب سے میرا آداب کہیے اور کن اصحاب سے آپ نے استمداد کی ہے؟

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲

۲۳ر نومبر ۱۹۷۷ء

محبی ظفر ادیب صاحب آداب۔ یاد آوری کا شکریہ۔

صورتِ حال آپ نے خود اپنے گرامی نامے میں تفصیل سے لکھ دی ہے، اور اس پر میری طرف سے اضافہ غیر ضروری ہے۔

میرا ارادہ ضرور اقبال سمینار میں شرکت کے لیے لاہور جانے کا ہے لیکن ڈاکٹر صاحبان مانع آرہے ہیں کہ صحت کی اس حالت میں دوسرے ملک کا سفر قرینِ مصلحت نہیں ہے۔ بظاہر میری صحت بفضلہٖ تعالیٰ ٹھیک ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں، اس مرض کے اتار چڑھاؤ ایسے ہیں کہ خدا معلوم، کس وقت کیا ہو جائے۔ اور اس کا تو مجھے یقین ہے کہ وہاں زندگی کا پورا پروگرام تلپٹ ہو جائیگا اور مطلوبہ آرام یقیناً نہیں مل سکے گا۔ ڈاکٹر صاحب نے پرسوں ۲۵ر نومبر کو بلوایا ہے، جب طے ہو گا کہ جا سکتا ہوں یا نہیں۔

میں بیشتر گھر ہی پر رہتا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہ قیدِ تنہائی بھی بڑی اذیت ناک ہے، کبھی کبھی رستی تڑا کر گھر سے نکل بھی جاتا ہوں۔ جس سے تھکان تو ضرور ہو جاتی ہے، لیکن تھوڑی دیر کی تفریح کے لیے اسے برداشت کر لیتا ہوں۔ کل ۲۴ر نومبر کو آپ کے وہاں جلسہ ہے عزیزہ حمیدہ سلطان سے میں نے وعدہ تو کر رکھا ہے۔ شاید آنکلوں۔ بہر حال کوشش کروں گا کہ آپ کا مسوّدہ ایک نظر دیکھ لوں انشاءاللہ۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳

۲۶ ر مئی ۱۹۷۸ء

حضرت، مجھے سحرؔ عشق آبادی کے حالات آج تک نہیں ملے، اور اس سے بہت الجھن ہو رہی ہے۔ فوری توجہ کا خواہاں ہوں۔ شکریہ

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۴

۲۶ ر جون ۱۹۷۸ء

مکرمی جناب ظفر ادیب صاحب، آداب

میں نے ڈاکٹر مروت میرٹھی کی خدمت میں سحرؔ مرحوم کے حالات کے لیے لکھا تھا۔ انھوں نے جواب میں فرمایا ہے کہ حالات آپ کو بھیج دیئے گئے ہیں۔ اگر ممکن ہو، تو عنایت فرمایئے تاکہ میں اپنا متن مکمل کرلوں۔ شکریہ

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۵

۱۱ ستمبر ۱۹۸۲ء

محب مکرّم، گرامی نامے کا دلی شکریہ

آپ کو جو زحمت ہوئی، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں، لیکن آج کل ٹیلیفون کی وبا شہر گیر ہے، اس سے مفر نہیں۔

سحرؔ عشق آبادی مرحوم کے حالات 'تحریر' کے آخری شمارے (۶۲) اکتوبر، دسمبر ۱۹۷۷ء میں شائع ہوئے تھے۔ اس کے بعد پرچے کی اشاعت بند ہوگئی اگر پرچہ کہیں سے نہ ملے، تو بتایئے۔ میں اپنی فائل کی جلد استفادے کے لیے پیش کردوں گا۔ جب آپ کا کام نکل جائے، تو واپس کر دیجیے گا۔

ابھی تک "تذکرۂ معاصرین" میں ان کے حالات شائع نہیں ہوئے۔ بلکہ جب یہ مرحلہ آئے گا تو شاید آپ سے ان کا مجموعہ "گلبانگ" مستعار لینا پڑے۔ یوں میں نے اس کا نسخہ غالب انسٹی ٹیوٹ کے کتاب خانے میں دیکھا تھا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

پس نوشت ـــ ٹیلیفون خراب پڑا ہے کیا حمیدہ بیگم آئیں۔

۶

۱۶، مئی ۱۹۸۳ء

کرم فرمائے من، آداب

میر کا مشار الیہ انتخاب خود میرے پاس تھا، اور افسوس کہ وہ تقسیم ملک کی نذر ہوگیا۔ جہاں اور ہزاروں کتابیں لاہور میں رہ گئیں، وہیں اس کے ماتھے بھی گئی۔ یہ ۱۸ × ۲۲ / ۸ کے کوئی پچاس صفحات کو محیط تھا۔ اور اکمل المطابع، دلّی میں چھپا تھا۔ اس پر یہ تو نہیں لکھا تھا کہ یہ انتخاب، غالب کا کیا ہوا ہے، لیکن اکمل المطابع میں جب کچھ چھپتا تھا، اس میں غالب کا جو حصہ ہوتا تھا، وہ ہمیں معلوم ہے۔

غالب نے میاں داد خاں سیاح کے نام اپنے ایک خط میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

یہی میں نے میر سمینار کی تقریر میں بھی عرض کیا تھا۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۷

۱۱، ستمبر

جناب ظفر صاحب آداب و تسلیمات۔

یکم ستمبر کے گرامی نامے کا شکریہ۔

پچھلے چار برس سے شاید ہی آپ نے کسی مجلے/ رسالے میں میرا مضمون دیکھا ہو۔ سبب ظاہر ہے! دفتری کام کی وہ بھرمار ہے کہ اللہ کی پناہ، فرصت ہی نہیں ملتی سچ مانیے کہ بعض اوقات کئی کئی دن کتاب کھولنے کی توفیق نہیں ہوتی، لکھنا تو دور کی بات ہے۔

دوسری مصیبت یہ کہ میں ساتھ کتابیں نہیں لایا۔ آپ ہی سوچیے کہ سفر میں

پورا کتاب خانہ کہاں کہاں لیے پھروں ۔ خانہ بدوشی کی زندگی تو ہے ہی ۔ دو برس قاہرہ (مصر) میں گزارے اب یہ دو برس سے یہاں ہو گئے ۔ خدا معلوم کل کہاں کا تبادلہ ہو جائے ۔

ان حالات میں کوئی تازہ مضمون لکھنے سے معذور ہوں ۔ البتہ ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے ۔ کیفی مرحوم کی زندگی میں بعض حضرات نے ایک خاص تقریب ان کے اعزاز میں کی تھی ۔ اس سلسلے میں کچھ لوگوں سے مضمون بھی لکھوائے گئے تھے ۔ میں نے انہی ایام میں ایک مضمون "کیفیہ" اور "منشورات" سے متعلق لکھا تھا ۔ یہ مضمون کس صاحب کے پاس ہیں ؟ اگر یہ حاصل ہو جائیں تو انہی میں میرا مضمون بھی نکل آئے گا ۔ اسے میرے پاس بھیج دیجیے ۔ میں اس پر نظر ثانی کر کے حاضر خدمت کر دوں گا ۔

اگر یہ منظور نہ ہو ، تو مرحوم کی کتابیں بھجوا دیجیے ، اپنی ذاتی کوشش کر کے مضمون لکھوں گا ۔

میں حتی الوسع اس کتاب میں شامل ہونا چاہتا ہوں ، آگے جو خدا کو منظور ہے ۔ شاید آپ کو معلوم ہوا مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں کوئی صاحب ڈاکٹریٹ کے لیے کیفی صاحب سے متعلق مقالہ لکھ رہے ہیں ۔ پارسال ان کا ایک خط مجھے ملا تھا ، نام بھول گیا ہوں ۔

مانفر صاحب کی خدمت میں آداب عرض کرتا ہوں ۔ اور احباب بھی سلام قبول فرمائیں ۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

حواشی

۱۔ 'کے گرامی نامے کا شکریہ' اصل خط میں اسی طرح تحریر کیا گیا ہے۔ غالباً (آپ کا) لکھنا بھول گئے ہیں۔

۲۔ کیفی صاحب سے مراد پنڈت برج دتا تریہ کیفی ہے۔

۳۔ گوپال متل: اڈیٹر تحریک، ولادت: مالیر کوٹلہ، ۶؍ جون ۱۹۰۷ء

۴۔ حمیدہ سلطان سے مراد ہے 'ناول نگار سابق صدر جمہوریۂ ہند فخر الدین علی احمد کی ہمشیرہ اور انجمن ترقی اردو دلّی شاخ کی سکریٹری۔

۵۔ سحرؔ عشق آبادی، بھگوان چندر بھٹناگر، ابتدائی تخلص قمرؔ۔ (تذکرۂ ماہ وسال)

ولادت: میرٹھ، عشق آباد، مارچ ۱۹۰۳ء، وفات: ۳۱؍ مارچ ۱۹۷۸ء

۶۔ اس خط پر تاریخ تحریر ہے سن نہیں لکھا۔ ڈاک خانے کی مہر سے پتا چلتا ہے کہ ۱۹۶۲ء کا تحریر کردہ خط ہے۔

۷۔ اب دو برس سے یہاں ہو گئے۔ اصل خط میں یہی تحریر ہے۔

سرور تونسوی

۱

۵، فروری ۱۹۷۵ء

مکرمی جناب سرور صاحب، آداب

آپ کے ۳، فروری کے گرامی نامے کا دلی شکریہ۔ شاید اس دن مجھے مفتوں[1] صاحب کی تعزیتی تقریب میں دیکھ کر آپ کو لکھنے کا خیال آیا۔ یہ محض مرحوم کی محبت تھی کہ میں نے جانے کی جرأت کی۔

میری صحت ابھی تک سقیم ہے۔ لکھنے پڑھنے کا کام بالکل بند ہے۔ سچ مانیے خط تک لکھنے میں تکلف ہوتا ہے۔ ڈاکٹروں نے کچھ ایسی جانگزا پابندیاں عائد کر رکھی ہیں کہ کچھ کرتے نہیں بنتی۔

کنور[2] صاحب میرے پرانے مہربان اور عزیز دوست ہیں۔ انھوں نے اردو کے قیام اور ترویج، بالخصوص تقسیم ملک کے بعد، جو کام کیا ہے، کون اردو داں اس سے انکار کر سکتا ہے؟ آپ ان کی خدمت میں ہدیۂ عقیدت پیش کر کے ہم سب کی طرف سے[3] فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں کاش میں ٹھیک ہوتا اور اپنی خواہش کے مطابق مضمون لکھ سکتا! لیکن میری مجبوریاں آپ سے مخفی نہیں۔ یقیناً آپ مجھے معاف فرما دیں گے۔

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

---

(۱) 'مفتون' صاحب سے مراد سردار دیوان سنگھ مفتون ہے۔

(۲) کنور صاحب سے مراد کنور مہندر سنگھ بیدی ہے۔

(۳) 'شانِ ہند' کے بیدی نمبر کے لیے مکتوب نگار کو مضمون درکار تھا۔

ہمّت رائے شرما

۱

۲۴ اپریل ۱۹۸۳ء

کرم فرمائے من جناب شرما صاحب آداب

۱۸ اپریل کے گرامی نامے کا دلی شکریہ قبول فرمایئے۔

آپ کو مضمون پسند آیا، یہ آپ کی نوازش اور محبّت کا نتیجہ ہے، ورنہ میں جانتا ہوں کہ وہ مضمون اس سے زیادہ مفصّل ہونا چاہیے تھا، وقت کی تنگی کے باعث مکمل طور پر نہیں لکھا جا سکا۔ بدقسمتی سے مجھے آج تک آپ کی تصنیفات دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ جونہی موقع ملتا ہے۔ان سے استفادہ کروں گا۔ انشاءاللہ۔ خدا کرے آپ ہر طرح بخیر و خوبی ہوں۔ آمین!

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۲

۲۶ جون ۱۹۸۳ء

میرے مکرم آداب

بہت دن ہوئے آپ کا گرامی نامہ ملا تھا، اس کے بعد آپ کی دو کتابیں "ہندو مسلمان" "نکاتِ زباندانی" موصول ہوئیں۔ معذرت خواہ ہوں کہ ان کا شکریہ اتنی تاخیر سے ادا کر رہا ہوں۔ کیا کہوں، پیری و صد عیب کے مصداق مختلف مکروہات کا شکار ہوں۔ اسی سے معمولاتِ زندگی درہم برہم ہو گئے ہیں اگر کبھی دلّی کا پھیرا ہو، تو قدم رنجہ فرمایئے۔ میرا تھوڑا سا وقت خوشگوار

ماحول میں بسر ہو جائے گا خدا کرے، آپ ہر طرح بخیر وعافیت ہوں۔ آمین!

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

۳

۲۳ ، اکتوبر ۱۹۸۴ء

محب مکرم شکریہ

خدا کرے، آپ کو اور آپ کے خاندان کو دیوالی کی خوشیاں سال بھر اور ساری عمر حاصل رہیں۔ آمین!

والسلام والاکرام خاکسار مالک رام

اشاریہ

آتش : ۲۲۱

آروی، عبدالمالک : ۱۵۰

آزاد، مولانا ابوالکلام : ۲۱، ۴۱، ۴۶، ۵۱، ۹۰، ۲۲۵، ۲۴۰۔

آزاد، پروفیسر جگن ناتھ : ۱۲، ۱۶، ۳۵، ۵۲، ۵۳، ۶۱، ۶۲، ۶۹، ۸۱، ۱۲۱، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۶۵۔

آزاد، محمد حسین : ۲۱، ۳۵، ۴۶، ۸۷، ۲۲۵، ۲۴۱،

آسی، عبدالباری : ۱۶۴

آصف جاہ : ۱۴

آفتاب عالمتاب : ۷۳، ۱۷۲، ۲۳۸

آفاق صاحب : ۱۵۲، ۱۷۸

آمنہ خاتون، پروفیسر : ۱۲، ۱۳، ۷۱، ۲۸۲، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۹۱۔

آئین اسٹائن، ڈاکٹر : ۲۵۹

اینڈریو اسٹرلنگ : ۲۵۰

احمد سعید : ۱۳

احمد صاحب : ۱۹۷

اختر : ۱۷۲

اختر زماں : ۱۳

اخلاق اثر : ۱۲

ابواللیث صدیقی : ۱۶۰

ارجن دیو : ۲۴۱

ارونا : ۳۷

استاد احمد محمد شاکر : ۱۶۸، ۱۷۰

اسپرنگر، ڈاکٹر : ۱۶۴، ۱۶۸

اسلم پرویز، ڈاکٹر : ۱۲

اسلم جیراجپوری، مولانا : ۳۷، ۱۹۸

اشک صاحب : ۲۲۹

اصلاحی، ضیاءالدین، مولانا : ۳۶، ۱۸۰

اعظمی، خلیل الرحمن : ۲۱۰

اعظمی، عبداللطیف : ۳۹

اقبال سہیل : ۱۹۸

اقبال، علامہ : ۶۱، ۲۵۸، ۲۸۲، ۲۹۴

امام احمد بن حنبل : ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۹۱، ۱۹۶۔

امیر جہاں : ۱۴

امیر مینائی : ۲۴۰

امداد صابری : ۲۴۰، ۲۴۱

انشا، انشاء اللہ خاں : ۲۳۶، ۲۸۵

انور، منوہر سہائے : ۲۳۸

اختر اورینوی : ۸۰

اوشا : ۴۳، ۲۴۹

(ب)

بال کرشنا : ۱۸۵

بجاج : ۱۸۵

برکات احمد : ۱۸۸

برنی : ۲۴۱

بملارانی : ۸۴، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲۔

بسیونی آفندی : ۱۸۶، ۱۸۸

بشرا : ۴۳

بے جگر : ۲۷۴

بیخود دہلوی : ۱۹۸

بیدل، عبدالقادر : ۱۸۹، ۲۳۵، ۲۳۶

بیل : ۲۵۰، ۲۵۲

بھاردواج، ڈاکٹر : ۱۸۵

(ت)

تاباں : ۹۱، ۱۹۳، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۲۔

تفتہ، مرزا ہر گوپال : ۶۵، ۶۶، ۶۷۔

ٹھاکر پونچھی : ۱۱۰

(ج)

جارج سوئٹن : ۲۵۰

جگر مرادآبادی : ۲۳۵

جعفر بن احمد بن الحسین : ۱۸۴

جمال میاں : ۱۶۵

جوش ملیح آبادی : ۸۱، ۸۳، ۱۹۸

جوش ملسیانی : ۹۲، ۱۱۵، ۱۱۶

جی، ڈی، چندن : ۱۲

جیمس لمیڈن : ۲۵۰

جیون لال : ۲۲۳

(چ)

چارلس سنڈرس : ۲۵۰

چڈھا، سی، ایس : ۱۳

چنگیزی، یاس یگانہ : ۲۹

(ح)

حالی، الطاف حسین، خواجہ : ۲۷، ۱۶۷، ۱۶۹

حافظ : ۶۱، ۶۲

حامد صاحب : ۱۶۳، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۹۴

حبیبہ بانو : ۲۵۸

حسرت موہانی، مولانا : ۱۴۹، ۱۵۵، ۲۳۶

حسرت، چراغ حسن : ۱۹۸

حکیم ارتضیٰ الرحمٰن : ۱۴۸

حکیم شفاءالملک : ۱۵۰

حکیم عیش : ۲۲۲

حماد سعید : ۱۴

حمورابی : ۱۸۲

حیرت، عبدالمجید : ۵۲، ۱۷۲

حمیدہ بیگم: ۲۹۶

حمیدہ سلطان: ۲۹۴

(خ)

خالد میاں: ۲۳۷

خان، ابن حسن: ۱۷۴

خان، احمد سعید طالب: ۱۹۰

خان، ایم۔ حبیب: ۱۲، ۱۶، ۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۲۸۹

خان، بہادر سید علی حسن: ۱۷۲

خان، حمید احمد، پروفیسر: ۶۰، ۱۶۶، ۱۸۴

خان، ذاکر حسین، ڈاکٹر: ۱۶۱، ۱۶۲

خان، رشید حسن: ۱۲، ۱۶، ۵۵، ۲۰۹

خان، ریاض حسن، خیال: ۱۶۶

خان، سعادت علی: ۲۸۶

خان، عبدالوحید: ۱۶۲

خان، کاظم علی، ڈاکٹر: ۱۲

خان، محمد عبید الرحمٰن: ۱۶۳

خان، محمد، پروفیسر: ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷

خان، مسعود حسین، پروفیسر: ۱۲، ۱۶، ۱۳۷

خان، معشوق علی: ۲۶۷

خان، میر عابد علی: ۱۲۰، ۱۲۱

خان، نواب صدیق حسن: ۱۸۱

خان، نواب شمس الدین احمد: ۲۴۰

خلیفہ، عبدالحکیم: ۶۰، ۱۹۵، ۱۹۶

خلیق احمد نظامی، پروفیسر: ۱۰۸

خلیق انجم، ڈاکٹر: ۱۰، ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۲۷، ۳۶، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۷۳، ۷۴، ۲۵۵، ۲۶۵

خواجہ حسن نظامی: ۱۹۸

خواجہ مشفق: ۲۳۱

خورشید الاسلام: ۲۱۰

خیراتی لال: ۱۹۴

خیر بہوروی: ۱۶۵، ۱۶۶

(د)

دتاسی: ۱۸۵، ۱۸۷

دریابادی، مولانا: ۸۲

دسنوی، عبدالقوی: ۱۰۵، ۲۵۹

دل شاہجہانپوری: ۱۲، ۱۳، ۱۷، ۵۱، ۵۲، ۱۹۴، ۲۲۹، ۲۶۷

ذاکر صاحب، ڈاکٹر: ۱۹۶

ذکا، مولوی حبیب اللہ خاں: ۱۵۸، ۲۴۸

ذوقؔ: ۲۲۳

(ر)

رازؔ، راج نرائن: ۱۲۵

راقمؔ، خواجہ قمرالدین: ۲۴۳

رساؔ، سید محمد اسماعیل: ۱۵۳، ۱۷۵

رشکی: ۱۵۳، ۱۶۷

رضوی ادیب، سید مسعود حسن: ۱۴۳

رئیس امروہوی : ۸۸
رفعت سروش : ۹۱

(ز)

زتشی، جانکی ناتھ : ۹۰
زور، سید محی الدین قادری : ۲۷، ۲۱۰
زیدی، بشیر حسین، کرنل : ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۸۴
زیدی، سید علی جواد : ۱۲۳

(س)

ساغر نظامی : ۱۸۸، ۱۹۰
ساقی نارنگ : ۱۲
سالک، عبدالمجید : ۲۹
سائل دہلوی : ۲۸۱
سحر، ابومحمد، ڈاکٹر : ۱۰۳
سحر، عشق آبادی : ۲۹۵
سر، جون۔ کے : ۲۴۱
سر فرانسس، ہاکنس : ۲۵۰
سرور، پروفیسر آل احمد : ۳۴، ۱۱۲، ۱۶۶، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۸، ۱۸۳، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۴، ۱۹۸، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۰۔
سرور تونسوی : ۱۲، ۱۶، ۹۰، ۲۹۹
سرور، شرف الدین : ۲۴۳
سروری، عبدالقادر : ۱۰۰، ۱۰۵، ۱۰۷
سریر : ۱۷۸
سری کیلاش چندر : ۸۲
سفیان توری : ۱۸۹
سلطان ٹیپو، شہید : ۲۹۱
سلطان جہاں : ۱۳
سلمان : ۳،
سلیم تمنائی : ۲۸۱
سلیم قریشی : ۴۰
سلیمان ندوی، سید : ۹، ۱۷۹، ۲۵۷
سنہا : ۲۲۰، ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹
سی۔اے۔ قادر، ڈاکٹر : ۱۳۸
سیاح، میاں دادخاں : ۶۴، ۶۶، ۱۶۷، ۲۹۶
سید احمد : ۱۷۶
سید حامد : ۱۱

(ش)

شاذی جاہ : ۱۴
شاکر میرٹھی (ماسٹر پیارے لال) : ۱۵۳
شاہ طاہر الحسینی : ۳۹
شباب : ۲۸۵
شرف الدین : ۱۸۹
شرما، ہمت رائے : ۱۲، ۱۶، ۳۰۱
شریف کنجاہی : ۱۳۷، ۱۳۸
شعلہ، دوارکاداس : ۲۲۴، ۲۲۷، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۹، ۲۵۲
شفاء الملک : ۱۴۸

شمس بدایونی : ۳۹
شمیم جہاں : ۹، ۱۰، ۱۴
شوکت سبزواری : ۱۷۷
شیفتہ : ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۵۲، ۱۵۵
شیخ محمد اکرام : ۲۷
شیونرائن آرام، رائے بہادر : ۱۷۸
(ص)
صادقین : ۲۹۱
صدر یار جنگ : ۱۷۱
صدیقی، رشید احمد : ۷۱، ۱۱۲، ۲۳۷
صدیقی، ظہیر احمد، پروفیسر : ۱۳۹
صدیقی، کمال احمد : ۱۲
صلاح الدین احمد : ۳۵
(ط)
طارق : ۱۹۸
طلعت سعید : ۱۴
طٰہٰ حسین : ۱۷۶
(ظ)
ظفر ادیب : ۱۲، ۶۶، ۶۹، ۷۱، ۲۹۳
ظفر بہادر شاہ : ۲۲۳، ۲۳۶
(ع)
عابد حسین، ڈاکٹر : ۱۰۱، ۲۴۵
عادل رشید : ۶۲، ۸۴
عاشور کاظمی، سید : ۴۰
عبادت بریلوی : ۱۵۰
عبدالحق، مولوی : ۲۲۲
عبدالحمید : ۹۱
عبدالحئی : ۱۶۳، ۲۲۶، ۲۲۷
عبدالرحمٰن بجنوری : ۲۷
عبدالرزاق، شاکر : ۱۷۸
عبدالصمد : ۱۵۸
عبدالعلیم، ڈاکٹر : ۱۸۱
عبدالغفار، قاضی : ۱۹۱، ۱۹۶، ۱۹۸،
عبدالقادر، جرجانی : ۱۷۷، ۱۷۹
عبدالکریم : ۱۷۵
عبداللہ، ڈاکٹر، سید : ۲۴۵
عبدالمغنی، پروفیسر : ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۲۱۳
عبدالوہاب : ۲۲۷
عرش ملسیانی : ۵۲، ۸۱، ۹۲، ۱۹۰، ۱۹۴، ۲۴۹
عرشی، امتیاز علی خاں : ۲۷، ۹۷، ۹۸، ۱۰۸، ۱۵۷،
۱۷۱، ۱۷۹، ۲۸۵، ۱۸۷، ۱۸۹، ۲۴۹
عقیل احمد : ۱۲
علامہ یمنی : ۱۶۱
علائی، علاء الدین احمد خاں : ۶۶
علی محمد شاہ : ۲۱۵
علی منظور حیدرآبادی : ۱۹۸
عمران جاہ : ۱۴
عنایت علی : ۲۲۱
عیسیٰ بن ہشام : ۱۷۶

(غ)

غالب: ۹، ۲۷، ۲۸، ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۹، ۴۰، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۵، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۱۰۱، ۱۲۸، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۸، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۷۱، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۹، ۱۹۱، ۲۲۳، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۸، ۲۵۲، ۲۶۸، ۲۷۹، ۲۹۶۔

(ف)

فاروقی، پروفیسر خواجہ احمد: ۲۱، ۴۶، ۷۴، ۱۰۲، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۳۶

فاروقی، پروفیسر شمس الرحمٰن: ۱۲، ۱۶، ۳۵، ۱۲۱، ۱۶۳

فاروقی، عشرت حسین: ۱۳۷

فاروقی، پروفیسر نثار احمد: ۱۲، ۱۶، ۲۰، ۲۱، ۳۵، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۵۸، ۶۷، ۷۰، ۲۱۵، ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۴۵

فرخ جلالی: ۲۲۲

فرمان فتحپوری: ۵۵

فقیرہ بیگم: ۳۹

فیضی صاحب: ۱۶۱، ۲۵۱

(ق)

قاضی عبدالودود: ۲۷، ۷۰، ۱۰۷، ۱۵۸، ۱۶۶، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۶۔

قائم، قیام الدین: ۲۳۶، ۲۳۹

قتیل ۱۵۶

قدوائی، انور جمال: ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۸۸

قطبی: ۲۱۶، ۲۲۰

قیصر: ۲۳۷

(ک)

کالڑا، شیام لال: ۸۸، ۱۱۲

کرنل، ایچ، بی، برنی: ۲۴۲

کرنل، جارج ولیم ہملٹن: ۲۵۰

کرنل، جی، بی میلین: ۲۴۱

کرنل، سلیمان: ۲۴۱

کریم الدین: ۴۶

کلیم، محمد حبیب الرحمٰن: ۱۴۱

کلیم، محمد حسن: ۲۶

کندن لال: ۱۴۳

کنور، مہندر سنگھ بیدی: ۸۸، ۲۹۹

کیفی صاحب: ۲۹۳، ۲۹۷

(گ)

گپتا، دھرم پال: ۲۹۳

گورکی: ۸۲

گوری شنکر: ۲۳۶

گوڑ، راج بہادر: ۲۵۵

گوپال متل:

گوہر نوشاہی: ۱۳۷، ۱۳۸

گیان چند جین : ۱۲، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۱، ۲۲،
۳۹، ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۵۳، ۵۵، ۵۷،
۶۶، ۶۸، ۹۷

(م)

ماجد : ۱۷۶

ماتھر : ۲۹۴

ماچوی، بلونت پربھاکر : ۸۲

مادھو رام : ۳۹

مجاز اسرار الحق : ۱۹۸

مجروح، میر مہدی : ۶۴، ۲۳۶، ۲۶۵

مجنوں، گورکھپوری : ۲۱۰

منشی جیون لال : ۲۳۶

محمد مجیب : ۱۴۷

محمد اسحاق، مولانا : ۲۴۰

محمد اسلم : ۲۹، ۳۰، ۳۱

محمد اسماعیل : ۱۶۹

محمد رحمت : ۲۸۶

محمد شفیع : ۲۴۸، ۲۴۹

محمد عبد الوہاب : ۲۲۶

محمد طاہر : ۲۴۱

محمد ظفیر الدین مرزا : ۳۹

محروم، تلوک چند : ۶۵، ۸۱، ۹۱

مختار الدین احمد : ۱۷، ۲۱، ۶۵، ۶۶، ۴۸، ۱۷۷،
۶۷، ۴۷، ۱۴۵، ۸۷، ۶۴، ۹۱، ۱۴، ۳۵،
۵۹، ۵۷، ۶۰، ۶۱، ۵۳، ۵۲، ۵۰، ۴۹،
۱۳، ۱۲۶، ۱۲، ۱۳۹، ۳۹، ۵۱ ۔

مخمور دہلوی : ۱۹۸

مخمور سعیدی : ۲۵۸

مروت میرٹھی : ۲۹۵

مسٹر سہل : ۲۵۲

مسیح : ۳۸

مصحفی : ۲۲۱، ۲۲۲

مکین، احسن کلیم : ۸۵

مرزا مظہر جان جاناں : ۴۰

ممتاز شیریں : ۲۸۱، ۲۸۲

ملا واحدی : ۸۵، ۹۲

ملک، راج آنند : ۸۲

منٹو سعادت حسن : ۱۹۸

منظور عالم، سید : ۱۲، ۱۴، ۲۹۱

منفلوطی : ۱۸۳

منہ بج : ۱۰۹، ۱۲۲

مونس رضا : ۲۶۵

مولانا آزاد : ۱۹۶

مہر النساء : ۷۲

مہر، غلام رسول : ۲۷، ۲۹

مہر، حاتم علی بیگ : ۲۲۱، ۲۴۲

مہیش پرشاد، مولوی : ۲۷، ۲۹، ۱۹۲

مہیش پرشاد، منشی : ۲۵۱

میجر جون جیکب : ۲۵
میر : ۲۲۷، ۲۳۶، ۲۵۲
میر قاسم، سید : ۸۴

(ن)

نارنگ، گوپی چند : ۱۱۰، ۲۲۰، ۱۱۴، ۶۶، ۵۳،
۶۸، ۳۶، ۲۳۵، ۱۲۸، ۱۲، ۱۰۸، ۱۰۷
۱۶، ۲۷، ۲۳۸، ۶۷، ۵۸، ۱۱۱، ۱۱۰، ۵۵،
ناسخ : ۱۶۹، ۲۲۱، ۱۱۸
نسّاخ : ۱۶۷
نشاط : ۱۷۸
نریش گھوشال : ۲۴۹
نقوی، سید قدرت : ۱۳۸
ندوی، نجیب اشرف : ۱۸۸، ۱۹۴
نواب چھتاری : ۱۶۳
نواب محمد اسماعیل : ۱۴۸، ۱۵۵
نواب محمد اسحاق : ۱۵۵
نواب کلب علی خاں : ۱۵۷
نوح ناروی : ۶۲، ۸۴
نیاز فتحپوری : ۱۶۲، ۲۶۷، ۱۷۱، ۱۸۹
نیاز کیشان : ۱۷۴
نیّر حکم چند : ۱۱۷
نیّر رخشاں : ۱۴۹، ۱۹۰
نیّر مسعود : ۱۴۳

(و)

ودیا : ۴۳، ۷۳، ۸۵، ۹۲
وزیر الحسن عابد، سید : ۲۴۵
وقار عظیم، پروفیسر : ۸۵
ونسنک : ۱۹۰
وی۔ اے، قدوائی : ۱۸۵
ویران : ۲۲۳

(ہ)

ہادی مچھلی شہری : ۱۷۸
ہاشمی، نصیر الدین : ۱۲، ۱۳، ۱۷، ۳۷، ۲۲۶، ۲۲۷
ہربرٹ میڈوک : ۲۵۰
ہما سعید : ۱۴
ہنری ایگرٹن : ۲۵۰

(ی)

یگانہ لکھنوی : ۱۹۸